شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بفیضِ روحانی

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجد دِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
سلطان المشائخ حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب	شانِ مصطفٰی ﷺ
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی
پروف ریڈنگ	مولوی محمد فیضان چشتی القادری
تصحیح ونظر ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر	شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد(مکتبہ انوار المصطفٰے مغلپورہ۔حیدرآباد)
اشاعت اُول	اپریل ۲۰۰۷
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	Rs. 100

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصانیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلیٰ شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّد

مَنۡ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا

اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا

اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا

صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا

اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ

نام ہو اولیاء کے ساتھ‘ حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ

پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِىۡ
وَاَكۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقۡتَ مُبَـرَّءً مِّـنۡ كُلِّ عَيۡبٍ
كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار

آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا

آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا

خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے

گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

(سیدنا حِسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

ظہورِ آفتابِ رسالت ﷺ

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا
ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا' تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا
ظہورِ حق جان کی جان تم ہو
عیاں سب میں خدا کی شان تم ہو

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

قصر شیعیت کی بنیادوں کو ڈھانے والی کتاب

حضور ﷺ کی صاحبزادیاں

حضور نبی کریم ﷺ کی تین صاحبزادیوں کی شان میں بکواس کرنا اور تہمت لگانا ان بد مذہبوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ روافض قطعاً محبان اہلبیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخانِ اہلبیت ہیں۔ بد مذہب روافض کا باطل عقیدہ (تحریف قرآن) یہ ہے کہ سیدہ زینب' سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔ روافض صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو حضور نبی کریم ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی مانتے ہیں۔اس کتاب میں آیات قرآنی اوراحادیث مبارکہ کی روشنی میں مدلل ومنہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

مومنین کی بے مثال مائیں جن کی پاکیزگی کی گواہی قرآن مجید نے دی

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

ازواج مطہرات کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حضور ﷺ کی بیبیاں فرمایا' ازواج النبی ﷺ اور آپ کی اولادِ پاک کی شانِ رفیع میں آیت تطہیر نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے گھروں کو مہبط وحی الٰہی اور حکمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکان کی عزت وتکریم مکین سے ہوتی ہے۔ دنیا کا بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو اپنی عظیم ترین ماؤں کے بارے میں اپنی ناپاک زبان دراز کرے۔ امہات المؤمنین کا انکار یا اُن کی شان عالی مرتبت میں بکواس کرنا دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ مومنین کی بلند مرتبہ ماؤں سے اُن کا کوئی ایمانی، قلبی اور رسمی رشتہ نہیں ہے۔ امہات المؤمنین کی سیرت پر نہایت ہی جامع، مدلل اور تحقیقی کتاب، جس میں بد مذہب عناصر اور مستشرقین کے تمام بیہودہ اعتراضات کا علمی انداز میں منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔۔کتاب دینی جامعات میں داخلِ نصاب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الأنبيآء والمرسلين وعلىٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين .... أما بعدُ

عہد میثاق

﴿**وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ‌ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ‌ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا‌ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ**﴾ (ال عمران۳/۸۱)

اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمھیں اس کی جو عطا کروں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسُول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا' کیا تم نے اقرار کرلیا اور اُٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہّ ؟ سب نے عرض کی' ہم نے اقرار کیا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد فرشتوں سے سجدہ کرایا' پھر انہیں جنّت میں رکھا وہاں حضرت حوّا کی پیدائش ہوئی' پھر ان دونوں کو زمین پر بھیجا' تین سو برس کی جدائی کے بعد ان دونوں کو مقام عرفات میں ملایا۔

واقعہ یہ ہوا کہ رب تعالیٰ نے انسان سے چار عہد لئے' ایک اپنی ربوبیّت کا جو سب سے لیا گیا۔ جس کا ذکر ﴿**اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ۔ قَالُوۡا بَلٰى**﴾ میں فرمایا گیا۔ دوسرا اظہار دین کا' جو خاص علماء اہل کتاب سے لیا گیا' جس کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿**وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ**﴾ تیسرا عہد حضور نبی کریم ﷺ پر

ایمان لانے اور ان کی خدمت واطاعت کرنے کا، جو بلاواسطہ سارے نبیوں سے اور بالواسطہ ان کی امّتیوں سے لیا گیا۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ چوتھا عہد سارے انبیاء کرام سے لیا گیا جس میں ہمارے حضور ﷺ بھی داخل ہیں، وہ تھا تبلیغ دین اور ہدایت خلق کا ذکر، اس آیت میں ہے ﴿وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ﴾ یہ چار عہد ہیں جن میں عہد کرنے والے مختلف۔ غرض کہ یہ عہد بھی عہد ربوبیّت کی طرح عام تھا، مگر انبیاء سے بلاواسطہ اور ان کی امتوں سے بالواسطہ کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے ہندوستان کولمبو کے پہاڑ سراندیپ پر اتارا گیا۔ اور حضرت حوّا کو جدّہ میں تین سو سال تک ان میں جُدائی رہی اور آدم علیہ السلام معافی کے لئے گریہ زاری فرماتے رہے پھر حضور ﷺ کے نام کی برکت سے توبہ قبول ہوئی اور عرفات میں حضرت حوّا سے ملاقات کی۔ پھر نعمان پہاڑ پر آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام روحوں کو نکالا گیا۔ جو باریک چیونٹیوں کی شکل میں تھیں۔ کفار کی روحیں سیاہ، مسلمانوں کی سفید اور انبیائے کرام کی ارواح روشن تھیں۔ ان سے یہ عہد لئے گئے جن میں تیسرا عہد وہ تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اے نبی ﷺ ان اہل کتاب کو نبیوں کا وہ عہد میثاق یاد دلادو جس کا ذکر توریت وانجیل میں ہے تاکہ انہیں عبرت حاصل ہو اور ان کے دلوں میں آپ کی عظمت پیدا ہو وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے سارے پیغمبروں سے خواہ وہ محض نبی ہوں یا رسول یا مرسل بھی۔۔ سب کے سامنے یہ عہد لیا کہ اے گروہ انبیاء جب میں تمہیں دنیا میں بالواسطہ یا بالاواسطہ اپنی کتاب یا صحیفہ اور اپنا علم وحکمت عطا فرماؤں، تمہیں تمغہ نبوت سے سرفرازی بخشوں، پھر اسی حال میں جبکہ تمہاری نبوت کا آفتاب خوب چمک رہا ہو اور تمہارا کلمہ پڑھا جارہا ہو، تمہارے نام کے ڈنکے بج رہے ہوں وہ پچھلا پیغمبر دعائے خلیل اور بشارت عیسیٰ ساری خلقت کا ہادی، عرش وفرش کا بادشاہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے پاس تشریف لائے تو تم ان کا کلمہ پڑھ کر ان پر ایمان لانا اور ہر طرح ان کی امداد کرنا، اور اعانت کرنا، بولو کیا اقرار کرتے ہو، اور اس بھاری ذمہ کو اُٹھاتے ہو؟ تمہیں یہ بات منظور ہوگی؟ سب نے عرض کیا اے مولیٰ! ہم سب کو اس کا اقرار ہے تجھ سے عہد کرتے ہیں اور اس کی پابندی کریں گے۔ فرمایا، اچھا تم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ۔

صرف تمہاری گواہی پر ہی بس نہیں، بلکہ ہماری شاہی گواہی بھی اس میں شامل ہے۔ ہم بھی تمہارے ساتھ گواہ ہیں۔ خیال رہے کہ جو کوئی اس عہد و پیان کے بعد اس نبی پر ایمان لانے سے منہ موڑے گا وہ کافر ہوگا۔

حضرت سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم وعالمیاں محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں تو اُس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لاکر آپ کی اُمت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور ﷺ کے دین کی تائید ونصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی اُمتوں سے لیا۔ صاحبِ روح المعانی علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں **ومن هنا ذهب العارفون الى انه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم هو النبى المطلق والرسول الحقيقى والمشرع الاستقلالى وان من سواه من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فى حكم التبعية له** ﷺ ۔ یعنی اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور جملہ دیگر انبیاء حضور علیہ السلام کے تابع ہیں (روح المعانی)

شبِ معراج تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس میں مجتمع ہوکر حضور فخر کائنات کی امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق تھی۔ امام الانبیاء والمرسلین کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہوگا جب ساری مخلوقِ خُدا خوف خُدا سے لرزہ براندام ہوگی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء لواء حمد ہاتھ میں لئے مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔ **اللّٰهم صل علىٰ حبيبك وصفيك صاحب لواء الحمد والمقام المحمود وبارك وسلم واحشرنا فى زمرته وتحت لوائه وارزُقنا شفاعته وادخلنا معه فى الجنة انك سميع الدعاء ۔**

(☆) محفل میلاد شریف سنت الٰہیہ ہے۔ دیکھو مجلس میثاق میرے حضور علیہ السلام کی محفل تھی جس میں حق تعالیٰ حضور کا میلاد فرمانے والا، بزم انبیاء سُننے والی تھی۔ نبوت کی

شیرینی اس مجلس کا تبرک تھا جو بقدر قابلیت انبیاء کو تقسیم ہوا۔ خیال رہے کہ ذکر ولادت ہی کا نام محفل میلاد ہے خواہ آئندہ کے لحاظ سے ہو یا گذشتہ زمانہ کے اعتبار سے۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

فضیلت سید الانبیاء ﷺ:

ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں اس کے بے شمار دلائل ہیں جن میں سے بطور اختصار کچھ عرض کئے جاتے ہیں:

ا یہی آیت کریمہ جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں اور سارے پیغمبر آپ کے امتی۔ سب سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا' اور عہد بھی نہایت پختگی سے کہ عہد ربوبیّت میں صرف ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔۔ قَالُوْا بَلٰى﴾ پر کفایت ہوئی مگر یہاں بجائے ﴿بَلٰى﴾ کے ﴿اَقْرَرْنَا﴾ کہلوایا' سب کو اس پر گواہ بنایا۔ رب تعالیٰ نے اپنی خدائی گواہی کو بھی شامل فرمایا پھر اس کی مخالفت پر سزا مقرر فرمائی

۲ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اُمتِ مصطفٰی ﷺ تمام امتوں سے افضل ہے اور ظاہر ہے کہ امت کی افضلیت اس کے پیغمبر کی افضلیت سے ہوگی

۳ ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات جہان بھر کی عورتوں سے افضل ہیں

۴ ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ آخری نبی اور آپ کا دین غیر منسوخ ہے اور ظاہر ہے کہ باقی' فانی سے افضل ہے۔ لہذا اسلام دیگر ادیان سے بہتر اور یہ بہتری حضور ﷺ کی برکت سے ہے۔ لہذا حضور ﷺ تمام دین والے پیغمبروں سے افضل

۵ ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے ذریعہ تمام کتابیں سچی ہوئیں، لہذا ساری کتابیں اور کتاب والے حضور ﷺ کے حاجت مند ہوئے اور حاجت والے سے وہ افضل ہے جس کی طرف حاجت ہو

٦ ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (البقرۃ۔ ۱۲۹) اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سُنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کردے انھیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

۷ ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصّف/٦١) اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے۔ اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔۔۔۔۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دُعائے خلیل اور بشارت عیسیٰ ہیں گویا وہ حضرات داعی ہیں اور آپ مدعیٰ، وہ حضرات اَسناد ہیں اور حضور ﷺ متن ۔۔وہ حضرات مبشّر ہیں اور حضور ﷺ اصل بشارت، وہ حضرات چمن ہیں اور حضور ﷺ پُھول، وہ حضرات طُفیلی ہیں اور حضور ﷺ مقصود۔ وہ سب بَراتی ہیں اور حضور ﷺ دولہا...... ظاہر ہے کہ پُھول درخت سے افضل، دولہا بَراتیوں سے اعلیٰ اور متن اَسناد سے بڑھ کر کہ اسناد مبدا ہے اور متن اس کی انتہاء

گن گائیں جن کے انبیاء مانگیں رُسل جن کی دُعا

وہ دو جہاں کے مدعا صلِّ علیٰ یہ ہی تو ہیں

۸ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ...﴾ (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں

۹ ﴿مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی...﴾ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی (نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفےٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی)۔۔۔ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے معراج دی اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ درجہ اور کسی پیغمبر کو نہ ملا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب سے بڑھ کر قرب والے ہیں

۱۰ ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ...﴾ ہم نے اپنے اس بندہ خاص کو اس وقت جو وحی کی وہ تمہیں کیوں بتائیں' معلوم ہوا کہ حضور ﷺ صاحبِ اسرار ہیں اور ظاہر ہے کہ اندرونی دوست بیرونی دوستوں سے افضل ہے

۱۱ ﴿یٰاَیُّھا النَّبِیُّ ...﴾

۱۲ ﴿یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ ..﴾

۱۳ ﴿یٰاَیُّھَا الْمُدَثِّرُ..﴾

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نام پاک سے کہیں نہ پکارا بلکہ آپ کے پیارے اوصاف سے۔۔ دیگر پیغمبروں کو ان کے نام سے پکارا گیا۔ ﴿وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ...﴾ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ..﴾ ﴿وَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ...﴾ وغیرہ' اور بجائے نام شریف کے خطابات سے پکارنا کہ اے غیب کے خبریں دینے والے' اے ہمارے خاص پیغمبر' اے چادر اوڑھنے والے۔۔ یہ دلیل محبوبیت ہے

۱۴ ﴿لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾

۱۵ ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾

۱۶ ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ کَآفَۃً لِلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سارے عالم کے پیغمبر ہیں اور سب پر آپ کی اطاعت واجب۔ یوں سمجھو کہ آدم علیہ السلام کی ابوت (سارے انسانوں کے باپ ہونے) سے حضور ﷺ کی نبوت زیادہ عام ہے کہ وہ صرف انسان کے لئے ہے اور یہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کے لئے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا رقبہ سلطنت وسیع ہے اور ظاہر ہے کہ بڑی سلطنت کا مالک بڑا بادشاہ ہے لہذا حضور ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ خیال رہے کہ عالمین اور ناس میں انبیائے کرام بھی داخل ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام جو اب تک زندہ ہیں سب حضور ﷺ پر ایمان لائے بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ بیعت رضوان میں خضر علیہ السلام نے بھی حضور ﷺ سے بیعت کی (روح البیان) بلکہ اگر وفات یافتہ پیغمبر بھی اس میں داخل ہوں تو کوئی بعید نہیں کہ ان حضرات نے اپنی قبروں میں حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا ہو۔ چنانچہ حجۃ الوداع میں بہت سے پیغمبروں نے حج کیا۔ معراج کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ یہ نماز وحج اسلامی تھے لہذا وہ سب حضرات حضور ﷺ کے پیرو کار ہوئے

۱۷ رب کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی رمی (پھینکنے) کو اسی مقدس قرآن میں اپنی رمی فرمایا ہے ﴿**وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى**﴾ (الانفال ۱۲/۸) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام نے بیعتِ رضوان فرمائی تو اللہ رب العزت نے اسے بعینہ اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔ اور بیعت کے بعد نقضِ عہد کرنے والوں کو وعید شدید سنائی اور بیعت پر عمل کرنے والوں کو اجر عظیم کی بشارت سے نوازا۔ سورہ فتح کی آیت کریمہ تلاوت کیجیے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۠﴾ (الفتح ۴۸/۱۰) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا' اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُسے بڑا ثواب دے گا۔

بارگاہِ صمدیت میں صاحبِ سُنت ﷺ کی عظمت و بزرگی دیکھو۔۔۔حضور ﷺ کا فعل رب تعالیٰ کا فعل ہے۔حضور ﷺ سے بیعت رب تعالیٰ سے بیعت' حضور ﷺ کا ہاتھ رب تعالیٰ کا دست قدرت اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب حضور ﷺ کو رب تعالیٰ سے قرب خاص حاصل ہو

۱۸ ﴿عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۠﴾ (بنی اسرائیل ۷۹) یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔

عنقریب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ دنیا میں بھی' آخرت میں بھی' قبر میں بھی' حشر میں بھی۔ دُنیا میں اس طرح کہ ابھی تو یہ کفارِ مکہ بعض خبیث نفسوں کے اُکسانے بھڑکانے ورغلانے کی وجہ سے آپ کے دشمن اور گستاخ بنے ہوئے ہیں مگر بہت جلدی ایسا ہونے والا ہے کہ قلوب عالمین اور ارواح کائنات میں آپ کی مدحت سرائی ہوگی دنیا کے ہر شجر وحجر سے آپ کی شان ورفعت کے نغمے بلند ہوں گے آپ کی محمودیت کا وہ اونچا مقام ہوگا کہ روح کی گہرائیوں عشق کی پنہائیوں سے تا قیامت آپ کی نعت خوانی ہوتی رہے گی۔ عرش وفرش کے اہل ایمان آپ کی محبت میں وارفتہ وسرشار ہوں گے ' یہی نہیں بلکہ جس شجر وحجر' شہر وبیاباں' مُلک وملکوت کو آپ سے نسبت ہو جائے گی قیامت تک اس کے بھی قصیدے پڑھے جائیں گے۔ اہل دُنیا

اپنی حکومت وامارت وزارت وبادشاہت کے بل بوتے پر اجسام واملاک پر تو قبضہ جما سکتے ہیں لیکن قلبی محمود محبوب نہیں بن سکتے۔ چنگیز وہلاکو جیسے لوگ ہلاکت کے شہسوار تو بن سکتے ہیں لیکن قلبی محبت وعشق کا مرکز نہیں بن سکتے' یہ مقام محمود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے قبر میں دیدار کی جلوہ ریزی امتحان انسانیت کی کامیابی کے لئے کسی کی ابروئے چشم کی منتظری ہوتی ہے اور میدان محشر میں تو مقام محمود کی شان ہی نرالی ہوگی کہ جب تڑپتی پھڑکتی انسانیت دیکھے گی مانے گی کہ:

مسیح و صفی خلیل و نجی سب سے کہی' کہیں نہ بنی
یہ بےخبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

۱۹ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ لَكَ سے معلوم ہوا کہ یہ بلندی ذکر حضور ﷺ سے خاص ہے کہ رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ہے۔ عرش وفرش' جنت وطوبی میں آپ کا چرچا ہے۔ بہت اختصار کے ساتھ یہ آیات پیش کی گئیں ہیں ورنہ حضور ﷺ کی افضلیت مطلقہ بہت آیتوں سے ثابت ہے۔

احادیث: حضور ﷺ کی افضلیت کی بے شمار احادیث ہیں :

۱ حضور ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ قیامت میں اول حضور ﷺ کی ہی قبر انور کھلے گی پہلے شفیع حضور ﷺ ہی ہیں (مسلم ومشکوٰۃ باب فضائل سیدالانبیاء)

۲ حضور ﷺ کی امت تمام امتوں سے زیادہ ہے اور جنت میں سب سے پہلے حضور ﷺ ہی تشریف لے جائیں گے (مسلم)

۳ حضور ﷺ کے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں' تمام روئے زمین آپ کی مسجد بنائی گئی' حضور ﷺ ساری خلق کے نبی ہیں' حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں (مسلم)

۴ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیں خزائن زمین کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں (مسلم وبخاری)

۵ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی ومشکوٰۃ)

٦ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں ہمارے ہاتھ لواء الحمد ہوگا کہ اس جھنڈے کے نیچے آدم و اولاد آدم ہوں گے (ترمذی)

٧ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ روح اللہ ہیں، آدم صفی اللہ ہیں۔ علیہم السلام۔ مگر ہم حبیب اللہ ہیں۔ ہم شفیع المذنبین ہیں۔ ہم ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے اولین وآخرین سے افضل ہیں (ترمذی، درامی ومشکوٰۃ) اس کی شرح مرقات میں ہے کہ خلیل مُرید ہیں حبیب مُراد، خلیل سالک ہے، حبیب مجذوب، خلیل طالب، حبیب مطلوب، خلیل وہ جو رب کی رضا چاہے، حبیب وہ کہ رب تعالیٰ اس کی رضا چاہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ ۔۔عنقریب ہم تجھے اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہو جائے۔ خلیل وہ ہے جسے مغفرت کی امید ہو، حبیب وہ جس کی مغفرت درجہ یقینی میں ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین** حبیب کے لئے فرمایا گیا ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ﴾ اس لئے فرمایا گیا کہ ابراہیم خلیل ہیں اور ہم حبیب (مرقاۃ)

٨ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اٹھیں گے تو سب سے اول ہم ہوں گے۔ جب چلیں گے تو سب کے پیشوا ہم ہوں گے جب سب خاموش ہوں گے تو ہم کلام فرمائیں گے جب سب محبوس ہوں گے تو ہم شفاعت کریں گے۔ جب سب مایوس ہوں گے تو ہم خوشخبری دیں گے۔ اس دن کنجیاں اور حمد کا جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہوگا (ترمذی و دارمی)

٩ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سارے انبیاء اور سارے آسمان والوں پر بزرگی دی (درامی)

۱۰ حضور ﷺ حضرات انبیاء سے افضل ہوں' کیونکہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ہمارے حضور ﷺ کے لئے نبیوں سے عہد و پیاں لئے' اس سجدہ اور اس میثاق میں کئی طرح فرق ہے۔ ایک یہ کہ سجدہ صرف فرشتوں نے کیا' یہ عہد و پیاں نبیوں نے کیا۔ انبیاء' ملائکہ سے افضل ہیں دوسرے یہ کہ سجدہ عمل تھا اور یہ میثاق عقیدہ۔ عمل سے عقیدہ اعلیٰ ہے۔ تیسرے یہ کہ سجدہ ایک وقتی چیز تھی اور یہ عہد میثاق دائمی چیز' اس لئے فرشتے آدم علیہ السلام کے امتی نہ بن گئے مگر تمام انبیاء حضور ﷺ کے امتی بن گئے۔ بعض تو بلا واسطہ جیسے حضرت خضر والیاس وعیسیٰ علیہم السلام اور بعض بالواسطہ جیسے دوسرے انبیاء کرام کہ ان بزرگوں نے معراج کی رات حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ﴿**به لتومنن**﴾ کی عملی تفسیر تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں یہ نصرت و مدد کی عملی تفسیر ہے۔ مسجود الیہ ساجد کا نبی نہیں ہوجاتا۔ کعبہ ہمارا مسجود الیہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے مسجود لہ تھے۔ مگر نہ کعبہ ہمارا نبی ہے نہ یوسف علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے نبی بن گئے۔ نیز آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا' مگر ہمارے حضور ﷺ پر تمام خلق سے دُرود بھجوایا' بلکہ رب تعالیٰ بھی اس دُرود بھیجنے والوں میں شریک ہے یہ درود اس سجدے سے افضل ہے۔

ایمان اور محبتِ رسول :

ایمان کے لغوی معنٰی ہیں 'امن دینا' شریعت میں ایمان اُن اسلامی عقائد کا نام ہے جنہیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے یعنی تمام اُن چیزوں کو ماننا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ لائے۔ ایمان کہتے ہیں '**التصديق بما جاء النبی** ﷺ' دل کی سچائی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی جملہ ہدایات کو مان لینا ایمان ہے۔

گویا ایمان کا اولین مرحلہ نبی کی تصدیق ہے کہ ایمان کا داعی اول سوا نبی کے کوئی نہیں '**اٰمنوا بالله**' کی صدا بلند کرنے والا نبی کے علاوہ کون ہے۔ پس ایمان نبی ہی سے ملتا ہے۔

ایمان کا تعلق دل سے ہے کہ جس نے حضور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے تمام امور کی تصدیق کردی وہ مومن ہوگیا اور جس نے دل سے نہ مانا وہ مومن نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ﴿اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ﴾ (المجادلہ/۲۲) یہ ہیں وہ لوگ جن کے دِلوں میں (اللہ نے) ایمان ثبت فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد فرمائی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ﴾ (المائدہ/۴۴) اے رسول: آپ اُن لوگوں کی وجہ سے غمگین نہ ہوں جو کفر میں تیزی سے دوڑتے ہیں، اُن میں سے جنہوں نے اپنے منہ سے کہا، ہم ایمان لائے، حالانکہ اُن کے دل مومن نہیں۔

طبقہ منافقین کی بنیادی یہی کیفیت ہے کہ وہ زبان سے تو ایمان کا اعلان کرتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں بھی شریک ہوتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لاتے۔ جس کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اُس کا علم دیا۔ منافقوں کے نام تک بتا دیئے تا کہ مسلمان اُن کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔

دینِ اسلام کی کسی مشہور و معلوم بات کا انکار کرنا یا اُس میں شک کرنا یا کسی شرعی حکم کا مذاق اڑانا یا کسی سنت کو ہلکا جاننا یا مذاق میں کوئی کفریہ جملہ بولنا کفر ہے۔

حضرت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **الایمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب** ایمان زبان سے اقرار اور دِل سے پختہ یقین کرنے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کا قلبی طور پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔۔ ان دونوں چیزوں کا زبان سے اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ دل سے یقین کرنا ایمان کی حقیقت ہے اور زبان سے تصدیق کرنا ایمان کی علامت ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔۔ زبان کے اقرار کے بغیر دل کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ ظاہری احکام کا جاری کرنا زبان ہی کا کام ہے اگر کوئی انسان گونگا ہو یا کوئی شخص زبردستی سے کلمہ کفر کہلائے

مگر اُس کے دل میں ایمان ہو مگر قلبی یقین کے باوجود اُسے زبانی اقرار کی فرصت نہیں ملی اور اس سے پہلے ہی موت نے آلیا تو ایسی صورت میں زبانی اقرار شرطِ ایمان نہیں۔

ایمان ایک نہایت ضروری چیز ہے مومن کی زندگی کا آغاز ہی ایمان سے ہے۔ ایمان اگر نہیں تو اُسے آپ انسان تو کہہ سکتے ہیں مومن نہیں کہہ سکتے۔ ایمان یعنی حضور ﷺ کی لائی ہوئی چیز کی تصدیق اُس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک لانے والے کی تصدیق نہ ہوجائے۔ **لااله الا الله** دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا اللــه** کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مثالی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ سب نے کہا' صادق وامین۔ سچے دیانتدار ۔۔الغرض بہت تعریف کردی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمھیں تباہ کردینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے؟ سب نے کہا کہ آپ کبھی جُھوٹ نہیں بولے' آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو' تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خُدا کو مان لو۔ **قولوا لااله الا الله تفلحوا** ... **لااله الا الله** کہو' فلاح پاجاؤ گے۔ حضور ﷺ نے **لااله الا الله** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ **لااله الا اللـه** دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں **لااله الا الله** ہدایت ہے **محمد رسول الله** ہادی ہیں **لااله الا الله** ذکر ہے **محمد رسول الله** ذاکر ہیں۔**لااله الا الله** ارشاد ہے **محمد رسول الله** مُرشِد ہیں **لااله الا الله** کلام ہے **محمد رسول الله** متکلم ہیں۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔ رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ذاتِ رسالت ﷺ کو منواؤ اور سمجھاؤ۔۔ پھر لوگ اللہ تعالیٰ کو خود ہی مان لیں گے۔ رسالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی توحید کی دعوت کو قبول کیا جائے گا۔

اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کی عظمت و رفعت کونہیں منوایا جاتا بلکہ صرف **لاالــہ الا الــلـــہ** کو سمجھانے اور منوانے پر زور دیا جاتا ہے' وہ طریقہ خود ایک بدعت ہے اور وہ بھی بدعت سیئہ ۔۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم قول کو مانو' قائل کو نہ مانو۔ ہدایت کو مانو' ہادی کو نہ مانو۔ ارشاد کو مانو' مُرشد کو نہ مانو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دعوت کو مانو' داعی کو نہ مانو۔۔ اس لئے اسلام کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کو منوا دے۔

عَـنْ اَنَـسٍ رَضِـىَ الـلّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی مومن ہونہیں سکتا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے ماں باپ' اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری ومسلم)

رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہوسکتا' ایمان کے اندر کمال نہیں ہوسکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

امام اہلسنت اعلیحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان' وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مومنِ کامل کے ایمان کی نشانی اور پہچان یہ ہے کہ اُس مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں گے' خواہ وہ باپ یا بیٹے ہوں جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یا وہ دوسرے لوگ ہوں جن سے طبعاً محبت ہو یا اختیاراً محبت کی گئی ہو۔

'احبیّت' سے مُراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پر ترجیح دی جائے۔ بایں طور کہ آپ کے دینِ پاک کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں لازمی طور پر اپنائے رکھا جائے' آپ کی سُنّت کی اتباع کی جائے' آپ کی بارگاہِ قدس کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے اور آپ کی رضا کو زندگی کا نصب العین بنالیا جائے۔

یہاں تک کہ اگر آپ کی محبت کا تقاضہ یہ ہو کہ اپنی جان کو قربان کر دیا جائے یا اپنے چہیتے بیٹے اور شفیق باپ، نیز کسی محبوب شخص یا محبوب و پسندیدہ چیز سے بالکلیہ علحدگی اختیار کر لی جائے تو اس میں بھی کوئی تامل نہ کیا جائے، جیسا کہ اَجلّہ صحابہ کرام نے کر کے دکھا دیا۔

'ایک روز بہت سے صحابہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ اے عمر تمہارا کیا حال ہے صرف مجھی کو دوست رکھتے ہو یا میرے سوا کو بھی؟ حضرت عمر نے عرض کی کہ محبت مشترک ہے، آپ کو بھی محبوب رکھتا ہوں اور اپنی جان، اپنے بچّوں اور مال و دولت کو بھی۔ یہ سُن کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اُن کے دل پر ایک خاص توجہ ڈال کر تصرف فرمایا اور پھر دریافت فرمایا، اَب کیا حال ہے۔ اپنے کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت عمر نے جواباً عرض کیا کہ میرے دِل سے اہل و مال کی محبت تو ساقط ہوگئی مگر جان کی محبت ابھی باقی ہے اور بے شک آپ میرے نزدیک میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان رہنے والی میری جان کے سِوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں (یا حضور نے یہ فرمایا کہ) تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن (یعنی مومن کامل) ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بنالے۔ پھر آپ نے دوسری بار حضرت عمر کے سینے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا اَب کیسے ہو؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اَب میرے دِل میں کِسی اور کی محبت نہیں رہ گئی اَب صرف آپ کی محبت ہے جو میرے دل کے ہر ہر گوشے میں سمائی ہوئی ہے، یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اُس وقت حضور ﷺ نے فرمایا **اَلآن یَاعمر تَمَّ اِیْمَانَکَ** اے عمر اَب جا کے تمہارا ایمان مکمل ہو گیا (بخاری شریف، مرقات، اشعۃ اللمعات)

سرکارِ نبوت، حضرت عمر سے سوال و جواب کر کے اُن کو اور اُن کے سِوا دیگر حاضرین

کو یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ جب تک میری طرف طبیعت کا میلان جان اور اہل و مال کی طرف طبعی میلانات پر غالب نہ ہوگا' اُس وقت تک کما حقہٗ کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا۔

فیوض الباری شرح صحیح البخاری میں حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی اشرفی (خلیفہ مخدوم المشائخ سیدنا مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں: 'تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھ کو ساری کائنات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ اس کا مطلب قطعاً یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان کا پایا جانا ناممکن ہے۔ ہر شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست کی دولت دی ہے وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیازمندی ایمان میں داخل ہو اور بغیر اُس کے مانے آدمی مومن نہ ہو سکے' اُس کی محبت ساری کائنات سے زیادہ ضروری ہوگی۔ ماں' باپ' اولاد' عزیز و اقارب کے انسان پر حقوق ہیں اور اُن کا ادا کرنا لازم ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اُن سب کو بھول جائے اور اُس کے دِل میں اُن کے لئے بالکل محبت واُلفت باقی نہ رہے اور اُن سب سے بے تعلق ہو جائے تو اُس کے ایمان میں خلل نہ آئے گا۔ کیوں کہ ایمان لانے میں ماں باپ' عزیز و اقارب کا ماننا ضروری نہیں ہے۔لیکن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے۔جب تک **لا الہ الا اللہ** کے ساتھ **محمد رسول اللہ** کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔تو اگر اس کا رشتہ محبت حضور اکرم ﷺ سے ٹوٹا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوگیا' کیونکہ تصدیقِ رسالت محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے اسلام میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو سارے عالم سے زیادہ ضروری اور اسلام وایمان کی شرط اول قرار دیا گیا۔

مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی (خلیفہ شیخ المشائخ سیدنا اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان) فرماتے ہیں: 'یہاں پیار سے مُراد طبعی محبوب ہے نہ کہ صرف عقلی' کیوں کہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی اُلفت ہوتی ہے۔ یہ ہی محبت حضور ﷺ سے زیادہ ہونی چاہیے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہر مومن کو حضور ﷺ جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مُرتد اولاد' بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں اور حضور ﷺ کی عزت پر جان نچھاور کر دیتے ہیں۔

حضور ﷺ اگر کسی کو حکم دیں کہ وہ اپنے کافرماں باپ اور بچوں کو قتل کر دے یا یہ کہ کفار سے یہاں تک لڑے کہ خود شہید ہو جائے تو وہ اسی کو اپنانے کو پسند کرے اور اسی کو اختیار کرنا محبوب رکھے' اس لئے کہ اُسے علم ہے کہ سلامتی حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہی میں ہے۔

عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ قدس سرہ' فرماتے ہیں: 'محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کرلے اور وہ بھی کرے محبوب جس کا حکم دے اور وہ بھی کرے جو محبوب چاہے اگرچہ حکم نہ دے' نیز محبوب جو جو چاہے کسی میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے اور ایسی بات ہرگز نہ کرے جس سے محبوب نے روک دیا ہو اور منع کر دیا ہو'

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب محبوب کی موافقت اس کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں صورتوں میں کرے۔

یقیناً یہی محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوب سامنے ہو یا نہ ہو' دونوں صورتوں میں اُس کی کامل موافقت کی جائے۔ شیخ المشائخ سیدنا ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی قدس سرہ' کا ارشاد ہے: 'محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کو اپنی ہر ہر چیز کا مالک بنادے اور اپنے لئے اپنی طرف سے کچھ باقی نہ رکھے'

یعنی مُحِب اپنے محبوب کو اپنے ارادوں' اپنے عزائم' اپنے افعال' اپنی ذات' اپنے اموال اور اپنی موجودہ حالت کا پورا مالک بنادے اور اُن تمام کو اُس کی مرضی کے لئے وقف کر دے اور اسی کی مرضی اور اسی کی پسندیدہ چیزوں سے راضی رہے' اُس کے سِوا کسی اور کی مرضی پر نظر نہ کرے۔

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب ماسویٰ المحبوب کو اپنے دل سے بالکلیہ مٹادے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات کو بھی فراموش کر دے اور ظاہر ہے کہ کمالِ محبت کا تقاضہ یہی ہے' کیونکہ اگر دِل میں محبوب کے سِوا کی بھی گنجائش رہی اور دل غیر محبوب کا بھی مسکن رہا تو یقیناً محبوب کی محبت خالص نہیں ہوسکتی اور اس میں کسی نہ کسی طرح کی ملاوٹ ضرور رہے گی جو شانِ محبت کے خلاف ہے۔

رسول کریم ﷺ کو چاہنا ایمان ہے اور سب سے زیادہ چاہنا کمالِ ایمان ہے۔ یہ ایک ایسی منصوص حقیقت ہے جو ہر طرح کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ نبی کی محبت ہی ایمان ہے اور ایمان ہی نبی کی محبت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے بےتعلق ہوجانے کا نام کفر ہے۔۔لہذا یہ ممکن نہیں کہ کوئی نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے بےتعلق ہو، وہ کافر نہ ہو، اور جو کافر ہو، وہ نبی کریم ﷺ سے بےتعلق نہ ہو۔

﴿**والذین اٰمنوا اشدُ حُبا للّٰہ**﴾ ایمان والے اللہ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ایمان نام ہے اللہ کی محبت کا۔ اللہ کی محبت سے رسول کی محبت کو جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ اُس دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آ ہی نہیں سکتی جہاں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اور رسول کے ذکر کو ایک بتایا ۔۔ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو ایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو ایک بتایا۔عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کو ایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کو ایک بتایا۔ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان ہے اور الگ کرنا کفر ہے...... اللہ رسول کی محبت میں تفریق نہ کرنا۔

﴿**والذین اٰمنوا اشدُ حُبا للّٰہ**﴾ ایمان والے اللہ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ایمان مِلا ہے رسول کی محبت سے۔۔تو رسول کی محبت کا نام ایمان ہے۔ اللہ کی محبت کا نام ہے ایمان کا نتیجہ۔ رسول کی محبت ہے جڑ۔۔اللہ کی محبت ہے ثمر۔ تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ درخت ہی نہ ہو اور پھل ہوجائے۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول کی محبت نہ ہو اور ایمان مل جائے۔

مُحبتِ رسُول کا ثمر: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:
ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، تو نے قیامت کے لئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے؟ تو اُس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ: نہ بہت نمازوں، نہ بہت روزوں، اور نہ بہت صدقات کو توشہ بنایا ہے

(نماز، روزہ کا کوئی بڑا ذخیرہ تو میرے پاس نہیں ہے)، لیکن مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ بہت محبت ہے، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، تیرا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے (یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت، تجھے میری معیت وسنگت حاصل ہوگی) **المرء مع من احب وانت مع من احببت** (بخاری شریف، ترمذی)

صحابی رسول کا عقیدہ دیکھو۔ محبوب کریم ﷺ نہ تو مجھے اپنی عبادات، نمازوں اور روزوں پہ ناز ہے اور نہ ہی اپنے صدقات وخیرات کو سامانِ آخرت سمجھتا ہوں، مجھے تو فقط ایک ہی سہارا ہے **اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** کہ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میرے سینے میں جلوہ گر ہے، تو آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا جس سے پیار ہوگا وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ اُٹھے گا، چونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اس لئے قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہوگا۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی رحمتِ دوعالم ﷺ کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اُسی کی قبول ہوں گی جس کے دل میں محبتِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کی جلوہ گر ہوگی۔

بے حُبّ مصطفیٰ تو عبادت حرام ہے زاہد تیری نماز کو تیرا سلام ہے

پھر جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، وہاں محبت کا کیا کام!۔۔ نماز تو وہ نماز ہے جو تصورِ محبوب ﷺ میں گم ہو کر پڑھی جائے۔

ایمان ہے جس کا نام وہ حُبّ رسول ہے جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے
بجز حُبّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کو جنت میں اُن کی رفاقت باسعادت کی خوشخبری سُنا رہی ہے۔۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں **من احبّنی کان معی فی الجنۃ** جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب یہ خوشخبری ہم نے سُنی تو ہماری خوشی

کی انتہا نہ رہی ۔۔ اسلام لانے کے بعد آج تک کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج ہم آپ کا فرمان سُن کر ہوئے کہ محبت کرنے والا محبوب کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا ۔۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجد میں آ گئے اور کہنے لگے: **انا احب النبی ﷺ وابا بکر وعمر وارجو ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم** اگر چہ میں اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل نہیں کر سکا مگر میں حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور امید ہے کہ اسی محبت کی بناء پر اُن کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔ (بخاری شریف)

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کے وصال کا وقت آتا تو وہ افسوس کرنے والوں سے کہتے کہ خوشی کرو ہماری ملاقات اپنے محبوب سے ہونے والی ہے۔ وہ بجائے آنسو بہانے کے مسکراتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ۔

معیارِ محبت : کچھ لوگ دعویٰ محبت تو کرتے ہیں اور ساتھ ہی محبوبِ دو جہاں ﷺ کے عیوب ونقائص بیان کرتے ہیں، حالانکہ یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ جہاں محبت ہوگی، وہاں تنقید وتنقیص نہیں ہوگی، اور جہاں تنقید ہو، وہاں محبت نہیں ہوگی ۔ یہ تو عام لوگوں کی محبت کا معیار ہے اور یہ اس محبوب پاک ﷺ کی بات ہے جس میں عیوب ونقائص کا ہونا ممکن ہی نہیں ۔۔ بہر حال محبت ہو تو عیب میں بھی حُسن نظر آتا ہے، تو پھر جن کو بے عیب میں عیب نظر آئے وہ لوگ اپنے دعویٰ محبت میں کیسے سچے ہو سکتے ہیں!

اگر ہمارے دِل محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ہوں گے تو پھر محبوب پاک کی ہر ادا پسند آئے گی، پھر اسی محبت کی بدولت سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے گا ۔ ہم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اپنے لباس، سیرت وکردار کو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے مطابق بناؤ، مگر جب حُبّ رسول اللہ ﷺ دِلوں میں موجزن ہو جائے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ عاشق خود بخود اپنے محبوب کا مطیع ہو جاتا ہے ۔ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں فرمانِ محبوب کو مقدم رکھتا ہے،

حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اپنے محبوب پر قربان کر دیتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہان فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ/۲۴) اے حبیب! آپ فرمایئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے لوگ معاشرے والے (کنبہ) اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تم کو خوف ہے اور وہ مکانات جو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب) لائے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس قوم کو ہدایت نہیں دیتا جو فاسق (نافرمان) ہے۔

قاضی عیاض مالکی شفاء شریف میں اس آیت کی توضیح فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی محبت کے لازم ہونے اور اس کی اہمیت کے اظہار کے لئے یہ آیت کافی ووافی ہے۔۔ نیز اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس محبت کی اصل مستحق ذاتِ نبوی ﷺ ہی ہے اور مزید یہ کہ اس آیت کریمہ سے ترغیب وتنبیہ بھی ملتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اولاد اور اپنے مال کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر فوقیت دی اُن کو رب کریم نے سرزنش اور تنبیہ بھی فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے 'تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا'

اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ اس بات کی شہادت فراہم کر رہے ہیں کہ اللہ اور اس کے

رسول ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان واسلام کے دعوے کرنے والوں کو بارگاہِ الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور یہی لوگ بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود فاسق اور گمراہ ہیں۔

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ہر طرح کے بندھنوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن میں انسان اپنے آپ کو اپنی فطرت اور ضرورت کے باعث بندھا ہوا پاتا ہے۔ ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے اور اولاد کی اپنے ماں باپ سے' بھائی بہنوں کی باہمی اُلفت' میاں بیوی کا گہرا تعلق' یہ سب انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔ مال' کاروبار اور مکانات وغیرہ سے انسان کا لگاؤ اس لئے ہے کہ وہ زندگی بسر کرنے اور اُسے عزت وآرام سے گزارنے میں اُن کا محتاج ہے۔ دینِ اسلام کیونکہ دینِ فطرت ہے وہ انسان کے طبعی تقاضوں اور اس کی ضروریات کا مناسب خیال رکھتا ہے اس لئے اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سرے سے یہ محبت کے رشتے توڑ ڈالے جائیں اور اُن چیزوں کی طرف سے بالکل توجہ ہی ہٹالی جائے۔۔لیکن کیونکہ انسانی زندگی کی غرض وغایت صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ ان سے بہت آگے اور بہت بلند ہے اس لئے انسان کو انہی تعلقات اور انہی اشیاء میں کھو جانے سے روکا ہے اور حکم دیا کہ بیشک ان اشیاء سے محبت و پیار کرو لیکن صرف اس حد تک جبکہ یہ چیزیں تمہاری رُوحانی ترقی میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم کی محبت اور عشق سے نہ ٹکرائیں۔ایثار وشہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں۔ اگر کبھی ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے آگے نکل جاؤ تب تم اپنے آپ کو ایماندار کہلانے کے حقدار ہو۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں کیا چیز ہے لوح وقلم تیرے ہیں
محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے   ہےاسی میں اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی کیا ہے جس کی طبیعت شریعت اسلامی کی پابند نہ ہو۔۔ یہ نعمت بجز اولیاء کاملین کی صحبت کے نصیب نہیں ہوسکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایمان کا لُطف ہی تب آتا ہے جب دِل میں اللہ اور اُس کے رسول کا عشق

شعلہ زن ہو۔ اس وقت یہ ساری زنجیریں خود بخود پگھل جاتی ہیں اور سارے حجاب تار تار ہو جاتے ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ عورتیں اپنے شوہروں کے سربُریدہ جسم دیکھ کر سجدہ شکر ادا کرتی ہیں اور بہنیں دُعائیں مانگتی ہیں کہ اے الہٰ العٰلمین ہمارے بھائیوں کو شہادت نصیب فرمانا۔

حلاوتِ ایمان کی شرط : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان سے لُطف اندوز ہوگا (۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ اُس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) اگر کسی سے محبت ہو تو صرف اللہ کے لئے ہو (۳) اور کفر پر رجوع ہونے کو اسی طرح ناپسند جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو جانتا ہے (صحیح بخاری)

کامل محبت کی شرائط :

خالص محبت کا تقاضا اور حقیقی پہچان یہی ہے کہ مُحب محبوب کی اداؤں سے بھی محبت کرے بصورتِ دیگر دعویٰ محبت کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ قاضی عیاض مالکی بڑے دل نشیں پیرائے میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بات ذہن نشیں رہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے وہ اس کو اور اس ذات کی موافقت اور اس کے اتباع کو اپنی ذات پر لازم کر لیتا ہے بصورت دیگر وہ اپنے دعوے محبت میں صادق نہیں ہوتا۔۔محبت کے چند شرائط یہ ہیں:
(۱) اتباعِ محبوب (۲) حُکمِ محبوب کی تعمیل (۳) کثرتِ ذکر (۴) اشتیاقِ دید (۵) محبوب کی تعظیم وتوقیر (۶) ذکرِ محبوب کی تعظیم (۷) محبوب کی پسند سے محبت ۔۔ اہلِ بیتِ رسول سے محبت ۔۔صحابہ کرام سے محبت ۔۔ مہاجرین وانصار سے محبت ۔۔ اہلِ عرب سے محبت ۔۔ حضور ﷺ کی پسندیدہ چیزوں سے محبت ۔۔حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے کی فرمائش ۔۔حضور ﷺ کا پسندیدہ لباس (۸) محبوب کی ناپسند سے نفرت (۹) محبوب کے دشمن سے عداوت (۱۰) قرآن وحدیث سے محبت (۱۱) اُمّتِ مصطفوی کی خیرخواہی (۱۲) فقرو درویشی کا خوگر ہونا (۱۵) محبوب کو ہر عیب سے مُبرّا جاننا۔۔

رسولِ حق

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ﴾
اے لوگو! تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے' پس تم ایمان لاؤ یہ بہتر ہے تمہارے لئے ۔

حضور ﷺ کا منصب و مقام : نبوت ورسالت انسانیت کی معراج کمال ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم وجلیل منصب ہے جس سے بالاتر منصب اور کمال عالمِ امکان میں نہیں ہے۔ انبیاء ومرسلین میں حضور ﷺ کی ذات اقدس تو وجہ تکوینِ کائنات اور سرچشمہ حسنات وبرکات ہے۔ آپ کے مرتبہ کی عظمت ورفعت اور آپ کے جمال وجلال کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔ حضور ﷺ کی نبوت عالمگیر اور رسالت جہانگیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہادئ عالم اور مزکّی کائنات ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے مُبشّر ونذیر' داعی الی اللہ' رسول کُل اور ہادی جہان ہیں یعنی جس کا خُدا رب ہے حضور ﷺ اس کے رسول ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت ونبوت کی آفاقیت کے متعلق رب کائنات کا اعلان ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اُتارا جو سارے جہانوں کے لئے نذیر ہے۔

جیسے مسلمان اور کافر مطیع ونافرمان سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ایسے ہی تمام کائنات کے انسان اور جِنّ حتیٰ کہ انبیائے سابقین اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امّت ہیں۔ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ امّت اجابت ہے اور جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ امتِ دعوت ہے۔ اسی بناء پر حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس ہستیِ مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو **ماوسعه' الا ان يتبعنى** تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ کار نہ ہوتا۔

رب تعالیٰ اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کے میلاد پاک کا اعلان فرما رہا ہے۔ آپ کی ولادت پاک سارے جہاں سارے انسانوں کے لئے مفید ہے لہذا کسی خاص جماعت کونہیں پکارا بلکہ ﴿**يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ**﴾ کہہ کر سارے لوگوں کو پکارا۔ یہ ندا حضور ﷺ کی نبوت عامہ کی دلیل ہے۔حضور ﷺ ساری خدائی کے دائمی رسول ہیں۔ کسی خاص قوم، خاص ملک، خاص وقت کے لئے نبی نہیں۔۔ اگرچہ حضور ﷺ ساری مخلوق جن وانس، فرشتوں وغیرھم کے نبی ہیں، مگر چونکہ انسان اصل مقصود ہیں دیگر مخلوق تابع، اسی لئے صرف انسانوں کو پکارا۔ خیال رہے کہ قیامت تک کے سارے انسانوں سے خطاب ہے کیونکہ حضور ﷺ پر ایمان لانا سارے انسانوں پر لازم ہے جیسے ﴿**اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ**﴾ وغیرہ احکام میں تا قیامت مسلمانوں سے خطاب ہے۔۔۔حضور ﷺ کا میلاد شریف بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب کا میلاد پاک بیان کیا اور بہت سی آیات میں آپ کا میلاد شریف مذکور ہے، نیز قرآن مجید نے بیان فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام بھی اپنی قوم کے سامنے حضور ﷺ کا میلاد شریف پڑھتے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿**وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ**﴾ (الصّف ٦١) اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے۔ اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔۔۔غرض کہ میلاد پاک سنت الٰہیہ بھی ہے سنت انبیاء کرام بھی۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام جو زمین پر اُس وقت موجود تھے وہ بھی اسی خطاب میں داخل ہیں۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اس آیت کے نزول پر تو زمین پر نہ تھے مگر آخر زمانہ میں زمین پر آئیں گے وہ بھی اسی خطاب میں

داخل ہیں۔ اصحاب کہف جن پر نیند طاری ہے وہ بھی اسی خطاب میں داخل ہیں۔ خضر والیاس علیہما السلام زمین پر رہ کر حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر رہتے ہوئے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ اصحاب کہف کے ایمان کا ظہور قریب قیامت ہوگا۔ جب وہ حضرات بیدار ہوں گے۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ گذشتہ لوگ بھی داخل ہیں حتیٰ کہ وفات یافتہ انبیاء کرام بھی حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اس لئے معراج کی رات سب نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔

ہمارے دُنیا میں آنے کو خلق یا ولادت کہا جاتا ہے، مگر حضور ﷺ کی تشریف آوری کو رب تعالیٰ نے جاء۔ بعث۔ ارسل کے الفاظ سے بیان فرمایا۔ یہاں فرمایا ﴿ قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡل ﴾ دوسری جگہ فرمایا ﴿ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا ﴾ حدیث پاک ہے **كنت اول الناس فى الخلق واٰخرهم فى البعث** میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر (السراج المنیر شرح جامع صغیر) ایک جگہ فرمایا ﴿ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا ﴾ ہم دنیا میں آنے سے پہلے کچھ نہ تھے، جو کچھ بنے یہاں آکر بنے، مگر حضور ﷺ سب کچھ بن کر یہاں آئے۔ ہم یہاں بننے کو آئے وہ سب کچھ بن کر دوسروں کو بنانے آئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میں صاحب کتاب نبی ہوں۔ مجھے رب نے نماز زکوٰۃ اور ماں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ نیز ہم یہاں اپنے کام کے لئے آئے کہ یہاں اعمال کما کر اپنی آخرت سنبھال لیں، مگر حضور ﷺ، رب تعالیٰ کے کام کے لئے آئے کہ اس کی مخلوق کی اصلاح کریں۔ کالج میں طلباء بھی جاتے ہیں اور پروفیسر بھی، مگر طلباء اپنا کام کرنے یعنی سیکھنے جاتے ہیں اور پروفیسر محکمہ تعلیم کا کام کرنے طلباء کو سکھانے جاتے ہیں۔ کالج ایک ہی ہے لیکن وہاں جانے والوں کی نوعیت میں فرق ہے، پھر دوسرے لوگ ایک گھر یا ایک خاندان یا ایک ملک کے لئے آتے ہیں۔ حضور ﷺ سارے جہان کے لئے آئے کہ اس کی مخلوق کی اصلاح کریں۔ نیز اور سب ایک خاص وقت کے لئے آتے ہیں مر کر چلے جاتے ہیں۔

حضور ﷺ ہمیشہ کے لئے تشریف لائے وہ ایسے آئے کہ بعد وفات بھی نہ گئے۔ اس لئے ﴿جَـــآءَكُـمْ﴾ فرمایا گیا۔ یعنی اے قیامت تک کے انسانوں وہ تم سب کے پاس آئے۔تمہارے دلوں میں آئے' تمہارے دماغوں میں آئے۔ جانوں میں آئے اور ایسے آئے کہ آ کرتمہارے پاس سے نہ گئے۔ حضور ﷺ زمان ومکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے: **اذا دخـــل احـدكم المسجد فليسلم على النبى** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو نبی اکرم ﷺ پر سلام کہے (ابن ماجہ' ابوداؤد وسنن کبریٰ) شفاء شریف میں ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام عـليك ايهـا النبى** کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ 'شرح شفا' میں ہے کہ **لان روحـه عليه السلام حاضر فى بيوت اهـل الاسـلام** اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے'لہذ اگھروں میں داخل ہوتے وقت **السـلام عـلى النبى** کہا کرو۔۔۔خیال رہے کہ حضورانور ﷺ کی پیدائش اور ولادت عرب میں ہے۔ رہائش مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں ہے' مگر تشریف آوری سارے جہاں میں جیسے سورج رہتا ہے آسمان پر مگر چمکتا ہے سارے جہان پر کہ سارے جہان کا نظام اس سے وابستہ ہے۔ دن' رات' مہینے' برس' عمریں' موسم' فصلیں' سب اس سے وابستہ ہیں۔ ایسے ہی نظام کائنات عرش وفرش کا نظم حضور ﷺ کی ذات مقدسہ سے وابستہ ہے۔

حضور ﷺ تم سب کے پاس آئے۔ اس لئے ہر نمازی التحیات میں حضور ﷺ کو سلام کرتا ہے۔ دور والے کو یا تو سلام لکھا جاتا ہے یا کہلوایا جاتا ہے اس کو سلام کیا نہیں جاتا۔۔۔سلام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سامنے والا قریب ہو سنتا ہو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلــنَّبِـــىُّ اَوْلـــىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ یہ نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

خلق میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خُدا کی ذات
قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

حضور ﷺ اور ہماری حیات وممات (زندگی وموت) میں بہت فرق ہے۔ ہماری موت کے معنیٰ ہیں مرجانا، یعنی مرکر چلا جانا اور ختم ہوجانا۔ حضور ﷺ بعد وفات یہاں سے گئے نہیں۔ ہم کو موت بھی ہے، فوت بھی۔ حضور ﷺ کو ایک آن کے لئے موت ہے لیکن فوت نہیں ہے۔ سورج غروب ہوکر بھی جاتا نہیں بلکہ اسی عالم میں رہتا ہے۔ اس کی رفتار سے رات کے اوقات بنتے ہیں کہ اتنا نیچا ہوتو وقت مغرب ہوگا، جب اتنے درجے نیچا ہوجائے تو وقت عشاء ہوگا۔ اتنا نیچا ہونے پر تہائی رات گزرے گی۔ تہجد کا وقت مستحب ہوگا وغیرہ، پھر غروب ہوکر تاروں اور چاند کو چمکاتا ہے۔ دن میں ذرّوں کو چمکاتا ہے۔ حضور ﷺ حیاتِ ظاہری سے ہوں تو صحابی بنائیں، بعد وفات ولی بناتے ہیں۔ سبحان اللہ! سورج طلوع ہوکر دن کے اوقات بتاتا ہے غروب ہوکر رات کے اوقات بتاتا ہے۔ یونہی حضور ﷺ بعد وفات عالم میں فیض دے رہے ہیں۔

رسول کا مفہوم :

رسول کے معنیٰ ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بی بی مریم سے کہا تھا ﴿اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلِ رَبِّكَ لَاهَبَ لَكِ غُلٰماً زَكِيّاً﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تاکہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔۔۔ دیکھو رسالت کے ساتھ بیٹا دینے کا ذکر ہوا۔ معلوم ہوا کہ رسول صرف پیغام رسان کو نہیں کہتے۔ رسول وہ ہے جو پیغام رساں بھی ہو اور فیضان رساں بھی۔ بے اختیار پیغام وفیضان دینا، رسالت جبریل ہے اور بااختیار مختار ہوکر پیغام وفیضان دینا، رسالت محمدی ہے غرض کہ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی، اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی، رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ ان کا دستِ سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دست عطا ونوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق ومخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر ان کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتو خالق ومخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ

رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، وہ دَر پَردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہوکر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا، تو ہم محتاج اور ضعیف ہوکر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا --۔ مگر یہ صرف رسول کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ اور منتخب پیغام بَر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی کتاب وشریعت کے ساتھ ہدایت کے لئے دُنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ مرتبہ رسالت وہ باعظمت و بلند مقام ہے کہ انسانیت کے لئے اس سے بلند و بالا مقام ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چُن لیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔ --۔ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادۃ تمام فرشتوں یا تمام انسانوں میں سے چُن کر منصب رسالت کے لئے انتخاب فرما لیتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ﴿اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسٰلَتَہٗ﴾ یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے اُن ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چُن چُن کر اپنی رسالت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خلاّقِ عالم ہے، جو عالم الغیب والشہادہ ہے، جو ساری دُنیا کا سمیع وبصیر، جو سارے جہان کا علیم وخبیر ہے ---۔ جب وہ اپنے علم وقدرت وارادہ کے مطابق تمام انسانوں میں سے عہدہ نبوت ورسالت اور اپنی خلافت و نیابت کے لئے جس برگزیدہ و معظم کو چُنے گا تو وہ کتنا بلند درجہ، اور کس قدر

عظیم المرتبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا باکمال بلکہ سراپا کمال شخص ہوگا۔ رسول جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چُنا ہوا ہوتا ہے تو یقیناً تمام نقائص وعیوب سے پاک ہوا اور اس میں کمال ہی کمال ہو۔ یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چُنے ہوئے رسولوں میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور سے چُن لیتا ہے۔ اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہے اور وہ وہی رسول ہیں جو سب رسولوں میں سے خاص طور پر چُنے ہوئے رسول ہیں یعنی گلشن رسالت کے سب سے حسین پھول، رسُول مقبول، ہادی السُّبل، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سرورِ انبیاء، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کے جاہ وجلال، ان کے فضل وکمال، اُن کے حُسن وجمال کا کیا عالم ہوگا؟ اور ان کے مراتب جلیلہ وفضائل جمیلہ کی شانِ بے مثالی کی کیا انتہا ہوگی۔۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے — ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خُدا پر جلوس — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
مُلک کونین میں انبیاء تاج دار — تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

حق کی تشریح:

حق مقابل ہے باطل کا، جیسے صدق مقابل ہے کذب کا۔ صدق وکذب صرف کلام پر بولا جاتا ہے۔ مگر حق وباطل۔۔ کلام، کام، عقیدہ، دین، ملت ...... سب پر بولا جاتا ہے۔ نیز صدق وہ جو واقعہ کے مطابق ہو۔ اور حق وہ کہ واقعہ اس کے مطابق ہو کہ جیسا کہہ دیا جائے ویسا ہی واقعہ ہو جائے۔ یعنی ہمارے رسول حق کو لائے یا حق سے موصوف ہو کر آئے۔ پہلی صورت میں حق سے قرآن مجید یا اسلام یا احکام اسلام یا عرفان وغیرہ

مُراد ہے۔ دوسری صورت میں حق سے حضور ﷺ کے اقوال احوال افعال سب کچھ مُراد ہیں۔ یعنی وہ رسول تشریف لائے جن کا سونا، جاگنا، کھانا، پینا، بولنا، خاموش رہنا ......غرض کہ ان کی ہرادا حق ہے (تفسیر خازن وتفسیر صاوی)

﴿بِالْحَقِّ﴾ کی چھ تفسیریں ہوئیں (۱) ہمارے محبوب لائق قبول یا لائق اتباع صفات وافعال واحکام سے موصوف ہوکر آئے (۲) ہمارے محبوب درست وصحیح صفات وافعال سے موصوف آئے اُن کا کوئی وصف وفعل نادرست نہیں (۳) ہمارے محبوب ناقابل زوال صفات وافعال وکلام سے موصوف ہوکر آئے کہ تاقیامت ان کے صفات، افعال، احکام، فرمان ...... باقی رہیں گے۔ زمانہ انہیں فنا نہ کرسکے گا (۴) ہمارے محبوب لائق عمل کتاب، لائق عمل دین لے کر آئے (۵) ہمارے محبوب صحیح ودرست دین، صحیح کتاب، صحیح احکام لے کر آئے (٦) ہمارے رسول ناقابل نسخ، ناقابل زوال کتاب واحکام دین لائے کہ تمام کتب تمام دین منسوخ ہوگئے ان کا دین کبھی منسوخ نہیں۔

وہ حق جو یہ رسول لے کر آئے تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ یا یہ رسول تمہارے رب کے پاس سے تمہارے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ عالم کا رب ہے وہ سب کا رب ہے تو یہ رسول بھی سب کے رسول ہیں۔ چونکہ وہ ہمیشہ تک رب ہے اس لئے اس نے ہمیشہ کے لئے یہ رسول بھیجے کہ نہ آپ کے زمانہ میں کوئی رسول آیا، نہ آپ کے بعد۔۔ لہذا یہ عبارت بہت خوبیوں کی جامع ہے۔

دلیل الٰہی اور نور مبین

﴿یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡھَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا ﴾
(النساء ۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔

نبوت عامہ: حضور ﷺ کی نبوت تمام جہاں کے لئے ہے اور جہاں میں انسان اشرف ہے کہ احکام شرعیہ کا عموماً یہ ہی مکلّف ہے۔اس لئے حضور ﷺ کی تشریف آوری کے موقعہ پر عام انسانوں کو پکارا جاتا ہے۔ یہاں تا قیامت سارے انسان داخل ہیں۔ چونکہ کفار ومشرکین حضور ﷺ کے برہان (دلیل الٰہی) نبی، رسول بن کر تشریف آوری کے منکر تھے اس لئے آیات میلاد کو﴿قَدۡ﴾ یا ﴿لَقَدۡ﴾ کی تاکید کے ساتھ بیان فرمایا۔

حضور ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی اور سکونت مدینہ منورہ میں رہی، مگر تشریف آوری جلوہ گری ہر گھر بلکہ ہر قلب وجگر سمع وبصر میں ہوئی۔ اس لئے یہاں ارشاد ہوا تم سب کے پاس تشریف لائے۔

برہان، دلیل، عقل سے جانی جاتی ہے۔ عقل صرف انسانوں میں ہے۔ جنات یا فرشتوں یا دوسری مخلوق میں نہیں۔ اس لئے خطاب صرف انسانوں سے ہوا اور جہاں حضور ﷺ کی رحمت کا ذکر ہے وہاں عالمین فرمایا گیا﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ نیز چونکہ حضور ﷺ نوع انسان سے ہیں اس لئے یہاں انسانوں ہی کو خطاب ہوا۔ حضور ﷺ کی بعثت مخلوق کی روحانی پرورش اور اعلیٰ ترین تربیت ہے۔ حضور ﷺ ربوبیت الٰہیہ کے مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب ہے اور رب وہ جو اپنی مخلوق کو ہر طرح ظاہر وباطن پرورش فرماتے ہوئے مرتبہ کمال تک پہونچائے۔ اللہ تعالیٰ نے جسمانی پرورش کے لئے سورج کو چمکایا جس سے نظامِ عالم وابستہ ہے، ویسے ہی اس نے روحانی پرورش کے لئے اس شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کو چمکایا جس سے رُوحانی نظام قائم ہے۔

یقیناً رب تعالیٰ کی واضح دلیل آ گئی:

برہان کے لفظی معنیٰ ہے **مایبرھن بہ الشیء** جس سے کوئی چیز مضبوط کی جائے۔ نہایت قوی دلیل کو برہان کہتے ہیں۔ اصطلاح منطق میں یقینی دلیل کو برہان کہتے ہیں کہ اس سے بھی دعویٰ پختہ کیا جاتا ہے۔ یہاں برہان سے مُراد یا تو معجزات ہیں جن سے نبوت مصطفیٰ یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے اور جو قیامت تک باقی رکھے گئے' جیسے قرآن یا حضور ﷺ کے تبرکات' یا برہان سے مُراد خود حضور ﷺ کی ذات کریمہ ہے کہ ان کا وجود باوجود خُدائے قدوس کا برہان ہے اور اسلام کی حقانیت کی دلیل' بلکہ خود آپ کی ذات آپ کی حقانیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ ۔۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو جاننا ہوتو حضور ﷺ کو دیکھ لو۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی رب تعالیٰ کا ایک تحفہ وانعام ہے جو مخلوق کو عطا ہوا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

مفسرین کے اقوال کے مطابق 'برہان' (دلیل) سے مُراد حضور ﷺ ہیں۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا اسم گرامی برہان اس لئے رکھا گیا کیونکہ آپ کا اصل کام حق اور باطل کے درمیان فرق قائم کرنا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ وجود باری تعالیٰ کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جا کر رب تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر شان کلیمی پائی اور پھر دیدار کی آرزو بھی کی جو پوری نہ ہوئی بلکہ تجلی حق کے صفاتی جلوے کو بھی برداشت نہ کر سکے۔

حضور ﷺ کی شانِ اقدس اس سے نرالی اور اعلیٰ ہے اس لئے کہ آپ نے طور پر نہیں بلکہ مقام ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنىٰ﴾ پر جا کر جمال حق کا یوں مشاہدہ کیا کہ رب تعالیٰ نے اپنے ذاتی جلوے بھی اور صفاتی جلوے بھی دکھائے اور اپنی سب سے بڑی برہان بنا کر بھیجا کہ جس نے میری برہان کو دیکھ لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا کیونکہ اس کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔

حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی کامل دلیل اس لئے ہیں کہ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ کا عکس جمیل ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کاملہ ساری کی ساری برہان ہے کیونکہ جتنے انبیاء علیہم السلام آئے وہ معجزات لے کر آئے، مگر حضور ﷺ کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات کی تعداد اعداد وشمار سے باہر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے وہ معجزات دکھائے جن کا دکھانا ناممکن تھا کیونکہ آپ عبدیت کے اس کمال پر فائز ہیں جس کے آگے نہ کوئی نوری جا سکتا اور نہ ہی نوریوں کا سردار۔ یعنی آپ کا وہ سفر معراج کہ آسمانوں کی فضائے بسیط کو چیرتے ہوئے حد مکاں سے گزر کر لامکاں سے بھی آگے گزر کر مقام ﴿اَوْ اَدْنیٰ﴾ پر جا ٹھہرے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا جانا بھی کمال تھا تو آپ کا رات کے تھوڑے سے حصے میں جنت کی سیر کر کے دوزخ کے مشاہدات کرنا اور بہت جلدی واپس آ جانا یہ بھی بہت بڑا اعجاز ہے۔ آپ کی ہر ہر ادا اُمت کے لئے بہت بڑی برہان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ معراج، شق القمر، سورج کا واپس پلٹنا، بارش کا برسنا، تھوڑے پانی کا کثیر ہو جانا، آپ کے ہاتھوں کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا، مردوں کو زندہ کرنا، دُعا سے بیماروں کا شفایاب ہو جانا، صفات ذمیمہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا، دعاؤں کا مستجاب ہونا، کنکریوں کا تسبیح کرنا، بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ کرنا، بھیڑیئے کا گفتگو کرنا، گوہ (ضب۔ گھوڑ پھوڑ) کا ایمان لانا، ہرنی کا گفتگو کرنا، شیر کی فرمانبرداری کرنا، ایک لمحے میں کئی زبانوں کا ماہر بنا دینا۔۔۔ الغرض بے شمار معجزات ہیں جو حضور ﷺ کی نبوت کی بہت بڑی 'برہان' اور فضیلت ہے۔

دو چار معجزے ہوں تو مانے کوئی بشر — پوری حیات سلسلہ معجزات ہے

ہر فضل جو کائنات میں موجود ہے وہ فضیلت والوں نے نبی کریم ﷺ کے فضل سے مستعار لیا ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ اصل کائنات اور برہان الٰہی کے اعزاز یافتہ ٹھہرے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا تمہارے پاس رب کی بہت بڑی دلیل آ گئی۔

جس کو جو بھی کمال ملا وہ حضور ﷺ کی ہی نسبت سے ملا ہے۔ حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل کامل ٹھہرے کہ آپ کے فضل و کمالات ومحامد ومحاسن، اوصاف حمیدہ سارے براہ راست منجانب اللہ تعالیٰ تھے اور یہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے تمام انسانوں کو ملتے ہیں۔ جس کو جو بھی کمال ملا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کے جتنے بھی معجزات ہیں وہ سارے کے سارے حضور ﷺ کے کمالات کا حصہ ہیں۔ تمام آیات معجزات کمالات آپ کے انوار سے حاصل کئے۔

حضور ﷺ فضل و کمال کے آفتاب اور انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں۔ جس طرح تاروں کا نور ذاتی نہیں ہوتا بلکہ ان کی روشنی آفتاب سے مستنیر ہوتی ہے ایسے ہی انبیاء کرام، حضور ﷺ کی بعثت سے قبل اپنے انوار وتجلیات سے دنیا کو روشن کر رہے تھے تو وہ حضور ﷺ ہی کے نور سے مستفیض ہو رہے تھے۔ تو یوں حضور ﷺ کی ذات، اس کی صفات کی دلیل کامل ٹھہرے اور وجود باری تعالیٰ کی دلیل علیا بنے۔

حضور ﷺ رب تعالیٰ کی دلیل ہیں۔ توحید دعویٰ ہے حضور ﷺ اس کی دلیل۔ مدعی اپنی دلیل کو ہر طرح مضبوط کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر طرح قوت بخشی۔ دلیل کی تائید سے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ دلیل پر اعتراض دعوے پر چوٹ ہے۔ یونہی حضور ﷺ کی تائید توحید کی تائید ہے۔ حضور ﷺ پر اعتراض توحید پر اعتراض۔ مقدمہ میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا زور دلیل اور گواہ پر ہوتا ہے۔ مدعی قوت دیتا ہے مدعا علیہ دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضور ﷺ کی ذات جامع کمالات حسنات ومجموعہ خصائل ہے:

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بنائے گئے تو حضور ﷺ حبیب اللہ بنائے گئے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے وہ آگ بجھ گئی تو حضور ﷺ کے آنے سے آتش کدہ ایران جو ہزاروں سال سے بھڑک رہا تھا بجھ گیا۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلہاڑے سے بُت خانہ کے بُت پاش کئے تو حضور ﷺ کا کمال یہ کہ کعبۃ اللہ میں نصب ۳۶۰ بُت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور بُت منہ کے بل گر گئے ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کی نہر جاری کر دی جو کہ ناممکن تھی‘ جب کہ پتھر سے پانی کا نکلنا ممکن تھا۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا‘ جب کہ ادھر غلامان مصطفیٰ جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی ہی سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک دن میں سارا پانی پی جاتی تھی تو حضور ﷺ کی ناقہ‘ حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور کئی بار اونٹ آپ کے پاس آ کر اپنے مالک کی شکایت کرتے ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر حضور ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے کلمہ پڑھ کے آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پرندے مسخر تھے تو اِدھر غلام مصطفیٰ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے ہیں **یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول الله** اے شیر (خبردار) میں غلام رسول ہوں ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین پر بادشاہت عطا کی گئی تو حضور ﷺ کو زمین کے سرخ وسفید پر حکومت اور خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس جن اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے‘ مگر حضور ﷺ کے پاس آنے والے جن بھی آپ کی عظمت کو جُھک کر سلام کرتے ۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں مسخر کی گئیں اور صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کا سفر طے کرتے‘ مگر حضور ﷺ ایک رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے لے کر لامکان کی سیر کر کے آ گئے ۔

تمہارے رب کی دلیل آئی ہے جس سے رب تعالیٰ کی ذات وصفات کا پتہ لگے۔ دلیل چونکہ رب تعالیٰ کی قائم فرمودہ ہے لہذا اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ جیسے سورج رب تعالیٰ کا نور ہے اسے کوئی بُجھا نہیں سکتا۔ یا تمہارے رب کی طرف سے دلیل آئی جس سے چیزوں کا حلال وحرام ہونا' اچھا بُرا ہونا' انسانوں کا کافر ومومن ہونا' جنتی ودوزخی ہونا معلوم ہوا۔ چنانچہ بکری کی حِلّت اور کُتّے گدھے کی حرمت زکوٰۃ کا اچھا ہونا' سود کا حرام ہونا بُرا ہونا' کفار سے جنگ کا عبادت ہونا' مسلمان سے لڑائی حرام ہونا' حضرت صدیق اکبر کا جنتی ہونا' ابوجہل کا دوزخی ہونا' طلوع وغروب کے وقت نماز کا درست نہ ہونا۔۔۔غرض کہ تمام ایمانیات کی دلیل حضور ﷺ ہیں۔ عقل کو ان میں دخل نہیں۔ بہرحال حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کی بھی دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ دلیل بھی۔

عقل دلیل چاہتی ہے۔ سارا عالم رب تعالیٰ کی دلیل ہے' مگر یہ دلیل کمزور اور ناقص ہے کہ اس عالم کو دیکھ کر بعض عاقل مشرک ہوگئے' بعض عاقل دہریئے بن گئے۔ امام رازی کے چارسو دلائل شیطان نے توڑ دیئے' اسی لئے مخلوق کو ایسی برہان کی ضرورت تھی جس سے عقل بہک نہ سکے اور اسے کوئی عاقل توڑ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرماتے ہوئے اپنی برہان دُنیا میں بھیجی۔ اس برہانِ الٰہی کا نام ہے ﴿**محمد رسول الله**﴾۔ جس کسی نے حضور ﷺ کی معرفت رب تعالیٰ کو مانا وہ نہ مشرک ہوا نہ دہریہ۔۔ اس لئے ارشاد ہوا' اے تمام جہاں کے اولین وآخرین انسانو' تم سب کے پاس یعنی تمہارے دلوں میں' سینوں میں' جانوں میں' ایمانوں میں وہ تشریف لائے جو سراپا قوی دلیل ہیں۔ جن سے ہر دعویٰ ایمانی وروحانی ثابت کیا جاتا ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے اسکا انعام بن کر تشریف لائے۔

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس آیت کریمہ کی عالمانہ وعارفانہ تفسیر فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں برہان یعنی دلیل سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے۔ **لااله الا الله** دعویٰ ہے **محمد رسول الله** دلیل ہے۔

دعوے کوسمجھانے کے لئے دلیل کوسمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ دعوے کو اگر نہیں ماننا چاہا تو دلیل کا انکار کیا جاتا ہے۔ دلیل میں نقص نکالتے ہیں کہ یہ کیسی دلیل دی ہے یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے اس میں یہ کمی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دعوے سے کوئی نہیں الجھا کرتا، الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں۔ لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں **لاالـه الا الـلـه** سے کوئی کلمہ گو ٹکراتا ہوا نظر نہیں آتا ہے بلکہ جو ٹکرا رہا ہے وہ **مـحمد رسول الله** سے ٹکرا رہا ہے۔ جو الجھ رہا ہے **محمد رسول الله** سے الجھ رہا ہے۔ اگر دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا۔ شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جب تک دعویٰ اس کے کان تک تھا اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ **لاالـه الا الـله** کا منکر شیطان کبھی نہیں تھا۔ **لااله الا الله** کا منکر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے شامل کیا جاتا۔**لااله الا الله** کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اُس تک پہونچ سکتیں۔ **لااله الا الله** کا منکر وہ کبھی نہ تھا۔ جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ **لاالـــه الا الـلـــه** کو دلیل **مــحـمـد رسـول الـلـه** کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں، وہ انکار کر گیا۔ ظاہر ہو گیا کہ **مـحـمـد رسول الـله** دلیل اور **لاالــه الا الـله** دعویٰ ہے۔ لہٰذا جو دلیل کا منکر ہوا وہ دعوے کا منکر سمجھا گیا۔ قرآن نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ دلیل کو پہلے منوایا ہے ﴿اِنْ كُـنْتُـمْ تُـحِبُّـوْنَ الـلّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا اِدّعار کھتے ہو، میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو، محبت ہو خُدا سے، پیروی ہو مصطفےٰ کی۔ امتحان ایسا ہی لیا جاتا ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خُدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے۔ مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی محمد رسول اللہ کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی، ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہلبیت کو چاہے اور رسولِ خُدا کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔ یہ ناممکن ہے کہ حضرت غوث جیلانی، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت داتا گنج، حضرت شاہ نقشبند، حضرت مخدوم اشرف سمنانی، اور

بزرگانِ دین کو ماننے والا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کو نہ مانے۔

ظاہر ہوگیا کہ دعوے کو نہ ماننے والا اس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے ﴿**بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ**﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ اب اس دلیل کو توڑنے کے لئے یا تو رب تعالیٰ کے برابر علم لے آؤ یا رب تعالیٰ سے بڑھ کر علم لے آؤ، اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس دلیل کے اندر عیب و نقص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے کہ یہ رب تعالیٰ کی دلیل ہے۔ بتاؤ اگر قادرِ مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا۔ جسے خُدا سنوارے اُسے کون بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿**بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ**﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ تم بگاڑنے کی کوشش کروگے لیکن نہیں بگاڑ سکوگے۔ تمہارا مقدر تو بگڑ سکتا ہے مگر یہ دلیل نہیں بگڑ سکتی۔۔۔ تو **لاالٰہ الا اللہ** اسلام کا دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** اس کی دلیل ہے۔ اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔

لاالٰہ الا الله محمد رسول الله نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ہم بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنے والا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ لفظ 'ہیں' یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں۔ یہ تو کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ مُردوں والا کلمہ پڑھے۔ یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔ **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔۔۔۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور نفاق کیا ہوگا کہ کہتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانتے ہیں محمد اللہ کے رسول تھے۔ ارے کم سے کم زبان کو دل کے مطابق تو کرلو۔

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول الله کو کلمہ توحید کہتے ہیں حالانکہ اس کلمہ طیبہ میں توحید اور رسالت کا سبق ہے۔ **لاالٰہ الا اللہ** کا مطلب ہے' نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الوہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہوگیا کہ میرا خُدا وہ ہے جو اپنی الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمہ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید

ورسالت کیوں نہیں رکھا؟ **لااله الا الله** میں بھی توحید ہے اور **محمد رسول الله** میں بھی توحید ہے۔ **لااله الا الله** نے ہمیں یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی الہیت اور الوہیت میں لاشریک ہے اور **محمد رسول الله** نے سمجھایا کہ حضور ﷺ اپنے کمالات رسالت ونبوت میں وحدہ لاشریک ہے۔تو وہاں توحید الٰہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ معلوم ہوا کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کوشریک کرے وہ بھی مشرک، اور جو رسول کی ذات وصفات میں کسی غیر رسول کوشریک کرے وہ بھی مشرک۔

لااله الا الله دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا الله** کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کوسمجھایا اوراپنے کومنوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مثالی زندگی گزاری اوراس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو۔ سب نے کہا، صادق وامین۔ سچے دیانتدار.........الغرض بہت تعریف کردی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہوتو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمھیں تباہ کردینا چاہتا ہے۔میرے کہنے سے مانو گے۔ سب نے کہا کہ آپ کبھی جُھوٹ نہیں بولے، آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو، تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خُدا کو مان لو۔ **قولوا لااله الا الله تفلحوا**... **لااله الا الله** کہو، فلاح پا جاؤ گے۔حضور ﷺ نے **لااله الا الله** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کوسمجھایا اورمنوایا۔ اس لئے کہ **لااله الا الله** دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا الله** ہدایت ہے **محمد رسول الله** ہادی ہیں۔ **لااله الا الله** ذکر ہے **محمد رسول الله** ذاکر ہیں۔ **لااله الا الله** ارشاد ہے **محمد رسول الله** مُرشِد ہیں۔ **لااله الا الله** کلام ہے **محمد رسول الله** متکلم ہیں۔۔۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔

لااله الا الله یہ رسول کا ذکر ہے اور **محمد رسول الله** یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

لاالـه الا الـله یہ رسول کا کلام ہے اور **محـمـد رسول الله** یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن نے بھی کہا ہے: اے محبوب ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ**﴾ اے محبوب تم کہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، تم کہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، تم کہو کہ نہ وہ کسی کی اولاد، نہ اُس کی کوئی اولاد ہے وہ ﴿ **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ** ﴾ ہے۔ تم کہو، یعنی یہ تمہاری بات بنے۔ مرضی الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام تو ہمارا ہو اور زبان تمہاری:

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی اتنی ہے گفتگو ترے اللہ کو پسند!

ہماری صفات تو تم دُنیا کو بتاؤ۔ اور فرمادو ﴿**اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ**﴾ اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں ﴿**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ**﴾ **لااله الا الله** تم کہو **محمد رسول الله** میں کہوں۔ جو **لااله الا الله** کہے گا وہ سُنت مصطفےٰ ادا کرے گا اور جو **محـمـد رسول الله** کہے گا وہ سُنتِ کبریا ادا کرے گا۔ جب تک سنت مصطفےٰ نہ پاؤ گے تمھیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے، ہرگز عارف یا موحد نہیں۔ جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامن پاک سے لپٹ کر نہ مانے۔ رسالت کی دستگیری کے بغیر صحیح توحید حاصل نہیں ہوتی۔

جب تک انسان دلیل کو نہیں سمجھتا، دعوے پر ایمان نہیں لاتا۔ جب جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا تب معجزہ نے جادو کو شکست دی تھی اور اس کے بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لا رہے ہیں ﴿**اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ**﴾ ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ و کمال دیکھا اور ایمان لا رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ۔۔۔ معلوم ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ۔ جو دلیل کو مانتا ہے اس کو دعوے کو ماننا پڑے گا۔ اور جب تک تم دلیل سے دور رہو گے دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دلیل کو سمجھ لیا تو دعوے کو ماننا پڑ گیا۔ غزوہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے صفوان ابن امیہ اور

عمیرابن وہب یہ دونوں حطیم کعبہ کے پاس بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ اُن دونوں کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب جنگ بدر کے قیدیوں میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل وعیال والا نہ ہوتا اگر میرے اوپر بارِ قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان ابن امیہ نے کہا کہ ہم تمھارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر اس راز کو کسی تیسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ منصوبے کے تحت عمیر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار رسالت ﷺ نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ تو کہا کہ اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اور صفوان ابن امیہ میں یہ بات نہیں ہوئی؟ مکے کے اندر، کعبے کے قریب، حطیم کے پاس؟ کیا اس نے تمھارے بچوں کی کفالت نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں لیا؟ سُنو عمیر۔ تمہارے اور میرے مابین خُدا کا ارادہ حائل ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اتنا سُننا تھا کہ عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہو گیا۔ ایک تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں، مدینے والے نے کیسے جان لیا۔ بات تو ہوئی تھی دو میں، تیسرے نے کیسے جان لیا۔ فوراً پڑھا ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له، واشهد ان محمدا عبده، ورسوله**﴾ کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر کو جو ایمان کی دولت ملی، اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاؤ؟ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتا دی۔ ان کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہو گئی۔ رسول کے علم غیب کو جب انھوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے پر مجبور ہو گئے۔ زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔ کبھی رسول کے علم غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو دیکھو جب تک عمیر، رسول سے دور تھے ایمان نہ لا سکے۔ **لااله الا الله** کو مان نہیں سکے اور جب قریب ہو گئے تو مان لیا۔ ظاہر ہو گیا **لااله الا الله** دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے، دعوے کو نہیں مان سکتے۔

دلیل کی کیفیت:

دلیل کا کام اطمینان دینا ہے اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا' بے قراری دینا ۔۔۔ ہم نے ایک دعویٰ کیا' آپ پریشان ہوگئے۔ یہ کیسے؟ ہم نے دلیل دے دیا۔ آپ دلیل سے مطمئن ہوئے اور معاملہ سمجھ گئے۔ دعوے نے مضطرب بنا دیا' دلیل نے سکون دیا۔

حدیث میں ہے کہ جب عرش پر **لاالــه الا الــلــه** لکھا گیا تو ہیبت جلال الٰہی سے عرش کانپنے لگا اور جب **محمد رسول الله** لکھ دیا گیا تو اس کو سکون ہوگیا۔دعوے کا کام مضطرب کر دینا' دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو۔ دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

انسان کے ساتھ نزع کی کیفیت بہت سخت مرحلہ ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ بس ایسا محسوس کرو کہ ببول کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو تو ریشے ریشے کی حالت خراب نظر آتی ہے عجیب وغریب کیفیت ہوگی۔ایسا محسوس ہوگا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو۔ میرے رسول نے کیا کہا؟ مومن کی روح ایسا نکلے گی جیسے پُھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی۔ دلیل نے سکون دے دیا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بزرگ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو پوچھ لیا' حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں مگر آپ کہتے ہیں کہ روح ایسا نکلے گی جیسے پُھول سے خوشبو نکل جائے۔ سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آ سکا۔ سرکار رسالت ﷺ نے فرمایا سورہ یوسف میں غور کرو۔ جب انھوں نے سورہ یوسف دیکھا تو یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمال یوسفیؑ مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے ہوش وحواس ان کے جمال یوسفی میں گم ہوگئے۔ اور انھوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس بھی نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس جمال یوسفی میں گم ہوگئے تھے ۔۔ درد

ہوا لیکن محسوس نہ ہوا۔۔تکلیف ہوئی' احساس نہ ہوا۔۔۔ سارے احساس ادھر متوجہ ہو گئے۔ رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمال مصطفےٰ نگاہوں کے سامنے ہوگا سارے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے روح نکل جائے گی پتہ نہ چلے گا۔ درد ہوگا محسوس نہ ہوگا۔ تکلیف ہوگی' احساس نہ ہوگا۔۔۔ **لاالہ الا اللہ** نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا جمال مصطفےٰ نے سکون دے دیا۔ دلیل کا کام ہی سکون دینا ہے۔ جہاں دعوے کا جلال و ہیبت ہو' وہاں دلیل جمال و رحمت ہو۔ مگر ایک بات خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آ سکتے ہیں انھیں کے سامنے آئیں گے ۔۔۔اور جو کہتے ہیں کہ نہیں آ سکتے' معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انھیں کے لئے مقدر ہو چکی ہیں۔ دوسری منزل قبر کی ہے وہاں بھی جہاں دعویٰ ہے وہیں دلیل ہے۔

حشر کا منظر:

قیامت کے دن رسول کبھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پُل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں۔ بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ اے ملائکہ دیکھو' میرا کوئی امتی اگر جہنم میں جائے اس کو نکالنے کا بندوبست کرو۔ میزان کی بھی خبر رکھو۔ پل صراط کو دیکھو' مگر ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرنا ہے۔ انھیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے انھیں پل صراط پر بھی رہنا ہے انھیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے۔ صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرمارہے ہیں۔ اس لئے کہ جب میری اُمت کے گناہ گار جہنم کی طرف لائے جائیں گے اس وقت اُن کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے تو انھیں سکون ہو جائے گا۔ میرا نکالنے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے **لاالــہ الا اللــہ** نے بے قرار کیا تو **مـحـمد رسول اللہ** نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھری کو لے کر لرزتے ہوئے قدم' دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان

کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی؟۔ کتنا اضطراب ہوگا؟ مگر وہاں تم رسول کو دیکھ لو گے تو تمھیں اطمینان ہو جائے گا کہ رحمۃ للعالمین تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پُل صراط سے گزر رہے ہوں گے اس وقت تمھارے قدم، تمھاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم رسول کو دیکھ لو گے تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب میری لغزش یا مجھے گرا نہیں سکتی، میرا بازو تھامنے والا پہلے ہی سے موجود ہے۔۔۔ جہاں جہاں دعوے کا جلال ہے وہاں وہاں دلیل کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے۔ **لااله الا الله** دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** دلیل ہے (خطبات برطانیہ)

معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرات انبیائے کرام کے معجزات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی دلیل ہیں جن سے رب تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا برہان ہیں کہ تمام دینی و ایمانی معمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حل ہوتے ہیں۔ تمام دعوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتے ہیں، کیوں نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معجزہ ہیں۔

خُدا نے دیئے معجزے ہر نبی کو، ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا
ہزاروں گل کھلے تھے چمن میں، بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

گذشتہ انبیاء کرام میں کسی کے ہاتھ معجزہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء، کسی کی آواز معجزہ جیسے داؤد علیہ السلام، کسی کا چہرہ اور حسن معجزہ جیسے یوسف علیہ السلام، کسی کی سانس معجزہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔۔۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو معجزہ، ہر حال ہر وصف معجزہ ہی نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس معجزہ : علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے گھر کو اپنے نورانی چہرہ اقدس سے روشن کر دیتے تھے (المسرات)

وہ نور مجسم صل علی جس سمت گزرتے جاتے تھے
تاریکیاں مٹتی جاتی تھیں انوار بکھرتے جاتے تھے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اندھیری راتوں میں حضور پرنور ﷺ کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔ (خصائص الکبریٰ، نسیم الریاض)

وہ کمال حُسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں   یہی پُھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا   نجم وطہ کے جھرمٹ میں چہرا رہا
حُسن جس کا ہر اک 'چھب' میں گہرا رہا   جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جمال محمدی ﷺ کا ایک پَرتو عالم پر چمکا اور اسی سے ایک حصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا اور باقی سارے جہان میں تقسیم ہوا۔ شمس وقمر، زہرہ ومشتری میں وہی نور درخشاں ہے۔ زمین وآسمان، عرش وکرسی میں وہی نور تاباں ہے۔ عرش پر اسی کی چمک ہے۔ فرش پر اسی کی جھلک ہے۔ جنت میں اسی کی مہک ہے۔ ہر حسن میں اسی کا نمک ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حسن مصطفیٰ پہ اللہ تعالیٰ نے حجابات گرا رکھے ہیں اگر اٹھ جائیں تو سارا عالم مدہوش ہو جائے (الدر الثمین)

بخاری کتاب الجہاد میں ہے کہ جنت کی حور اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین وآسمان کے درمیان فضا نور سے جگمگا اٹھے۔ حور کے اس حُسن کو ماننے والے کاش حضور ﷺ کے حُسن کو بھی مان لیں ۔۔۔ قادر مطلق نے اپنے محبوب علیہ السلام کے چہرہ انور پر ستر ہزار پردے ہیبت وجلال اور رحمت وجمال کے ڈال رکھے ہیں۔ چشم عالم نظارہ جمال مصطفویہ سے دور ومجبور ہے اور عقول بشریہ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کا عالم یہ ہے کہ مصر کی عورتیں حُسن یوسفی میں ایسے محو ہوئیں کہ شعور کُھو بیٹھیں اور عالم بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر وہ میرے محبوب کے جمال حقیقی کو دیکھتی تو اپنے دل کاٹ لیتی تھیں۔ جمال محمدی ﷺ کا دلکش منظر تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے والہانہ انداز میں بیان فرماتے ہیں:

وہ حُسن یوسفی تھا جہاں عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں، انھوں نے کاٹی نہیں تھیں کٹ گئیں، ہوش وحواس میں نہیں، بے حواسی میں۔ مَردوں کی بات نہیں، عورتوں کی بات ہے۔ غور کیجئے وہاں معاملہ عورتوں کا ہے مردوں کا نہیں۔ وہاں معاملہ بے حواسی، بے خودی کا ہے۔ حواس وہوش کا نہیں، وہاں کٹنے کا ہے، کاٹنے کا نہیں ہے۔ مگر اے رسول آپ کا یہ جمال ہے کہ یہاں مردان عرب گردنیں کٹا رہے ہیں۔ یہاں عورتوں کا معاملہ نہیں، مردوں کا ہے۔ یہاں بے حواسی کا معاملہ نہیں، ہوش وحواس کا ہے۔ یہاں کٹنے کا معاملہ نہیں، کٹانے کا ہے۔

حُسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

حضور ﷺ ایسے حسین ہیں کہ انسان، جانور، لکڑیاں، پتھر، کنکر، فرشتے، حور وغلمان...... سب آپ کے عاشق ہیں۔ کنکر پتھروں نے حضور کا کلمہ پڑھا۔ لکڑیاں فراق میں روئیں۔ اونٹوں نے اپنے گلے ذبح کے لئے حضور کے سامنے پیش کئے جیسا کہ حج الوداع کے موقع پر ہوا۔

صحابہ کرام نے حضور ﷺ ہی کے عشق میں اپنا مال واسباب، اولاد بلکہ سب کچھ قربان کیا۔ سارے حسینوں کو ہزاروں انسانوں نے دیکھا مگر عاشق چند ہی ہوئے۔ حسن یوسف کو سب نے دیکھا مگر عاشق ایک زلیخا۔ شیریں و لیلےٰ کو دنیا بھر نے دیکھا۔ چاہنے والے صرف مجنون وفرہاد۔ مگر محبوبیت مصطفوی کا یہ عالم ہے کہ آج اس جمال کو دیکھنے والا کوئی نہیں مگر عاشق جانباز کروڑوں ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ آج حسن یوسفی کا عاشق کوئی نہیں مگر حضور ﷺ ایسے حسین محبوب ہیں کہ پَردہ فرمائے چودہ سو سال ہوگئے مگر آپ کی محبوبیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔

اُن کے رُخ سے پَردہ اُٹھ جائے تو پھر معلوم ہو

کس میں کتنی بے خودی ہے کس میں کتنا ہوش ہے

حضور ﷺ کا بال معجزہ:

حضور ﷺ کے موئے مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں

رہا تو انہیں ہر جہاد میں فتح نصیب ہوئی۔ شاہ ہرقل کی ٹوپی میں پہنچا تو اُسے دردِسر سے شفا نصیب ہوئی۔ بیماروں نے موئے مبارک شریف دھو کر پیا تو ہر قسم کے مرض سے شفا ملی۔ حضرات صحابہ کرام موئے مبارک اپنے کفن میں لے گئے تا کہ قبر کی مشکلات حل ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر موئے مبارک پہنچا تو تمام رات انہوں نے فرشتوں کی تسبیح وتہلیل سُنی ۔۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دیکر میری آنکھوں اور لبوں پر حضور نبی کریم ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک رکھے جائیں تا کہ حساب قبر سے آسانی ہو۔ (مواہب لدنیہ' مدارج النبوت)

چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو سوکھے دہانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
سایہ فگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں

حضور ﷺ کی آنکھ معجزہ:

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا

حضور ﷺ کی آنکھ شریف بھی معجزہ ہے کہ وہ نماز وغیرہ میں آگے پیچھے دیکھتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

خشوع ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ مگر نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے قربان کہ مصلی کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع' رکوع' سجود اور ضمائر قلوب و کیفیات' نفسانیہ حضور ﷺ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے' جیسا کہ دن کی روشنی میں (خصائص الکبریٰ)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں پڑھا ہے

اور سب میں یہی مضمون پایا ہے کہ حضور ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں اور رائے میں سب سے افضل تھے اور ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں دیکھ لیا تھا) اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظّمہ سے دیکھ لیا تھا جبکہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی، اسوقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپکو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے (شواہدالنبوۃ)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر　　بس قسم کھائے امی! تری دانائی کی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے (نسائی)

عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں، دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اسکی روح قبض کرتے ہیں۔۔۔ منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔۔۔ میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں۔ مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔۔۔ مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہوں، مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔

دل فرش پر ہے تیری نظر، سر عرش پر ہے تیری گزر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں، وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کریگا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں۔ میں اس کا جلیس ہوں' تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انـا جـلیـس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو' چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو' نہ کرو۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں پس میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے' سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ **ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کاین فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه۔** (زرقانی' مواہب)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ **ان مـوعدکم الـحوض وانی لانظر الیه وانا فی مقامی هذا۔** (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **قـال رسـول الـلـه** ﷺ **رایت جعفر یطیر فـی الـجنة مع الملٰئِکةِ** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جعفر کو میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتا پھر رہا ہے۔ (ترمذی) اسی لئے آپ جعفر طیار مشہور ہو گئے۔

وادی نجد ۔۔۔ نگاہ نبوت میں :

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی جارہی ہے **الـلهم بارك لنا فی شامنا** اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے۔ **اللهم بارك لنا فی یمننا**

اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا' **وفی نجدنا** ' یارسول اللہ ﷺ دُعا فرمائیں کہ ہمارے نجد میں برکت دے۔ پھر حضور ﷺ نے وہ ہی دُعا فرمائی۔ شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ اُنھوں نے پھر توجہ دلائی کہ **وفی نجدنا** حضور یہ بھی دُعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو۔ غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دُعا نہ فرمائی' بلکہ آخر میں فرمایا **هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطٰن** -- میں اس ازلی محروم خطّہ کو دُعا کس طرح فرماؤں۔ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا (مشکوٰۃ' بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہِ پاک میں دجّال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس سے اس طرح خبر دے دی۔ اس فرمان عالی کے مطابق بارھویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لئے اُس نے اہل حرمین ودیگر مسلمانوں پر ظلم کئے' قتل وقتال کیا' اُن کے قتل کو باعث ثواب سمجھا' سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ نجدیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔۔۔

حضور ﷺ کی مبارک آنکھ نے تا قیامت تمام واقعات دیکھے' اسی آنکھ نے نماز کسوف میں جنت کو ملاحظہ فرمالیا۔ رب تعالیٰ کو دیکھا ﴿**مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی**﴾ ۔ مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک ودیدار سے محروم ومجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُر انوار سے عاجز ولاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو

جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خُدا ہی چھُپا تم پہ کروروں درود

حضور ﷺ کی ناک معجزہ:

جس نے مدینہ منورہ سے حضرت اویس قرنی کے ایمان کی خوشبو یمن سے پالی۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یمن سے بوئے محبت پاتا ہوں (روح البیان)

رہتے تھے قرن میں آنکھیں تھی مدینے میں ایک ایسا بھی عاشق تھا انجان محمد کا (ﷺ)

نسیم الریاض شرح شفا شریف قاضی عیاض میں ہے **الانبیاء علیهم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر والوطنهم وقواهم الروحانية ملكية لذا نرىٰ مشارق الارض ومغاربها وتسمع ميط السماء وتشم رائحة الجبرئيل اذا اراد النزول عليهم** یعنی انبیاء کرام اپنے ظاہری اجسام کے لحاظ سے آدمیوں کے ساتھ نظر آرہے ہیں مگر ان کا باطن اور ان کی روحانی قوتیں مَلکی ہیں۔ ملکُوتی شان رکھتی ہیں۔ اسی لئے یہ زمین کے مغربوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور زمین کی مشرقوں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ شمال، جنوب، مشرق، مغرب کوئی بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہی قوت مَلکیہ ہے جس کی وجہ سے یہ آسمان کی چرچراہٹ کی آواز کو سُنتے ہیں۔ یہی قوت مَلکیہ ہے جس کی وجہ سے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرہ سے نازل ہونے کے لئے اِرادہ کرتے ہیں تو یہ سونگھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں۔

بہرحال حضرت جبرئیل علیہ السلام جب سدرہ سے انبیاء پر نزول کا ارادہ فرماتے ہیں تو یہ سُونگھ لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں۔ سدرہ کتنے اُوپر ہے؟ یہاں سے پہلے آسمان کا جو راستہ ہے وہ پانچ سو برس کا راستہ ہے اور آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو برس کے راستہ کی ہے۔ اور اب معلوم نہیں کہ پانچ سو برس کا راستہ کس سواری کا ہے۔اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی، بہرحال پانچ سو برس کا راستہ ہے تو گویا ایک ہزار برس کا راستہ یہ آسمان

اور ایک ہزار برس کا راستہ دوسرا آسمان' تو سات آسمان تک سات ہزار برس کا راستہ اور اس کے اُوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں سے ابھی ارادہ کیا' چلے نہیں بلکہ صرف ارادہ کیا' اور یہاں پتہ چل گیا۔ جب وہ ارادہ کو سمجھ لیتے ہیں تو اگر ہم یاد کریں تو اُسے کیسے نہ سُنیں گے۔

حضور ﷺ کی زبان معجزہ:

جس کی ہر بات وحی خُدا۔۔۔ اس زبان سے جو نکلے وہ ہی ہو جائے۔ گویا زبان کُن کی کنجی ہے۔ جس زبان کا ہر حرف شریعت کا قانون ہے۔ زبان مبارک وہ جس کے لئے فرمایا ﴿**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحیٰ**﴾

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اُن کے منہ سے جو بات نکلی ہو کر رہی — اشارہ میں سب کی نجات ہو کر رہی

جو جس کو فرما دیا وہ ہی ہو گیا۔ جس کو عزت کا کلمہ کہہ دیا قیامت تک عزیز رہا اور جس کو ذلیل کر کے نکال دیا ہر جگہ ذلیل رہا۔ ابوجہل اور ابولہب کے اصلی نام گم ہو کر رہ گئے۔

قسم خدا کی نہ وہ اُٹھ سکا قیامت تک!

کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا!

حضور ﷺ کے لب مُبارک و دندان مُبارک معجزہ:

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزالت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ خندہ فرماتے (تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں) جن سے دیواریں روشن ہو جاتیں (ترمذی' خصائص الکبریٰ)

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کلام فرماتے تو آپ کے داندان مبارک کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا (انوار محمدیہ)

حضور ﷺ کا تبسم فرمانا معجزہ:

جن کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سوئی گر گئی۔ بڑی تلاش کے باوجود سوئی نہ ملی' اتنے میں حضور ﷺ کمرہ میں تشریف لائے تو ان کے چہرہ مبارک کے نور کی شعاعوں سے سوئی مل گئی (خصائص الکبریٰ' جواہرالبحار)

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے   شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب رات کو مسکراتے تو گھر روشن اور منور ہو جاتا (جواہرالبحار)

حضور ﷺ کا لعاب دہن معجزہ: یہ لعاب دہن جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت کے موقعہ پر ہانڈی اور آٹے میں پڑ گیا تو اس میں ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سالن و روٹی سینکڑوں مہمانوں نے کھائی۔ سب سیر ہوئے مگر وہ ویسے ہی باقی رہا۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے پانی کے چشمے جاری ہوئے مگر حضور ﷺ کے لعاب دہن سے ہانڈی کی بوٹیوں' شوربے کے چشمے جاری ہوئے۔ شوربے میں پانی' نمک' مرچ' گھی' مصالحہ سب کچھ ہی ہوتا ہے۔ سب کے چشمے جاری ہوگئے۔ یہ ہی لعاب دہن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا تو دُکھتی آنکھ کو شفا ہوگئی۔ یہ ہی لعاب دہن جب حضرت عبداللہ ابن عتیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی ٹوٹی ہڈی کو لگا تو ہڈی جوڑ دی۔ یہی لعاب معوذ ابن عفرا رضی اللہ عنہ کے کندھے کے کٹے ہوئے ہاتھ کو لگا تو اسے جوڑ دیا۔ یہ ہی لعاب جب غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کے انگوٹھے کو لگا تو سانپ کا زہر ختم فرما دیا۔ یہ ہی لعاب کھاری کنوئیں میں پڑا تو اسے میٹھا کر دیا۔ یہ یہی لعاب خشک کنویں میں پڑا تو اس میں پانی ہی پانی ہوگیا۔ ہمارے تھوک سے بیماری پھیلتی ہے لیکن حضور ﷺ کے لعاب دہن سے شفا ہوتی ہے۔ پھر ان کی ہمسری کا دعویٰ کیا حقیقت رکھتا ہے۔

حضور ﷺ کا ہاتھ معجزہ:

جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں   ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا   موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ کے بدن مبارک سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں بھی پاتا کہ میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا (زرقانی علی المواہب)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسارے پر اپنے ہاتھ مبارک پھیرنے لگے۔ میرے رخسار پر بھی آپ نے ہاتھ پھیرا، تو میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔ (انوار محمدیہ)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فخر عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض** (مسلم، بخاری) بے شک مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **لقد اوتی خزائن الارض ومفاتیح البلاد** (نشر الطیب) آپ کو تمام خزائن روئے زمین اور تمام شہروں کی کنجیاں عطا کی گئی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا-

اوتیت مفاتیح کل شیء (طبرانی، خصائص الکبریٰ)

مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

کنجیاں تمہیں دیں اپنے خزانوں کی خُدا نے ۔۔۔ محبوب کیا، مالک ومختار بنایا
کف دست رحمت میں ہے سارا جہاں ۔۔۔ زمیں آپ کی، آسماں آپ کا ہے
خالق کُل نے آپ کو مالک کُل بنادیا ۔۔۔ دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں
میں تو مالک ہی کہوں، ہو مالک کے حبیب ۔۔۔ یعنی محبوب ومُحب میں نہیں میرا تیرا

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی دعا قبول فرما کر ان کو روئے زمین کی بادشاہت عطا فرمائی اور وہ صرف دنیا کے حکمران ہوئے، مگر سید المرسلین ﷺ کی یہ خصوصیت کہ آپ کو

دنیا وآخرت کی حکومت وسلطنت عطا فرمائی گئی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام صرف فرش کے حاکم اور حضور فخر کونین ﷺ فرش وعرش دونوں کے بفضلہٖ تعالیٰ حاکم ہیں

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری　　فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

حضور ﷺ کے ہاتھ نے بدر کے دن مٹھی بھر کنکر کفار پر پھینک دیئے تو سب کی آنکھوں میں کنکر پہنچ گئے۔ رب تعالیٰ نے اس ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا کہ ﴿**یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ**﴾ اسی ہاتھ میں کنکروں نے کلمہ پڑھا۔اسی ہاتھ میں کھانے کے لقموں نے تسبیح پڑھی۔ رب کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی رمی (پھینکنے) کو اسی مقدس قرآن میں اپنی رمی فرمایا ہے ﴿**وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی**﴾ (الانفال ۱۲/۸) اور (اے محبوب) وہ خاک جوتم نے پھینکی' تم نے نہ پھینکی تھی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام نے بیعتِ رضوان فرمائی تو اللہ رب العزت نے اسے بعینہ اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔ اور بیعت کے بعد نقضِ عہد کرنے والوں کو وعیدِ شدید سنائی اور بیعت پر عمل کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی بشارت سے نوازا۔ ﴿**اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْهُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ط**﴾ (الفتح/۱۰) وہ جوتمھاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا' اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُسے بڑا ثواب دے گا۔

حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حدیبیہ میں اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے تو بالواسطہ دستِ عثمان یداللہ ہوا۔ اسی لئے وہ جامع قرآن ہوئے' **کلام اللہ** کو **یداللہ** نے جمع کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک دعوت کے موقعہ پر دسترخوان سے حضور ﷺ نے ہاتھ پونچھ لئے تو وہ کپڑے کا دسترخوان پھٹے پھٹ گیا مگر کبھی آگ میں نہ جلا۔ جب میلا ہو جاتا تو اسے جلتے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ صاف ہو جاتا تھا مگر جلتا نہ تھا۔

یہاں تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا ایک عارفانہ نکتہ بھی ملاحظہ فرمائیں "سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بابرکت شخصیت نارِ نمرود میں گئی تھی۔ آتش کدہ، گل کدہ ہوگیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ پھونچے آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ خیال رہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات وہاں گئی تھی مگر یاد کرو رسول کے ہاتھ سے لگے ہوئے اُس رُومال کو جو صحابیِ رسول کے پاس محفوظ ہے۔ وہ رُومال جب اس میں گندگی آجائے یا کبھی دھونے کی ضرورت آئے تو وہ اس رُومال کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے اور تنور میں سے ڈال کر جب جب اُسے نکالتے تھے تو بالکل دُھل کر صاف نکلتا تھا۔ سنو! وہاں ذات ابراہیم گئی تھی۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود گئے تھے۔ یہاں رسول خود نہیں گئے تھے۔ رسول کی نسبت گئی تھی۔ رسول کا تعلق گیا تھا۔ انگلی تک تو نہیں گئی۔ رسول کا کوئی لباس مبارک بھی تو نہیں گیا صرف نسبت گئی۔ وہاں آتش کدہ، گل کدہ بن گیا، مگر یہاں آگ ہے اور اپنی حرارتوں کو جس نے نہیں کھویا ہے لیکن جلانے کی ہمت نہیں ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ جب نسبت لے کر تنور میں ایک کپڑا جاتا ہے تو آگ نہیں جلا پاتی، تو اگر تمہارے دل میں رسول کی محبت ہو تو جہنم میں جلانے کی طاقت کہاں سے آئے۔

حضور ﷺ کی انگلیاں معجزہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا؟ عرض گزار ہوئے، ہمارے پاس وضو کے لئے پانی نہیں ہے۔ بس یہی پانی ہے جو آپ کے حضور رکھا ہوا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا۔ **فجعل الماء یثور بین اصابعه کامثال العیون**۔ تو پانی آپ کی انگشت ہائے مبارک سے اُبل پڑا جیسے چشمے۔ پس ہم نے خوب پیا اور وضو کیا۔ اگر ہم اس وقت لاکھ ہوتے تب بھی پانی سب کے لئے کافی ہوتا لیکن

۔ **كنا خمس عشرة مائة**۔ ہم پندرہ سو تھے (بخاری کتاب الانبیاء)

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

ایک پیالہ پانی میں یہ انگلیاں رکھ دی گئیں تو ہر انگلی سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ انگلی شریف کے اشارہ سے چودھویں رات کا چاند چر گیا انگلی شریف کے اشارہ سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

حضور ﷺ کے کان معجزہ:

دور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ** (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی معمولی سی آواز کو سُنا، بیشک یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے مگر ان کانوں کے قربان، جنھوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کو سُن لیا۔ امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کے دھما کے کو سنتا ہوں (جامع الصفات)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنو گے) فرمایا: وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۔ (جلاء الافہام لابن قیم)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ بیشک میں لوح محفوظ پر چلتی قلم کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں ماں کے شکم اطہر میں تھا (نزہتہ المجالس)

حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی' جس کا علاج کر کے طبیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لا علاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ' جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظّمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے (**فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ** ﷺ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سو میل دور مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زار کی ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

حضور ﷺ کا قلب معجزہ: حضور ﷺ کے قلب شریف کی وسعت' عظمت وجلالت اور رفعت شان کا بیان طاقت انسانی سے باہر ہے۔ جو اسرار و معارف آپ کے قلب اقدس کو عطا ہوئے' وہ کسی اور کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی اور کا قلب اس کا متحمل ہوسکتا تھا۔ حضور ﷺ کے قلب مبارک کی معجزانہ عظمت کے قربان۔ خالق کائنات کا ارشاد ہے ﴿**لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ**﴾ (حکیم ۶/ ۲۸) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو وہ خوف الٰہی سے گڑ گڑاتے ہوئے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

مگر قلب شریف کا یہ بے مثل اعجاز ہے کہ یہی قرآن عظیم اپنی پوری عظمت وجلالت کے ساتھ اس قلب مبارک پر نازل ہوا' لیکن قلب مقدس کو نہ کوئی صدمہ پہنچا' نہ لغزش ہوئی بلکہ آپ کے قلب معظم نے سلامتی کے ساتھ اس بار امانت کو اٹھالیا۔

نیند کی حالت میں ہر شخص کی آنکھیں محو خواب اور دل غافل ہو جاتا ہے مگر قلب منور کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی قلب مقدس ہمیشہ بیدار رہتا تھا **انــه کــان یقظان القلب دائما** (نشر الطیب) بے شک آپ ہمیشہ دل سے بیدار رہتے تھے۔

حضور ﷺ کی نیند معجزہ :

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ بغیر وتر پڑھے سو جاتے ہیں اور نیند سے بیدار ہو کر بلا وضو فرمائے وتر پڑھ لیتے ہیں' فرمایا یا عائشہ **عیـنـی تـنـامـان ولا ینام قلبی** (بخاری' مسلم) اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (یعنی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے اس لئے میرا وضو نہیں ٹوٹتا۔۔ تمام کی نیند وضو توڑتی ہے مگر حضور ﷺ کی نہیں' کیونکہ آپ کا قلب سوتا نہیں)

حضور ﷺ کے پاؤں معجزہ:

جو فرش پر چلے' عرش پر چڑھے۔ ان ہی پاؤں شریف کا اثر پتھر لے لے۔ بیماروں کو ٹھوکر لگ جائے تو شفا ہو جائے۔ قدم پاک جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو قرآن کریم نے اس خاک پاک کی قسم کھائی' جس پر وہ قدم پڑے ﴿**لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدۙ وَاَنۡتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ**﴾ مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم　　اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کے قدم مبارک کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بوسہ دیا کرتے تھے۔۔۔ شب معراج حضرت جبریل علیہ السلام' حضور نبی کریم ﷺ کے قدمِ مبارک پر اپنی پیشانی رکھے آپکو بیدار کر رہے ہیں اور مالک الملک فرما رہا ہے کہ ۔ **یـا جبـریـل قبل قدمیه** ۔(ریاض الناصحین) اے جبریل! میرے محبوب کے قدموں کو چوم لے۔

فلک سے اونچا ہے ایوان محمد کا　　جبریل معظم ہے دربان محمد کا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **انه** ﷺ **کان اذا مشی علی الصخر**

غاصت قدماه' فيه (زرقانی) کہ جب حضور ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے (یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے)۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے اپنے وضو کا پانی چاہ قبا میں ڈالا تو اس کے بعد اس کا پانی اتنا بڑھا کہ پھر کبھی خشک نہ ہوا (شفا شریف)

جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے تو پہاڑ جوش مسرت سے ہلنے لگا تو حضور ﷺ نے اُس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا **اثبت فانما علیك نبی و صدیق وشهیدان** ٹھر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں (مشکوٰۃ، خصائص مصطفٰی)

ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر! ایڑیاں

بدعقیدہ اور بد باطن لوگ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور کل کی خبر نہیں، مگر حضور ﷺ کئی برس بعد ہونے والے واقعہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔ یہ بات بھی علوم خمسہ میں سے ہے لیکن حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے پہلے ہی ظاہر فرما دیا کہ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما راہ خُدا میں شہید ہوں گے۔

تو دانائے ما کان اور ما یکون ہے مگر بے خبر، بے خبر دیکھتے ہیں

وہ حسن جانفزا دیکھ کر تو پتھر بھی وجد میں آ جایا کرتے تھے لیکن پتھروں سے بھی سخت دل ہیں وہ لوگ جنھوں نے ہمیشہ منفی رویہ اختیار کیا اور ﴿**فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً**﴾ (وہ تو پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت) کے مظہر بن گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے تو حضور ﷺ نے یہ کہہ کر اے اللہ! اسے شفا دے اور صحت بخش۔ اپنا پائے مبارک ان کو مارا تو انہیں اسی وقت صحت ہو گئی اور پھر کبھی بیمار نہ ہوئے۔ (دلائل النبوت)

حضور ﷺ کا لباس معجزہ:

ایک بار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کا چادر شریف اوڑھ لیا تو ان کی آنکھوں سے غیب کے پردے اُٹھ گئے کہ آپ نے غیبی بارش دیکھ لی جو ایک انصاری کی وفات پر نازل ہوئی۔ (جامع المعجزات)

حضور ﷺ کا پسینہ معجزہ:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو پسینہ آتا تو پسینہ کے قطرے چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح گرتے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے (خصائص الکبریٰ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لاکر آرام فرماتے۔ جب آپ سو جاتے تو آپ کو پسینہ آجاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو شیشی میں جمع کرلیتیں۔ ایک دن حضور ﷺ نے ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا' اے ام سلیم! یہ کیا کرتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا' یہ حضور کا پسینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملالیں گے اور یہ تو سب عطروں اور خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' یارسول اللہ! مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے۔ آپ کچھ خوشبو عنایت فرمادیں۔ فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا۔ حضور سید الکونین ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا' یہانتک کہ وہ بھر گئی۔ پھر فرمایا کہ اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے۔۔ پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی۔ یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام **بیت المطیبین** (خوشبو والوں کا گھر مشہور ہوگیا) (حجۃ اللہ علی العالمین)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ　　مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضور ﷺ کا بول معجزہ:

حضرت ام یمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے ایک برتن میں پیشاب کیا۔ میں اٹھی اور پانی سمجھ کر پی گئی۔ صبح حضور ﷺ کے پوچھنے پر جب میں نے بتایا کہ واللہ وہ تو میں پی گئی' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **لن تشتکی وجع بطنك بعد یومك هذا ابد** ۔ آج سے تجھ کو کبھی پیٹ کی کوئی بیماری نہ ہوگی۔ (دلائل النبوت' خصائص الکبریٰ) گویا رحمت عالم ﷺ کا بول مبارک دافع الامراض ہے۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ برہ نے حضور ﷺ کا بول مبارک پی لیا۔ جس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا وہ آتش جہنم سے چاروں طرف سے محفوظ ہوگئی (خصائص الکبریٰ)

حضور ﷺ کا خون معجزہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے' جو خون مبارک نکلا' وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا **تذهب فقد احذرت نفسك من النار** جا' تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔ (زرقانی' خصائص الکبریٰ)

اس طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا خون مبارک پی گئے تھے' جبکہ پچھنے لگوا کر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ باہر کہیں ایسی جگہ چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے۔ وہ باہر نکل کر پی گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا' کیا کر آیا ہے؟ عرض کی کہ ایسی جگہ چھپا آیا ہوں' جہاں کوئی نہ دیکھے گا۔ فرمایا' شاید تو پی آیا ہے؟ عرض کی' ہاں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ فرمایا' جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ پھر فرمایا' افسوس! ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو ان سے نہ بچے گا۔ (زرقانی' خصائص الکبریٰ' شفا شریف)

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو صحابہ کرام طیب وطاہر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک عام لوگوں کے اجسام

کے مثل نہیں ہے ۔ وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں ۔ چنانچہ وہ فضلات مبارک بابرکت سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانیت ہے ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا' یارسول اللہ ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں ۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے' فرمایا ۔ **انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علیٰ ارواح اھل الجنة فما خرج منھا من شیءٍ استلعته الارض** (زرقانی' خصائص الکبریٰ) ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں (یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے' وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے' اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اُسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے ۔

امام قاضی عیاض' علامہ زرقانی اور علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں : جب حضور ﷺ پاخانہ پھرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پاخانے اور پیشاب کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی (زرقانی' شفا' انوار محمدیہ)

کبھی احتلام کا نہ ہونا بھی معجزہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا' کیونکہ احتلام شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور انبیاء پر شیطان کا اثر نہیں (خصائص الکبریٰ' جواہر البحار)

ختنہ و ناف مبارک معجزہ :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ختنہ کئے ہوئے اور ناف کاٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے (جواہر البحار)

حضور ﷺ قدرتی مختون آ ون نال کٹے ہوئے' سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے ۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی (نشر الطیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خُدا کی طرف سے یہ بھی میرے اکرام واعزاز میں داخل ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کسی نے میرے ستر کو نہیں دیکھا **من کرامتی علی ربی انی ولدت مختونا ولم یریٰ احد سواٰتی** (زرقانی، کنزالعمال)

غرضکہ حضور ﷺ از سرَ تا پا برہان الٰہی ہیں۔ بلکہ اعضاء کی طرح ان کا ہر وصف اوران کی ہر چیز برہان الٰہی ہے۔

(حضور سید عالم ﷺ کے معجزات وخصائص کے موضوع پر امام جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ اور امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی کی شہرۂ آفاق کتاب حُجۃ اللہ علی العٰلمین فی معجزات سید المرسلین کا مطالعہ کریں)

نورمبین:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔

نور سے مُراد حضور ﷺ ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تمہارے پاس وہ تشریف لائے جو تمہاری عقلوں کے لئے تو برہان ہیں اور تمہاری آنکھوں کے لئے نور ہیں۔ ان کی نبوت کو عقل سے پہچانیں، آنکھوں سے دیکھو ان میں دونوں صفتیں ہیں۔ اہل عقل انسان انہیں عقل سے پہچانیں، کیونکہ وہ برہان ہیں۔ بےعقل مخلوق اور سیدھے سادے انسان انہیں آنکھوں سے دیکھیں کیونکہ وہ نور ہیں۔ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور نورگر بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو تا قیامت، اولیاء اللہ کو نور بنادیا۔ اس لئے انہیں قرآن مجید نے سراج منیر فرمایا بمعنیٰ نورگر سورج۔ نور کے تین درجے ہیں۔ صرف نور، جیسے تارے نور ہیں کہ خود چمکتے ہیں مگر زمین کا اندھیرا دور نہیں کرسکتے۔ نور مبین، جیسے چاند کہ خود چمکتا ہے اور زمین پر چاندنا کردیتا ہے یہ ہے نور مبین ...... نور منیر،

جیسے سورج کہ خود چمکتا ہے' زمین پر دھوپ بھی ڈالتا ہے' چاند تاروں کو منور بھی کر دیتا ہے لہذا وہ نور بھی ہے نور مبین بھی اور نور منیر بھی ۔۔۔حضور ﷺ نور بھی ہیں' نور مبین بھی' نور منیر بھی۔ اس لئے قرآن کریم نے انہیں کہیں نور کہا' کہیں نور مبین' کہیں نور منیر' ۔ سراج منیر فرمایا۔۔۔جس چراغ سے اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو روشن کر دیا ہے وہ سراج منیر ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ۔۔۔جن کی روشنی جن کی ضیاء سے ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف' شرم وحیاء' علم ومعرفت کے نور سے منور فرما دیا۔﴿**اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ فِیْ زُجَاجَةٍ** ﴾اللہ زمین وآسمان کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی جیسے طاق ہے' اس میں چراغ' اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ علماء کہتے ہیں وہ طاق ہے سینہ محمد ﷺ ۔اور اس طاق کے اندر جو دل رسول ہے وہ وہی چراغ ہے۔ وہ اللہ کا نور ہے جس سے ساری کائنات روشن ہے اور میرے رسول کا جسم وہ فانوس ہے جو نور الٰہی پر چڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے چراغ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ساری کائنات کو منور فرما دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا﴿**رب العٰلمین**﴾ اور رسول کے لئے ارشاد فرمایا﴿**رحمة للعٰلمین**﴾ ۔۔۔تو معلوم ہوا جہاں جہاں ربوبیت کا نور جا رہا ہے وہاں وہاں رحمت کا رنگ بھی جا رہا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے رب ہو اور رسول اس کے لئے رحمت نہ ہو۔

اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لائیں اور اس برہان **محمد رسول الله** کا دامن مضبوطی سے تھامیں تو اللہ تعالیٰ ان کو تین انعام دے گا (۱) انہیں دنیا میں مرتے وقت قبر اور آخرت میں اپنی رحمت خاصہ میں داخل فرمائے گا (۲) انہیں اپنے فضل وکرم میں داخل کرے گا' جس فضل کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا (۳) انہیں اپنے تک پہنچنے والے راستہ کی ہدایت دے گا۔ جس کے ذریعے وہ رب تعالیٰ تک پہنچیں گے۔۔۔ خیال رہے کہ رحمت عامہ بھی ہوتی ہے اور خاصہ بھی۔ یوں ہی رحمت کسب بھی ہوتی ہے جس میں بندے کے عمل کو دخل ہو اور عطائی بھی جس میں بندے کے عمل کو قطعاً دخل نہ ہو۔ دیکھو دھوپ' ہوا' پانی نعمت عامہ عطائی ہیں۔ اور سلطنت' دولت وغیرہ نعمت خاصہ کسبی ہیں۔ یہاں رحمت سے مُراد رحمت خاصہ عطائی ہے۔

نبوت اور علم کامل

خیانتوں کا انکشاف اور معافی:

﴿یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمۡ كَثِیۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِیۡرٍ﴾ (مائدہ/۱۵) اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معافی دیتے ہیں۔

ابن جریر نے بروایت حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ ایک بار یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اس نے حضور ﷺ سے رجم کے متعلق پوچھا یعنی زانی کو سنگسار کرنا کیسا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں بڑا عالم کون ہے؟ انھوں نے اپنے بڑے پادری ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا کہ عرب میں یہود کا بڑا پادری عالم یہی ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اے ابن صوریا تجھے قسم ہے اُس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری، تجھے قسم ہے اس کی جس نے بنی اسرائیل پر طور اکھیڑا۔ تجھے قسم ہے اس کی جس نے بنی اسرائیل کے لئے مَن وسَلوا اُتارا۔

حضور ﷺ نے اس شان سے اُسے قسمیں دیں کہ ابن صوریا کانپ گیا۔ فرمایا، سچ بول توریت میں زانی کے رجم کا حکم ہے یا نہیں؟ ابن صوریا بولا، قسم ہے اس رب کی جس کی قسمیں مجھے آپ نے دیں کہ توریت میں رجم کا بہت تاکیدی حکم ہے۔ فرمایا کہ پھر تم لوگوں نے رجم کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ وہ بولا کہ ہماری قوم میں زنا بہت پھیل گیا۔ خصوصا بڑے لوگ زیادہ زنا کرنے لگے۔ تب ہم نے اس بڑھتی ہوئی وبا کو قابو سے باہر دیکھ کر اس کی سزا ہلکی کر دی۔ یعنی زانی کا سر مونڈھ دینا، منہ کالا کر دینا اور سو کوڑے مار دینا۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حضور ﷺ کی تعریف وتائید فرمائی گئی (رُوح البیان)

یہ حضور ﷺ کی نبوت اور علم کامل کی دلیل ہے۔ باوجود اُمّی ہونے کے آپ توراۃ اور انجیل کے ایسے مسائل اور احکام ظاہر فرما دیتے جنھیں علماء یہود و نصاریٰ ہمیشہ سے چُھپائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا رسول تمہاری ساری چُھپی ہوئی باتوں کو ظاہر نہیں فرماتا بلکہ صرف اُن ہی امور کا ذکر کرتا ہے جن کے اظہار میں کوئی دینی فائدہ یا مصلحت عامہ ہو‘ ویسے تمہاری دوسری خباثتیں جن کے اظہار سے بجز تمھیں رُسوا کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں اُن سے اغماض فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں اکثر آیات توحید میں ﴿ **قُلْ** ﴾ کا ارشاد ہوتا ہے جیسے ﴿**قل هو الله احد**﴾ اور آیات نعت میں ﴿**قُلْ**﴾ ارشاد نہیں ہوتا‘ کیونکہ توحید کے گواہ حضور ﷺ ہیں ﴿**انا ارسلنك شاهدًا** ﴾ اور حضور ﷺ کی رسالت اور حضور ﷺ کی صفات عالیہ کا گواہ حق تعالیٰ ہے ﴿**وَكَفىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْدًا** ﴾ چونکہ یہاں حضور ﷺ کی صفات عالیہ کا ذکر ہے اس لئے ﴿**قُلْ**﴾ ارشاد نہ ہوا۔ حضور ﷺ کی بعثت سارے انسانوں کی طرف ہے اس لئے ایک جگہ فرمایا گیا۔ ﴿**يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا** ﴾ (النساء ۴ ۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔۔۔ لیکن بمقابلہ دوسرے کفار کے اہل کتاب پر حضور ﷺ کی اطاعت زیادہ ضروری ہے کیونکہ دوسرے لوگ حضور ﷺ کی صفات سے بے خبر تھے اہل کتاب کو سب کچھ خبر تھی کہ توریت و انجیل میں حضور ﷺ کی صفات کا پورا پورا بیان تھا۔ نیز عرب میں اہل کتاب کی عزت تھی‘ ان کے ایمان لانے سے دوسروں کے ایمان لانے کی قوی امید تھی اس لئے یہاں خصوصیت سے اہل کتاب سے خطاب فرمایا گیا۔ اہل کتاب سے مراد یا تو کتاب اللہ ماننے والے ہیں یا اُسے جاننے والے۔۔۔ اگرچہ حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام دنیا والوں کو مفید ہے مگر اہل کتاب کو زیادہ مفید کہ حضور کی تشریف آوری سے ان کی کتابوں کی تصدیق ہوگئی۔ ان کے نبیوں کی عظمت و عزت کو چار چاند لگ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی والدہ مریم سے یہود کی تہمتیں دور ہوگئیں۔ غرض کہ دوسرے کفار کو حضور ﷺ

سے ایمان ملا مگر اہل کتاب کو حضور ﷺ سے ایمان بھی ملا اور یہ تصدیقیں بھی ۔ جیسے سورج سے عام زمین کو روشنی ملتی ہے مگر اعلیٰ زمین کو سورج سے روشنی بھی ملتی ہے اور سرسبزی بھی ۔ ان وجوہ سے فرمایا گیا ﴿ جَــآءَ کُــمْ ﴾ تمہارے پاس تشریف لائے ۔ حضور ﷺ کی وفات سے ولادت یا سکونت ختم ہوگئی' مگر تشریف آوری ختم نہ ہوئی ۔ جیسے سورج کے غروب ہو جانے سے اس کا طلوع ختم ہو گیا مگر اس کی اپنی نورانیت' تجلی' شعاعیں ختم نہیں ہوتیں ۔ رسول کا تعلق اللہ تعالیٰ سے لینے کا ہے اور مخلوق سے تعلق دینے کا ہے ۔ اس لئے حضور ﷺ کو رب تعالیٰ بھی **رسولنا** فرماتا ہے اور سب مخلوق بھی کہتی ہے **رسولنا** ۔۔۔حضور ﷺ ہمارے بھی رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی رسول ہیں ۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ دنیا میں آ کر رسول نہ بنے بلکہ رسول بن کر دنیا میں تشریف لائے ۔ چالیس سال کی عمر شریف میں رسالت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ رسالت کا وجود ۔۔۔حضور ﷺ پردہ فرمانے کے بعد بھی رسول ہیں ۔ ہمارے کام بنا رہے ہیں جیسے سورج ڈوبنے کے بعد بھی چمکیلا ہے وقت مغرب وقت عشاء اور وقت فجر بنا تا رہتا ہے بلکہ چاند تاروں کو چمکا تا رہتا ہے ۔ یعنی اے توریت وانجیل کے ماننے والو یا ان کتابوں کے جاننے والو تم سب کے پاس ہمارے وہ نبی رسول تشریف لے آئے جن کا تمہاری کتابوں میں اعلان تھا' جن کا تمہیں انتظار تھا جن کی آمد کی بشارتیں تمہارے نبی دے گئے تھے ۔۔۔ ہمارے ان رسولوں کی شان یہ ہے کہ وہ تمہاری کتابوں کی بہت سی وہ آیات واحکام جو تم برابر چھپاتے رہتے ہو خوب اچھی طرح بیان فرماتے رہتے ہیں جیسے توریت میں رجم کے احکام کی آیات اور حضور ﷺ کی عظمت وشان' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی آیات جنہیں یہود نے چھپا دیا تھا ۔ حضور انور ﷺ نے انھیں ظاہر فرمایا ۔ عیسائیوں نے انجیل میں تبدیلی کر کے مخرب الاخلاق باتیں اور بے شمار واہیات خرافات بھر دیئے ہیں ۔ اب موجودہ انجیل کا پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ دیکھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ ہمارے حضور ﷺ نے تمام انبیائے کرام پر احسان فرمایا کہ انھیں عیسائیوں کی تہمتوں سے بَری فرما دیا ۔ وہ محبوب تمہاری بہت سی خیانتوں کی معافی دیتے ہیں ۔ انھیں ظاہر نہیں کرتے

ورنہ وہ تمہاری ساری خیانتوں اور ساری اصلی آیات سے پورے پورے واقف ہیں۔ حضور ﷺ دنیا میں دوسرے نبیوں (یحییٰ وزکریا علیہم السلام وغیرہ) کی طرح توریت جاری کرنے اور اس پر عمل کرانے کے لئے تشریف نہیں لائے بلکہ تمام گذشتہ کتابیں منسوخ فرمانے تشریف لائے ہیں۔ اس لئے ساری توریت کو ظاہر نہیں کرتے۔ ان کے ظاہر نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خبردار ہی نہیں ہیں۔ خبرادار تو وہ ہر چیز سے ہیں مگر عدم اظہار بے علمی کی دلیل نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تمام کتب آسمانی کی آیات واحکام پر مطلع ہیں اور یہود ونصاریٰ کی خیانتوں سے بھی پورے پورے واقف ہیں کہ کونسی آیات اصل ہیں اور تحریف سے پہلے کیا تھیں پھر تبدیل کر کے کیا بنائی گئی۔ یا کس طرح چھپادی گئی۔ کسی چیز کو وہ ہی بیان کرسکتا ہے جو اس چیز سے واقف ہو۔ اس سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ تمام زبانوں کو جانتے ہیں کیونکہ توریت عبرانی زبان میں تھی۔ حضور ﷺ تو فریادی جانوروں، لکڑیوں، پتھروں کی زبان بھی جانتے ہیں لہذا انسانوں کی زبانیں کیوں نہ جانیں۔ آج حضور ﷺ کے آستانہ پر ہر زبان، ہر ملک کے لوگ صلوٰۃ وسلام عرض ومعروض کرتے ہیں۔ کوئی فرشتہ حضور ﷺ کو ترجمہ کر کے نہیں بتاتا ہے۔ نیز لوگوں کی خفیہ حرکتوں سے خبردار ہیں۔ یہود توریت کی آیتوں میں چھپ کر تبدیلیاں کرتے تھے مگر حضور ﷺ کو پتہ تھا۔ حضور ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی بہت سی خیانتوں کو ظاہر فرمادیا۔ جن کے اظہار کی ضرورت تھی اور بہت سی خیانتوں سے درگزر فرمائی جن کے اظہار کی ضرورت نہ تھی مگر جانتے سب تھے۔ ایک حدیث شریف بھی ملاحظہ فرمائیں جس کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے: **عن صفوان بن عسّال قال قال یھودی لصاحبه اذھب بنا الی ھذا النبی فقال له صاحبه لاتقل له نبی انه لو سمعك لکان له اربع اعین فاتیا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فسئلاه عن تسع آیات بیّنات فقال رسول الله ﷺ لاتشرکوا بالله شیئاً ولا تسرقوا ولاتزنوا ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ولا تمشوا ببری الی ذی**

سلطان ليقتله‘ ولاتسحروا ولاتاكلوا الربوا ولاتقذفوا محصنة ولاتولّوا للفرار يوم الزحف وعليكم خاصة اليهودان لاتعتدوا فی السبت قال فقبلا يديه ورجليه وقال نشهد انك نبیٌ (الحدیث)

صفوان بن عسال نے کہا کہ ایک یہودی نے اپنے ایک دوست کو کہا‘ چلو اس نبی کے پاس چلیں۔ اس کے دوست نے کہا کہ تم اپنی زبان سے اُسے نبی نہ کہو۔ اگر اس نے یہ بات سُن لی تو بڑا خوش ہوگا۔ پس وہ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نو آیات بیّنات کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا‘ وہ نو آیتیں یہ ہیں:- (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراؤ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) کسی کو بے گناہ قتل نہ کرو (۵) کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ وہ اُسے قتل کرے (۶) جادو نہ کرو (۷) سُود نہ کھاؤ (۸) کسی پاکدامن پر تہمت نہ لگاؤ (۹) میدانِ جنگ کے دن بھاگو نہیں ۔۔ اور اے یہودیو! تمہارے لئے خاص حکم یہ ہے کہ تم ہفتہ کے دن نافرمانی سے باز رہو۔

صفوان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ جامع جواب سُن کر انھوں نے حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کو چوما اور دونوں مقدس پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور کہا‘ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔

حقیقتِ نورِ محمدی ﷺ

﴿قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ﴾ (المائدہ/۱۵)
بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

امام المفسرین ابن جریر لکھتے ہیں **یعنی بالنور محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلّم الذی انار الله به الحق واظهربه الاسلام ومحق به الشرك فهو نور لمن استنار به** (تفسیر ابن جریر) یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا' شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینۂ دل منور فرمائے اور اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے' آمین۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہا ہے تو کسی کو کیا اعتراض؟ کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ کہنا کہ 'نور' سے بھی قرآن کریم مراد ہے درست نہیں کیونکہ واؤ عاطفہ تغایُر پر دلالت کرتی ہے (تفسیر ضیاء القرآن)

حضور انور ﷺ دنیا میں آ کر نور نہ بنے۔ کسی سے نورانیت حاصل نہ کی بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے اس کی عطا سے نور بن کر دنیا میں آئے۔ حضور ﷺ کی تمام صفات ربّانی ہیں۔ ہم صرف انسانیت لے کر دنیا میں آتے ہیں باقی تمام صفات عالم' حاکم' حافظ' قاری' ڈاکٹر' انجنیر ...... یہاں آ کر بنتے ہیں اور یہ تمام صفات یہاں ہی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ صرف انسانیت لے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے لائے اور ان میں سے کوئی صفت دنیا میں چھوڑ کر نہ گئے۔ تمام صفات سے اب بھی موصوف۔ آپ اب بھی رسول' نور' برہان' شفیع ہیں اور رہیں گے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں۔ کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتے۔ گیس' بجلی' چراغ ......انسان کے

مصنوعاتی نور ہیں تو انہیں انسان بجھا دیتا ہے مگر چاند' سورج ربّانی نور ہیں کسی کے بجھائے نہیں بجھتے۔ حضور ﷺ کا نور کوئی نہیں بجھا سکتا۔ خیال رہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ یہ نور دو قسم کا ہوتا ہے۔ نور حسّی جیسے سورج' چاند' تارے' بجلی' گیس' چراغ وغیرہ جس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔

دوسرا نور عقلی جیسے حضور ﷺ' قرآن' یا علم کہ ان سے عقل منور ہوتی ہے۔ یہاں نور عقلی مراد ہے۔ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جو حضور ﷺ لے کر تشریف لائے۔ مبین کتاب کی صفت ہے بمعنی ظاہر کرنے والی' چونکہ قرآن مجید نے غیبی خبریں' شرعی احکام' رب تعالیٰ کی ذات وصفات' معاش ومعاد کو ظاہر فرمایا اس لئے اسے مبین فرمایا گیا۔ تفسیر روح المعانی نے نور کی تفسیر میں یہاں فرمایا **ھو نور الانوار والنبی المختار** ﷺ۔ یہ ہی قتادہ اور زجاج کا قول ہے (تفسیر خازن' مدارک' بیضاوی' روح البیان' کبیر' تفسیر جلالین' جمل' تفسیر مظہری وغیرہ)

قرآن کریم نے اس کی تفسیر دوسرے مقام پر یہ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ کو فرمایا ﴿**وَسِرَاجاً مُّنِیْرَاً**﴾۔ خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **انا من نور الله** میں اللہ تعالیٰ کا نور ہوں۔ چونکہ دنیا میں حضور ﷺ پہلے تشریف لائے اور قرآن مجید بعد میں نازل ہوا' نیز مومن کے دل میں پہلے حضور ﷺ جلوہ گر ہوتے ہیں بعد میں قرآن مجید زبان پر اور ہاتھ میں آتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں قرآن مجید بعد میں پڑھتے ہیں۔ اس لئے نور کا ذکر پہلے ہوا اور کتاب کا ذکر بعد میں ہوا ہے۔ مزید یہ کہ کتاب نور سے دیکھی اور پڑھی جاتی ہے قرآن مجید' حضور ﷺ سے سیکھا سمجھا جاتا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کا نور کسی کوشش سے بجھ نہیں سکتا جیسے سورج و چاند کا نور۔ اس لئے **من نور الله** (اللہ تعالیٰ کے نور سے) فرمایا گیا۔ حضور ﷺ سے کونین چمکے' دل وجسم چمکے اور اس نور کے لئے کبھی چُھپنا' بجھنا' غروب ہونا نہیں ہے۔۔ یہ دائمی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت صفات بخشے ہیں جیسے حضور رسول اللہ' نبی اللہ' حبیب اللہ ہیں یونہی حضور **نور الله** ہیں۔ حضور ﷺ کی نورانیت صرف عقلی نہیں بلکہ حسّی بھی ہے

چنانچہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور سے نور دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے حضور کے اسماء طیبہ میں ایک نام نور بھی ہے۔ روح سب کی نور ہے۔ حضور ﷺ کا جسم اطہر بھی نور ہے' اولاد مطہرات بھی نور ہے اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین (دونوروالے) ہے' اس لئے کہ آپ کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ وام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے پیچھے آئیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

جیسے عیسیٰ علیہ السلام **کلمته الله** اور **روح منه** یعنی **روح الله** ہیں یونہی حضور ﷺ ﴿**مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ**﴾ یعنی **نور الله** ہیں۔ کسی شہر کو منورہ نہیں کہا جاتا بجز مدینہ منورہ۔۔ یہ شہر نورانی اس لئے کہلایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ہے۔ ان کی تجلی گاہ ہے۔ حضور کی نورانیت میں کمی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہیں۔

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین سید الخطباء علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ نے دو مشہور اعتراض کا جواب دے دیا۔ ہم سب کے رسول کے بارے میں ایک خیال یہ تھا کہ **لَسْتَ مُرْسَلَ** آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں۔ اور دوسرا خیال اُس دور سے آج تک یہ چلا آرہا ہے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں۔ بس ان میں اور ہم میں اتنا ہی فرق ہے بقیہ معاملے میں سارا معاملہ برابر ہے یہ ہمارے جیسے ہی ہیں اُن کا اُٹھنا بیٹھنا دیکھو' اُن کا چلنا پھرنا دیکھو' اُن کا کھانا پینا دیکھو' اُن کا سونا جاگنا دیکھو' غزوہ اُحد میں دندان مبارک کا شہید ہونا دیکھو' طائف میں لہولہان ہونا دیکھو' مکے کی گلیوں میں کانٹوں کا چُبھنا دیکھو۔۔۔ یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں کہ یہ ہماری ہی طرح ہیں۔

اس آیت نے دونوں اعتراض کا جواب دے دیا۔ جس نے یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئے ہیں' اُن کا جواب ہے ﴿**قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ**﴾ یہ آنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور جنھوں نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے آنے والا بالکل ہماری ہی طرح ہے اُن کا جواب یہ ہے ﴿**مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ**﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آنے والا نور رہے

تمھارے جیسا نہیں ہے۔ یہ بے مثل ہے بے نظیر ہے۔

اے دیکھنے والے اگر تم میرے رسول کو زمین پر چلتا دیکھو تو کہکشاں سے گزرتا ہوا بھی دیکھو' عرش کے اُوپر گامزن بھی دیکھ لو۔ اگر داندان مبارک کا شہید ہونا دیکھو تو یہ منظر بھی دیکھو کہ معراج کی رات سینہ شق ہو گیا ہے ایک قطرہ خون نہیں نکلا۔ مکہ میں چلتا پھرتا دیکھو تو سورج کو پلٹا تا بھی دیکھ لو' چاند کے ٹکڑے کرتا بھی دیکھ لو' درختوں سے اپنی اطاعت کراتا دیکھ لو۔ جانوروں سے سجدہ کراتا بھی دیکھ لو' کنکریوں سے کلمہ پڑھاتا دیکھ لو۔ سارے کمالات دیکھو' سارے معجزات دیکھو' سارے اختیارات دیکھو' سارے تصرفات دیکھو۔۔رسول کی شان عبدیت اور شان محبوبیت دونوں دیکھو۔۔تاکہ خیر البشر سیدنا رسول اللہ ﷺ کو نہ تو خُدا کہہ سکو' اور نہ ہی اپنے جیسا عام انسان کہہ سکو۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔ **کنت نبیا وآدم بین الماء والطین** میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلین طے کر رہے تھے **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** میں اس وقت نبی تھا جس وقت آدم علیہ السلام روح وجسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہو گیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان' نہ شمال نہ جنوب' نہ مشرق نہ مغرب' نہ فرش نہ فرشی' نہ آگ نہ آتشی' نہ باد ہے نہ بادی' نہ آب ہے نہ آبی۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا' ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا' ابھی چاند وسوروج کے چراغ نہیں جلائے گئے' ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں۔۔۔ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نور محمدی ہے۔ یہ نور آیا ہے ﴿مِنَ اللّٰهِ﴾ نور مصطفیٰ' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالم لاہوت سے آیا ہے۔ یہ آنے والا بارگاہ الٰہی سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالم قدس سے آیا ہے۔ اس نور کو قدسی کہنا' یہ عالم قدس سے آیا ہے۔ اس نور کو لاہوتی کہنا' یہ عالم لاہوت سے آیا ہے۔

حدیث قدسی ہے **كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ** میں خزانہ مخفی تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد کو پیدا کیا۔ کہ اُن کو جب تک نہ پہچانو گے مجھ کو نہ پہچانو گے۔ اُن کو جب تک نہ مانو گے مجھے بھی نہیں مان سکتے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت۔ پتہ چلا کہ:

مل سکتا نہیں خُدا اُن کا وسیلہ چُھوڑ کر   غیر ممکن ہے کہ چڑھئے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ **متیٰ وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** مجھے اس وقت شرفِ نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم (ترمذی) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعتِ نبوۃ سے سرفراز کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نور محمدی ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سُن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔

ابن قطّان نے اپنی کتاب 'الاحکام' میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے **قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام** یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحیات سے پوچھا یا رسول اللہ **بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیّك ۔** (رواہ عبدالرزاق بسندہ)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابر، اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالمِ امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم وابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش وکرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔

اوّل وآخر:

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ**﴾ (الحدید/۳) وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کے متعلق حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حمد خُدا بھی ہے اور یہی آیت نعت مصطفیٰ بھی ہے۔ یہ صفاتِ الٰہی بھی ہیں اور صفاتِ رسول بھی ہیں۔

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

حضور ﷺ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی، سب سے پہلے پیدا کئے گئے اور سب سے آخر بھیجے گئے۔ خصائص الکبریٰ میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا: **السلام علیك یا اول السلام علیك یا اٰخر السلام علیك یا حاشر**۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے سابقہ بھی آپ کو اول اور آخر کہہ کر پکارتے تھے۔

پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے نہ آسمان، نہ چاند تھا نہ سورج، نہ جِن تھے

نہ انسان، نہ مٹی تھی نہ پانی، نہ آگ تھی اور نہ ہوا۔ غرض کہ کائنات کی کسی شئے کا وجود نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک سے قلم، دوسرے سے لوحِ محفوظ، تیسرے سے عرش، اور چوتھے سے باقی سب چیزیں پیدا فرمائیں۔
(مواہب لدنیہ، دلائل النبوۃ، مدارج النبوت)

عبادتِ نور:

یہ مخلوقِ اول نورِ کامل ﷺ ہزار ہا برس تک خاص مقامِ قرب میں عبادتِ الٰہی کرتا رہا۔ ستر ہزار سال تک قیام فرمایا، پھر ستر ہزار سال رکوع میں رہا، تب سجدہ کیا تو صبح کی نماز فرض ہوگئی۔ سجدہ میں گئے تو ظہر اور عصر کی نماز، پھر قیام اور سجدہ ہوا تو مغرب کی نماز اور چوتھی بار عشاء کی نماز فرض ہوگئی۔

اُمّت کے لئے استغفار:

پھر اس نور نے دو نفل ادا کئے، ایک ہزار برس قیام، ہزار سال رکوع، ہزار سال قومہ، ہزار سال سجدہ، ہزار برس جلسہ، ہزار برس دوسرے سجدہ میں رہے۔ اسی طرح دوسری رکعت بھی ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے حبیب! تو نے میری عبادت کا حق ادا کردیا ہے۔ میں نے تیری عبادت قبول کر لی ہے اب جو چاہے مانگ لے۔ حضور ﷺ نے عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے ایک قوم کا رہنما بنا کر روانہ فرمائے گا، بہ تقاضائے بشریت ان سے غلطیاں سرزد ہوں گی، میں آج اپنی امت کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔

اس مضمون کو علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ نے مواہب لدنیہ میں، علامہ عبدالباقی علیہ الرحمہ نے زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں، مُلّا معین کاشفی علیہ الرحمہ نے معارج النبوۃ میں، علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ نے جواہر البحار میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔

یہ نور مقامِ خاص میں کئی ہزار برس تک چمکتا رہا۔

روح البیان، سیرت حلبیہ، جواہر البحار کے علاوہ کئی کتابوں میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ جبریل! تمہاری عمر کتنی ہے؟ عرض کی حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب میں ہر ستر ہزار برس بعد ایک ستارہ چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے رب کے عزت وجلال کی قسم **انا ذٰلك الكوكب** وہ ستارہ میں ہی تھا۔

نورِ مقدس حضرت آدم علیہ السلام کے پاس:

اب وہ نورِ مقدس حضرت آدم علیہ السلام کی پشت اطہر میں دویعت فرمایا گیا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت پر پرندے کی سی آواز سُنی۔عرض کی' یا اللہ۔ یہ آواز کیا ہے جواب آیا کہ یہ محمد مصطفیٰ ﷺ میرے محبوب کی تسبیح کی آواز ہے۔میرا عہد پکڑ واور اسے پاک رحموں اور مقدس پشتوں میں امانت رکھنا۔اب وہ نور چمکا' فرشتوں کو حکم ہوا سجدہ کیجئے' سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا اور انکار کی سات دلیلیں پیش کیں' حکم ہوا کہ نکل جاؤ' تو میری بارگاہ سے دور کر دیا گیا ہے۔تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔ادھر سجدہ کرنے والوں کو مراتب رفعیہ عطا کئے گئے۔امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لئے ہوا کہ: **كـان فـی جبهتـہٖ نـور محمدٍ** ﷺ ان کی پیشانی میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور تھا۔

انگوٹھوں کا چومنا: حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے ان کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور **سُبحـان الله سُبحان الله** پڑھتے ہیں۔عرض کی یا اللہ۔ یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں۔ارشاد ہوا کہ یہ میرے حبیب کے نور کی زیارت کرتے ہیں۔عرض کی یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تا کہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں۔لہذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا۔ وہ نور پیشانی آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں تو وہ نور ان کی انگلی میں ظاہر ہوا۔ انھوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا: **قُرۃُ عینی بِكَ یا رسول الله** (روح البیان)

نورِ مصطفیٰ ﷺ کا پاک پشتوں میں منتقل ہونا:

سیدنا آدم علیہ السلام سے پھر وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا۔ آپ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ جب حدِ بلوغ کو پہنچے تو ان سے اس نور کی حفاظت کا عہد لیا گیا کہ اس مقدس نور کو نہایت پاکیزہ طریقہ سے ارحامِ طاہرات واصلابِ طیبات تک پہنچائیں۔ چنانچہ یہ عہد نامہ قرن بعد ایک دوسرے تک وصول ہوتا رہا۔

اب وہ نورِ پاک انوش، قینان، مہلائیل یارو سے ہوتا ہوا حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپ تین سو پینسٹھ سال کی عمر میں زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ پھر وہ نور متوشلخ لامک سے منتقل ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آیا اسی نور کے صدقے کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ جنابِ متوشلخ کے پاس ۹۶۹ سال، مالک کے پاس ۷۷۰ سال، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس ایک ہزار سال۔ اس کے بعد جناب سام، ارفخشد، حضرت ہود علیہ السلام، جناب شالخ، فالج، اشروع، ارعوناحور سے ہوتا ہوا جناب تارخ کے پاس تشریف لایا۔ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔ نہایت عابد زاہد نیک فال تھے۔ کئی کئی مہینے پہاڑوں میں تنہا عبادت کرتے تھے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے دادا نے کفالت اپنے ذمہ لی۔ جب دادا بھی فوت ہو گئے تو آذر (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا) کی پرورش میں آ گئے۔ یہ بت تراش تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں کوئی نہ مُشرک ہوا ہے اور نہ زانی۔۔ زانی کی نسل سے ولی نہیں ہوتا، چہ جائیکہ نبی ہو (روح البیان) آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا جس نے پرورش کی۔ جب آپ جوان ہوئے تو اپنے چچا کو کہا ﴿**لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ**﴾ شیطان کی پیروی نہ کرو۔ آیت کی ابتداء یوں ہوتی ہے۔ ﴿**اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ اٰذَرَ**﴾ جب اپنے 'اَبْ' آذر کو کہا۔ یہاں لفظ 'اَبْ' سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ انہوں نے اَبْ کا ترجمہ والد کیا ہے حالانکہ

'اَبْ' عام ہے باپ' چچا' دادا سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کوفرمایا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے باتفاق جواب دیا: ﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ﴾ ہم عبادت کریں گے آپ کے خُدا اور آپ کے اَبْ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق علیہم السلام کے خُدا کی۔ اس آیت میں لفظ 'اٰباء' 'اَبْ' کی جمع ہے۔ یہاں لفظ اَبْ اسحاق علیہ السلام پر بولا گیا ہے وہ آپ کے باپ ہیں' اسماعیل علیہ السلام کو بھی اَبْ کہا گیا ہے حالانکہ وہ آپ کے چچا ہیں' ابراہیم علیہ السلام کو کہا گیا ہے حالانکہ وہ دادا ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اَبْ باپ' چچا' دادا سب کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ باپ کے لئے عربی زبان میں حقیقۃً لفظ 'والد' ہے 'والد' باپ کے بغیر کسی کے لئے نہیں بولا جاتا۔ اسی طرح **اِنّ اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النّار** کی حدیث میں ابی سے مُراد ابوطالب چچا ہیں۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نورِ پاک آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں' طیب پیشانیوں میں ہی منتقل ہوتا رہا۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿اَلَّذِیْ یَرٰكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھرتا تیرا سجدے کرنے والوں میں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے: **انہٗ کان ینقل نورہٗ من ساجدٍ الیٰ ساجدٍ** وہ نور منتقل ہوتا رہا ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف۔

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نور جس کے پاس رہا وہ اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتے رہے ہیں۔ اب اگر آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مانا جائے تو لازم آئے گا نورِ مصطفیٰ ﷺ آذر کے پاس رہا اور وہ بت پرست تھا۔ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں تھا تو عند التحقیق ثابت ہوا کہ آذر باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔

وہ جو حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت چاہی نہ ملی' زیارت قبر کی اجازت چاہی مل گئی۔ پھر حضور ﷺ نے

زیارت فرمائی اور روئے اور سب کو رُلایا۔ اس سے آمنہ طیبہ طاہرہ کا کفر ثابت نہیں ہوتا' اس لئے رونا فراق مادر میں تھا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتیں ہم کو بایں اقبال ملاحظہ کرتیں' خوش ہوتیں' استغفار سے ممانعت اس لئے تھی کہ وہ بے گناہ تھیں۔ استغفار گہنگار کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے بچہ کی نماز جنازہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کہ وہ بے گناہ ہے۔ گناہ ہوتا ہے احکام الٰہی کی مخالفت سے' آمنہ خاتون اصحاب فترت ہیں۔ کسی نبی کا دین اور احکام ان کے زمانہ میں باقی نہ تھے۔ ان کے لئے عقیدہ توحید کافی ہے۔ اگر کفر کی وجہ سے استغفار سے ممانعت ہوئی تو زیارت قبر کی بھی اجازت نہ ملتی' فرمایا گیا ﴿**وَلَا تَـقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اَبَدًا**﴾ حضور ﷺ اس سے بھی نفیس ہیں کہ نور الٰہی سے پیدا ہوئے۔

ایمان تین قسم کا ہے' ایمان میثاقی' ایمان فطری **فِطْـرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَـلَيْهَا** نیز فرمایا گیا **کُـلُّ مَـوْلُـوْدٍ عَـلَی الْفِطْرَةِ** ان دونوں ایمانوں میں صرف عقیدہ توحید کافی ہے۔ ایمان تبلیغی' اس ایمان میں تمام عقائد ضروری ہیں' مگر یہ ایمان اس کے لئے ضروری ہے جس کو نبی کی تبلیغ پہنچے۔ ہاں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں والدین کو زندہ فرما کر مشرف بہ اسلام کیا (دیکھو شامی اور شمول الاسلام اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل) یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ بعد موت ایمان والدین قبول ہوا۔ غیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ ان دونوں حضرات کو صحابیت کا شرف بخشنے کے لئے تبلیغی ایمان تعلیم فرمائی گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ کا نور مقدس حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس مدتوں ظہور فرماتا رہا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ایک سو تہتر برس تک آپ اس سے مستنیر ہوتے رہے پھر جناب قیذار' حمل' نابت' اسمیع' ادد' روعدنان' معد' نزار' مفر' خدارا' الیاس' مدرکہ' خزیمہ' کنانہ' نضر' مالک' فہر غالب' کعب' مرہ' کلاب' قصی' عبدالمناف' ہاشم' عبدالمطلب' سے ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کے پاس ظہور پذیر ہوا۔

عجیب درخت اور کاہنہ عورت:

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا ایک عظیم الشان درخت زمین سے ظاہر ہو رہا ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ بڑھتا چلا گیا۔ اس کی شاخوں نے آسمان کو چھولیا ہے اور عرض میں مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔ اس کے پتے آفتاب سے زیادہ چمک رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ عرب و عجم کے رہنے والے اس درخت کے سامنے جھک گئے ہیں اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس کی شاخوں سے لپٹ گئے ہیں اور کچھ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں لیکن جب وہ اس خیال سے اس کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت نوجوان ان کو روک دیتا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت نوجوان آج تک نہیں دیکھا۔ اس نوجوان کے جسم سے ہر طرف خوشبو پھیلتی جا رہی ہے۔ میں نے چاہا کہ عظیم الشان درخت سے لپٹ جاؤں مگر نہ پہنچ سکا۔

میں نے اس خوبصورت نوجوان سے پوچھا تو اس نے کہا قسمت والے لپٹ گئے ہیں۔ یہ لفظ سُن کر میں بیدار ہو گیا اور خواب کی تعبیر دینے والی ایک مشہور عورت کے پاس جا کر خواب بیان کیا۔ خواب سُنتے ہی اس کا چہرہ بدل گیا اور گھبرا کر بولی تیری پشت سے ایک شخص ہوگا جو مشرق و مغرب کا شہنشاہ ہوگا اور پوری دنیا اس کے آگے جُھک جائے گی۔

حضرت عبداللہ کے پاس:

جس وقت وہ نور حضرت عبداللہ کے پاس منتقل ہو گیا تو کئی عجائبات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں میں بطحاء مکہ سے چل کر کوہِ شبیر پر چڑھ جاتا تو میری پشت سے ایک نور نکل کر دو حصے ہو جاتا' ایک حصہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پھیلتا چلا جاتا اور بصورتِ بادل مجھ پر سایہ کر دیتا۔ پھر آسمان کا دروازہ کھل جاتا اور وہ نور آسمان پر چڑھ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹ کر پھر میری پشت میں مل جاتا اور جب میں زمین پر بیٹھتا تو زمین سے آواز آتی 'اے وہ ذات ! جس کی پشت میں حضور ﷺ کا نورِ مقدس ہے آپ پر میرا

سلام ہو!' اور جب میں کسی خشک درخت اور کسی خشک جگہ پر بیٹھتا تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتے اور اپنی ہری بھری ٹہنیاں مجھ پر ڈال دیتے اور جب میں لات وعزیٰ اور دوسرے بتوں کے پاس سے گذرتا تو بت چیخنا شروع کر دیتے اور کہتے کہ ہم سے دور ہو جا' تیرے اندر وہ چیز ہے جس کے ہاتھوں پر ہماری اور تمام دنیا کے بتوں کی ہلاکت ہوگی۔ آپ کے یہ عجائبات دُور دُور تک مشہور ہو گئے تو ستر یہودیوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک عبداللہ کو قتل نہ کریں ہم اپنی قوم کو منہ نہیں دکھائیں گے۔

ستّر یہودی:

حضرت عبداللہ کو قتل کرنے کی غرض سے ستّر یہودی مکہ میں آئے اور موقعہ تلاش کرتے رہے۔ ایک دن حضرت عبداللہ شکار کی غرض سے شہر کے باہر جا رہے تھے کہ انہی ستر یہودیوں نے اپنی زہر آلود تلواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا۔ ایک رنگا رنگ فوج گھوڑوں پر سوار اچانک آسمان سے اُتری اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے یہودیوں کو ختم کر دیا۔

اس واقعہ کو عبدِ مناف کے بیٹے حضرت واہب دیکھ رہے تھے۔ یہ کرامت دیکھ کر انہوں نے مکمل ارادہ کر لیا کہ اپنی لڑکی آمنہ خاتون کو عبداللہ کے نکاح میں دیں گے۔فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی برّہ بنت عزّیٰ کو اس عجیب واقعہ کی خبر دے کر کہا کہ عبداللہ قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان ہے۔ میں اپنی بیٹی آمنہ کے لئے اس سے زیادہ اچھا کوئی رشتہ نہیں پاتا۔ پھر حضرت برّہ کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے میری لڑکی آمنہ خاتون کو قبول کر لیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اس کو پسند فرمایا اور حضرتِ آمنہ' حضرت عبداللہ کے نکاح میں آ گئیں۔

امّ قتال:

یوں وہ نور حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہو گیا' سیکڑوں وہ عورتیں جو حضرت عبداللہ سے شادی کی خواہش رکھتی تھیں' مایوس ہو گئیں۔اُن میں سے ایک عورت (امّ قتال) نے جو سب سے زیادہ خواہش مند تھی' صبح سویرے حضرت عبداللہ کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ آپ نے

فرمایا کہ تو نے اعراض کیوں کیا؟ بولی جس نور کی طلب گار تھی وہ آج تیری پیشانی سے غائب ہے۔ اب مجھے تیری کوئی حاجت نہیں۔ یہ واقعہ سیرت ابنِ ہشام میں ہے۔
حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو مجھے اپنے جسم سے پیاری پیاری خوشبو آیا کرتی تھی۔

جانوروں کی مبارکبادیاں: سیرت حلبیہ میں ہے جب وہ نور حضرت آمنہ کے پاس تشریف لایا تو قریش کے مویشیوں نے اور چارپائیوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ آج رات دنیا کا سردار اپنی والدہ کے پاس آگیا۔ اسی رات تمام دنیا کے بادشاہوں کے تخت اُلٹ دیئے گئے۔ سب بت سرنگوں ہوگئے۔ روئے زمین کے تمام بادشاہ گونگے ہوگئے۔ ایک اعلان ہو رہا تھا کہ ابوالقاسم کا ظہور قریب ہوگیا ہے۔

نبیوں کی مبارک بادیاں:

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلا مہینہ گزرا تو میں نے بلند قد والا آدمی دیکھا، جس نے بڑی تسلّی کے لہجہ میں فرمایا کہ آمنہ تجھے خوشخبری ہو، تو نبیوں کے سردار کی حاملہ ہے۔ میں نے عرض کی آپ کون ہیں؟ اُنھوں نے کہا میں آدم علیہ السلام ہوں۔ دوسرے مہینے حضرت شیث علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے بھی مبارکباد دی۔ تیسرے مہینے نوح علیہ السلام، چوتھے مہینے حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں مہینے حضرت ہود علیہ السلام، چھٹے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں مہینے حضرت اسماعیل علیہ السلام، آٹھویں مہینے حضرت موسیٰ علیہ السلام، نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارتیں دیں۔
حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے ان نو ماہ میں کچھ بوجھ محسوس ہوا نہ کوئی چیز جو عورتوں کو پیش آتی ہے میں ان سے بالکل مبرّا اور صاف رہی۔

ابرہہ کا حملہ : حضور سید عالم ﷺ کے ظہور سے صرف باون دن پہلے ابرہہ جو شاہِ حبش نجاشی کی طرف سے یمن کا گورنر تھا کعبہ شریف کی عظمت کو برداشت نہ کرسکا ایک بڑا

جنگی لشکر ہاتھیوں سمیت لے کر کعبہ شریف کو گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا۔ جب کعبہ شریف سے تین میل دور وادی محسّر میں پہنچا تو اس کے ہاتھی نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ آخر مجبوراً اسی جگہ لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا۔

عرب والوں کے لئے ہاتھی ایک عجیب چیز تھی۔ انہوں نے اس سے قبل ہاتھی کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس بڑے لشکر کی سطوت وشوکت سے گھبرا کر اہلِ مکہ پہاڑوں میں جا چُھپے۔ صرف حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے چند افراد جن کی تعداد بمشکل بارہ افراد تک پہنچتی تھی باقی رہ گئے اور ابرہہ کے اس عظیم لشکر سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

ابرہہ کے ساتھی اور اونٹ:

اسی دوران میں ابرہہ کے کچھ لشکری اہل مکہ کے مویشیوں کے ساتھ حضرت عبدالمطلب کے چند اونٹ بھی لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب اکیلے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر ابرہہ کے پاس پہنچ گئے۔ ابرہہ نے جب اس پیکر شرافت کو اپنی طرف آتے دیکھا تو استقبال کے لئے خیمے سے باہر نکل آیا اور نہایت احترام سے پیش آیا۔ اس نے کہا آپ کیسے تشریف لائے؟ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اہلِ عرب عبدالمطلب کے نام سے پُکارتے ہیں اور یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ تیرے لشکری میرے اونٹ لے آئے ہیں۔ وہ واپس دے دو۔ ابرہہ نے تکبّر آمیز قہقہہ لگایا اور کہا عبدالمطلب! اپنے کعبہ کی فکر کرو۔ اونٹ تو ایک حقیر چیز ہے۔ میں تمہارا کعبہ گرانے آیا ہوں۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ کعبہ کو بچانے کی کوشش کے لئے آئے ہوں گے اور اُسے نہ گرانے کی درخواست کرو گے، تمہیں تو اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔

ابرہہ کی بات سُن کر حضرت عبدالمطلب نے کیا نفیس جواب دیا 'اے ابرہہ! مجھے کعبہ کی فکر کیوں ہو؟ کعبہ جانے' کعبے والا جانے' مجھے میرے اونٹ واپس کر دے'

ابرہہ آپ کا یہ صداقت انگیز جواب سُن کر خاموش ہو گیا اور اونٹ واپس کر دیا۔

آپ اونٹوں کو لے کر گھر واپس تشریف لائے اور حضور ﷺ کی والدہ حضرتِ آمنہ کو ساتھ لے کر کعبہ شریف میں حاضری دی اور دُعا کی' اے کعبہ کے مالک! اے چودہ طبق کی کائنات کے خالق! تو سمیع وبصیر ہے' تو علیم وخبیر ہے۔ تو جانتا ہے کہ ایک دشمن تیرے مقدس گھر کو گرانے کی نیت سے آیا ہے' الٰہی تو نے مجھے بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں ایک نور چمکے گا۔ الٰہی! اگر وہ نور آمنہ کے پیٹ میں ہے تو: اُسی کے واسطے سے ہم دُعا کرتے ہیں' اے مالک! تیرے سوا ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ اے مالک بچالے یورش دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو بچالے آلِ اسماعیل کے سامانِ عزّت کو'

صبح سورج کے طلوع کے ساتھ ہی ابرہہ کعبہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگا۔ ادھر حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگی ہوئی دُعا فوراً قبول ہوگئی۔ پروردگارعالم نے ابابیلوں کے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ لشکر ابرہہ کی کعبہ پر چڑھائی کا منظر حضرت عبدالمطلب اپنے خاندان سمیت ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر دیکھ رہے تھے۔ جونہی لشکر کے ہاتھی کعبہ کے قریب آئے تو سب کے سب عظمتِ کعبہ کے سامنے سجدے میں گِر گئے۔ مہابت ہاتھیوں کو مارتے ہیں' اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر:

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش تک نہیں کرتے
خُدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطان سے نہیں ڈرتے

اور ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا وہ تو بالکل اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ابرہہ یہ صورت دیکھ کر بہت گھبرایا اور فوج پیدل کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔

ابھی اس نے یہ حکم دیا ہی تھا کہ پروردگار عالم کا لشکر جدہ کی طرف سے نمودار ہوا۔ چھوٹے چھوٹے ہزاروں ابابیل منہ میں تین تین کنکریاں اور ایک ایک کنکری پنجوں میں لے کر ابرہہ کے لشکر پر آ گئے اور سنگریزوں کی بارش شروع کردی۔

قدرتِ خداوندی کہ ہر کنکر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس سے وہ مارا جاتا تھا۔ جب کنکر جسم پر پڑتا تو جسم کو چیر کر پاؤں کی طرف سے نکل جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان لشکر چند منٹوں میں تباہ وبرباد کردیا گیا' قرآن کریم نے اس واقعہ کو کتنے شاندار

طریقہ پر بیان فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے: ﴿اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ؕ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَهُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ فَجَعَلَهُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ؕ﴾ اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ (اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے ﴿اَلَمۡ تَرَ﴾ کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے) کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کے مکر وفریب کو ناکام نہیں بنادیا اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے اُن پر ہر سمت سے پرندوں کی ٹکڑیاں جو برساتے تھے اُن پر کنکر کی پتھریاں، پس بنا ڈالا اُن کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ ۔۔۔اسی لئے عرب والے اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں۔

ظہورِ نور:

جب نور کے ظہور کا وقت قریب آیا، رات جارہی تھی اور صبح آرہی تھی۔ پیر کا دن تھا۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مختصر جماعت کو آسمان سے اُترتے دیکھا جن کے پاس تین سفید جھنڈے تھے۔ اس جماعت نے ایک جھنڈا میرے گھر کے صحن میں گاڑ دیا ایک کعبہ کی چھت پر اور ایک بیت المقدس پر کھڑا کر دیا۔

اس سہانی رات میں آسمان کے ستارے قریب آرہے تھے۔ ان ستاروں کی روشنی نے تمام دنیا کو نور سے بھر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل رہے تھے۔ میں گھر میں اکیلی تھی۔ عبدالمطلب طوافِ کعبہ کو گئے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو میرے دل پر مَل رہا تھا۔ اس کے اثر سے میری بے چینی زائل ہوگئی۔ بعد میں مَیں نے غور سے دیکھا کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا۔ مَیں اُسے دودھ سمجھ کر پی گئی۔ وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر میرے پاس چند عورتیں آئیں۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟

ان میں سے ایک نے کہا کہ میں مریم عیسیٰ کی والدہ ہوں۔ دوسری نے کہا کہ میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں، تیسری نے کہا کہ میں ہاجرہ ہوں۔ باقی سب حوریں ہیں۔ ہم

سب آپ کی خدمت کے لئے آئی ہیں۔ پھر ایک آواز آئی جس سے میں پریشان ہوگئی۔ دیکھا تو ایک سفید ریشم کی چادر آسمان اور زمین کے درمیان لٹک گئی۔ ایک پُکارنے والے نے کہا کہ اس کو دنیا کی نگاہوں سے چُھپا لو۔ آسمان سے عورتیں اُتر رہی تھیں جن کے ہاتھوں میں سفید آفتابے تھے پھر بادل کا سفید ٹکڑا جس میں سبز رنگ کی چڑیاں جن کی چونچیں یاقوت کی مانند سرخ نظر آئیں۔ یہ دیکھ کر میرا بدن پسینہ پسینہ ہوگیا۔ جو قطرہ ٹپکتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ مشرق ومغرب، زمین وآسمان ایک دم روشن ہوگئے حتیٰ کہ شام کے محلات اور بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں۔ اس نور کا منبع میرا وجود تھا، اطراف عالم میں اعلان ہوا کہ محمد ﷺ پیدا ہوگئے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

فضیلت شبِ ولادت:

علامہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ شب ولادت سید عالم ﷺ شبِ قدر سے افضل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہ ہیں: (۱) شبِ ولادت آپ کی ذات گرامی کے ظہور کی رات ہے اور شبِ قدر آپ کو عطا کی گئی اور اس مسئلہ میں کسی کو بھی نزاع نہیں ہے اسی اعتبار سے شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہے۔ (۲) شبِ قدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہے اور شبِ ولادت آپ کے ظہور کی وجہ سے مشرف، اور وہ ذات جس کی وجہ سے شبِ ولادت کو فضیلت دی گئی، یقیناً ان صفات سے افضل ہے جن کی وجہ سے شبِ قدر کو فضیلت دی گئی، لہذا شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہوئی (۳) لیلۃ القدر میں صرف امت محمد ﷺ پر فضل واقع ہوا ہے اور شبِ ولادت میں تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ لہذا آپ کی وجہ سے تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام ہوئی ہیں۔ لہذا شبِ ولادت کا نفع زیادہ ہے اور یہی افضل ہے۔

حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کے لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿**قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا** ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ خوشیاں مناؤ **فَلْيَفْرَحُوْا** فرحت سے ہے یعنی خوشی۔ تو رحمت کی آمد پر خوشی منانا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔

امام قسطلانی کی تصریح: امام قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: **وما زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده ﷺ ويعملون الولائِمَ ويتصدقون فی لياليه بانواع الصدقٰت ويظهرون السرور ويزيدون فی المنيرات ويعظمون بقراءة مولده الكريمه ويظهر عليهم بركاته كل فضلٍ عميم ومما جرب فی خواصه انه' امان فی ذٰلك العام وبُشریٰ عاجلة بليل البغية والمرام فرحم الله امرا اتخذ ليالی شهر مولده المبارك اعيادًا ليكون اشد علةٍ علیٰ من فی قلبه مرض واعياءُ داءٍ**۔ آپ کی ولادت پاک کے مہینے میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ محفلِ میلاد مناتے چلے آئے ہیں اور اسی خوشی میں کھانا پکا کر کھاتے رہے ہیں اور دعوت طعام کرتے آ رہے ہیں اور ان مبارک راتوں میں قسم قسم کے صدقات سے وہ صدقہ دیتے رہے ہیں اور اظہارِ سرور فرحت کرتے چلے آئے ہیں اور اس نیک کام میں حتی الوسع زیادہ کوشش کرتے آئے ہیں۔ اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ظاہر ہوتا رہا ہے اور ولادتِ باسعادت کے ایام میں محفلِ میلاد منانے کے خواص میں سے یہ امر مجرب ہے کہ اس سال میں امن وامان رہتا ہے اور ہر مقصود اور مراد پانے میں جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں فرمائے کہ جس نے ماہِ ولادت کی راتوں کو عید بنالیا۔

سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافلِ میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے علمائے سلف کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔

جس طرف چشم محمد کے اشارے ہوگئے　　　جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہوگئے

میلادِرسول کا اہتمام:

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے **لولاك لما خلقت الافلاك** اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا۔ **لولاك لما خلقت الدنیا** اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے زمین کا فرش بچھا دیا' رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آسمان کا شامیانہ لگا دیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے چاند وسورج کے چراغ جلا دیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے ستاروں کی قندیلیں روشن کر دیں۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آبشار کے نغمے جاری کر دیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے دریا کو رواں دواں کر دیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے کائنات کو اپنی نعمتوں سے آراستہ کر دیا۔ یہ زمین بھی میلاد والی زمین ہے' یہ آسمان بھی میلاد والا آسمان ہے' یہ چاند سورج بھی میلاد والے ہیں۔ اب اگر کسی کو میرے رسول کی میلاد سے اختلاف ہو تو اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دے۔ اس میلاد والے آسمان سے کہیں دور نکل جا اور کوئی دوسرا سورج تلاش کرو جو رسول کی میلاد والا نہ ہو۔ یہ ساری کائنات اور افلاک کی تخلیق اسی وجہ سے ہوئی کہ رسول کی میلاد مقصود تھی۔

میرے رسول کی میلاد کے صدقے میں کسی کو نبوت ملی' کسی کو ولایت ملی' کسی کو قرآن ملا' کسی کو انجیل ملا' کسی کو زبور عطا ہوئی' کسی کو توریت ملی ۔۔۔اور ہم سب کو رسول کی غلامی مل گئی۔ رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت مل گئی۔ ایمان والوں کو ایمان ملا اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت مل گئی ۔۔۔ یہی ذکر میلادِ مصطفیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول کی میلاد کا ذکر کرنا سنتِ کبریا ہے اور ذکر کا سُننا سُنتِ انبیاء ہے۔

نور اور تاریکی: نور کہتے ہیں روشنی کو' اس کے مقابل جو چیز آئے وہ تاریکی ہے۔ نور کی دو قسمیں ہیں ایک نور عقلی ہے اور ایک نور حسّی ہے۔ نور حسّی یہ ہے جسے آپ دیکھ

رہے ہیں مشاہدہ فرمارہے ہیں، یہ بلپ جل رہے ہیں یہ نورِ حسّی ہیں۔ نورِ عقلی یہ ہے مثال کے طور پر علم نور ہے اس کے مقابلے میں جہالت تاریکی ہے۔ حیاء نور ہے بے حیائی تاریکی ہے۔انصاف نور ہے بے انصافی تاریکی ہے۔اچھے اخلاق نور ہیں بداخلاقی تاریکی ہے۔ ہر خوبی کے مقابلے میں جو بُرائی ہے وہ تاریکی ہے۔۔ یقیناً تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور آ گیا۔۔۔نورِ حیاء بھی آیا، نورِ انصاف بھی آیا، نورِ علم بھی آیا، نورِ فضل وکمال بھی، نورِ جاہ وجلال بھی آیا، نورِ حسن وجمال بھی، نورِ جود ونوال بھی آیا، نورِ ہر ہر کمال بھی۔

نور کا کام ایک عام تاریکی کو دور کردینا ہے۔ آفتاب تمھارے رنگ کو بدلنے کے لئے نہیں آتا، آفتاب تمہارا رنگ دکھانے کے لئے آتا ہے۔آفتاب کا کام ہی ایسا ہے جو چُھپے ہوئے لوگ ہیں اُن کو چَھپا دیا جائے۔ نور کا کام ہے امتیاز دے دینا، نور کا کام ہے دھوکے اور فریب سے بچالینا۔۔ اب نور آ گیا ہے۔ اب کوئی فریب نہ دے سکے گا، کوئی اب اپنے کو چُھپا نہ سکے گا۔ اسی لئے میرے رسول نے تمام فریبوں کے چہرے سے نقاب اُلٹ دیا۔ تمام منافقین کے دلوں کی حرکت کو ظاہر فرما دیا، چُھپے ہوئے کو چَھپا دیا۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری علامہ ابن حجر عسقلانی اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری علامہ بدر الدین عینی میں ایک واقعہ ہے جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر رسول نے کہا، **اخرج یا فلاں فانك منافق** اے فلاں تو میری محفل سے نکل جا، تو منافق ہے۔ **اخرج یا فلاں فانك منافق** اے فلاں تو بھی میری محفل سے نکل جا، تو بھی منافق ہے۔۔۔ جب تک چُھوٹ دینے کا حکم تھا چُھوٹ دیتے رہے اور جب نکالنے کا حکم ہوا، ایک ایک کو نکالتے رہے۔ منافقین خاموشی سے نکلتے چلے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ علیم وخبیر کی بات ہے۔ یہ علم والے کی بات ہے۔ خیریت سے نکل چلو، اگر حجت کریں گے تو ابھی نفاق کھلا ہے دوسرے عیب بھی کھل جائیں گے۔ اب منافق اپنے کو چُھپا نہیں سکتا، نور آ گیا۔ نور دل کی حرکتوں اور نفاق کو ظاہر کردے گا۔ ایسے کلمہ پڑھنے والوں اور ایسے نماز پڑھنے والوں کو مسجد سے نکالنا یہ رسول کی سنّت ہے۔(خطبات برطانیہ)

آنکھ والوں سے اے بے بصر پوچھ لے میرا سرکار نور علیٰ نور ہے

ذکرِ ولادت (ذکرانبیاء) اورسلام :

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم/۱۵) (حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا) سلامتی ہے اُن کی پیدائش کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں۔

پیدائش، وفات اورحشر کے دن انسان کے لئے خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کا اکرام فرمایا کہ انھیں ان تینوں اہم موقعوں پر امن وسلامتی عطا فرمائی۔

﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم/۳۳) (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا) اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مَروں (وفات پاؤں) اور جس دن زندہ اُٹھایا جاؤں۔

معلوم ہوا کہ نبی ولادتِ زندگی، وفات، حشر ہر جگہ اللہ کے امن وسلامتی میں رہتے ہیں۔ انبیائے کرام اپنے انجام سے باخبر رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رب کی نعمت کے اظہار کے لئے اپنے فضائل بیان کرنا نبی کی سنت ہے۔

ذکرِ ولادت اور ذکرِ وفات کے موقعوں پر سلام بھیجنا انبیاء کی سنت ہے۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۚ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (صٰفٰت/۸۰) اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے اُن کا ذکرِ خیر چھوڑا (باقی رکھا)۔ سلام ہو نوح پر سارے جہاں والوں میں۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنے والی اُمتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی شہرت اور نیک نامی کو باقی رکھا۔ ہر قوم آپ کی ثناخواں اور ہر اُمت آپ کی تعریف کرتی ہے چنانچہ آپ کے بعد کے انبیاء کرام آپ کی حمد وثناء کرتے رہے اب بھی اُن کا ذکرِ خیر جاری ہے۔

معلوم ہوا کہ بعد وفات ذکرِ خیر دُنیا میں رہنا اللہ کی رحمت ہے۔ لوگ اپنا ذکرِ خیر باقی

رکھنے کے لئے بڑی کوششیں کرتے ہیں مساجد' کوئیں' پُل' مسافر خانے' دینی مدارس' کتب خانے وغیرہ بناتے ہیں' کتابیں لکھی جاتی ہیں۔

فرشتے' جنات' جانور' انسان تا قیامت نوح علیہ السلام کوسلام عرض کرتے ہیں۔ نیک کاروں (محسنین) کا ذکرِ خیر باقی رہتا ہےفرشتے انھیں سلام بھی کرتے رہتے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الصفٰت/١١٠) اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے اُن کا ذکرِ خیر چھوڑا۔ سلام ہوابراہیم پر' نیکی کرنے والوں (محسنین) کوہم اسی طرح بدلہ (اجر) دیتے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ۔ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الصفٰت/١٢١) اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے ان دونوں کا ذکرِ خیر چھوڑا۔ موسیٰ اور ہارون پرسلام ہو' بیشک ہم نیکی کرنے والوں کواسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الصفٰت/١٣١) اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے اُن کا ذکرِ خیر چھوڑا۔ سلام ہوالیاس پر' بیشک ہم نیکی کرنے والوں (محسنین) کواسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

﴿وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الصفٰت/١٨٢) اورسلام ہو پیغمبروں پر' اورسب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جوسب جہانوں کا رب ہے۔

اس سے دومسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ انبیاء کرام کوعلیہ السلام کہنا چاہئے' جیسے موسیٰ علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام۔ کسی اور بزرگ کے نام پرعلیہ السلام نہ کہا جائے جیسے امام حسین علیہ السلام' کیونکہ علیہ السلام نبیوں کے لئے ہے۔

دوسرے یہ کہ حضور ﷺ پرسلام بھیجنا **یانبی سلام علیك یا السلام علیك ایها النبی** جائز ہے۔ (کنزالایمان' تفسیرنورالعرفان)

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ (النمل/٥٩) (اے حبیب) آپ فرمائیں سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اورسلام اُس کے منتخب بندوں پر۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب اُس کی حمد کی جائے تو ان پاک ہستیوں

(حضور ﷺ کے صحابہ' اہل بیت اطہار) پر بھی درود وسلام کے گلہائے رنگین نچھاور کئے جائیں۔ علمائے کرام جب بھی تقریر شروع کرتے ہیں یا خطبہ دیتے ہیں یا کوئی کتاب تالیف کرتے ہیں تو اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے اور اس کے نبی کریم ﷺ پر درود وسلام سے کرتے ہیں۔ **الحمد لله** بھی کہا کریں اور **یانبی سلام علیك** بھی کہا کریں کیونکہ سلام کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے نماز کے شروع میں کہتے ہیں **الحمد لله** اور آخر میں کہتے ہیں **السلام علیك ایها النبی** ۔ اور حضور ﷺ کے طفیل سارے منتخب بندوں کو سلام کیا جاتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(الاحزاب/ ٥٦) بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو ! تم بھی (بڑے ادب ومحبت سے)ان پر درُود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

احادیث میں ہے کہ دُرود مکمل کرنے کے لئے آل پاک کا ذکر بھی چاہئے۔ نماز میں آل پاک پر بھی دُرود پڑھا جاتا ہے۔ دُرود کامل وہ ہے جس میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں۔ التحیات میں سلام پڑھا جاتا ہے اور درُود ابراہیمی میں نبی اور آل نبی پر دُرود بھیجا جاتا ہے۔ جب بھی حضور ﷺ کا اسمِ مبارک لیا جائے (نبی کا ذکر کیا جائے) درود شریف پڑھے۔ جب نام گرامی لکھے تو ساتھ درود پاک لکھے' اسم مبارک سُنا جائے تو دُرود شریف پڑھا جائے۔

ان تمام آیات کا حاصل یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے نبی پر درود وسلام بھیجا جائے۔ انبیائے کرام کی ولادت' وفات' سیرت اور فضائل کا ذکر جب بھی کیا جائے سلام عرض کیا جائے۔

طلوع آفتاب مطلع نبوت ورسالت

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبہ۹/ ۱۲۸)

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

حُبّ محمد ﷺ :

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر نوازا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا، الٰہی تو نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسا مقام عطا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا۔ **فخذ ما اٰتینك وكن من الشاكرين ومت علىٰ توحيد وحب محمدٍ** ﷺ ، جو تم کو دیا گیا اس پر شکر کرو اور زندگی کے آخری لمحات تک توحید اور محمد ﷺ کی محبت پر رہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یا اللہ! محمد ﷺ کی محبت تیری توحید کے ساتھ ضروری ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لولا محمد وامته لما خلقت الجنة ولا النار ولا الشمس ولا القمر ولا الليل ولا النهار ولا ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ولا اياك** اگر محمد اور اس کی اُمت نہ ہوتی تو میں جنت، دوزخ، سورج، چاند، رات، دن، فرشتے، انبیاء کسی کو پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

حدیث قدسی ہے **لولاك لما اظهرت الربوبية** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا۔

حضورﷺ کی تشریف آوری:

اس آیت کریمہ میں حضورانور ﷺ کے سات صفات عالیہ کا ذکر ہوا۔ تشریف آوری‘ سب کے پاس تشریف آوری‘ شاندار رسالت‘ سارے مومنوں کی نفسوں یعنی جانوں سے ہونا‘ مومنوں کی تکلیف سے آپ کودُکھ ہونا‘ مومنوں پر حریص ہونا‘ اُن پر رؤف رحیم ہونا۔

کفار ہمیشہ سے تمام صفات عالیہ کے منکر رہے اور منکر ہیں۔ مسلمانوں کے بہت سے فرقے حضور ﷺ کی ان صفات میں سے بعض کے انکاری ہوئے اور ہیں۔ ان وجوہ سے رب تعالیٰ نے اُسے حرف تاکید 'لقد' سے شروع فرمایا۔ انکار سخت تھا تو تاکید بھی قوی لائی گئی۔

تشریف آوری کی خبر دینے میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک تو حضور ﷺ کی شان کا اظہار‘ دوسرے مسلمانوں پر احسان۔ جب حکومت کا وزیر خاص کہیں بھیجا جاتا ہے تو اُس کی خبر پہلے دی جاتی ہے۔ وہاں پہنچنے پر دھوم مچ جاتی ہے کہ وہ آ گئے وہ آ گئے۔ آمد محبوب سے پہلے جو نبی تشریف لائے حضور کی بشارت دیتے۔ ان کی دعائیں مانگتے‘ اُن کے گن گاتے آئے‘ گذشتہ کتابوں نے آمد کی دھوم مچائی۔ آخری کتاب نے قیامت تک کے لئے اُن کی تشریف آوری کی دھوم مچا دی کہ نمازی نماز میں‘ قاری تلاوتِ قرآن میں ان کا میلادخواں رہے۔ حق تو یہ ہے کہ اسلام کی ہر عبادت میں ذکر میلاد ہے

مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ وہ محبوب سے مشرف ہوئے‘ ورنہ پچھلی اُمتیں اور ان کے نبی تمنائیں ہی کرتے رہے۔ ہر نمازی نماز میں میلاد پڑھتا ہے کہ جماعت میں قیام بھی ہوتا ہے مجمع بھی ہاتھ باندھے صف بستہ قیام بھی کرتا ہے اور ذکر آمد محبوب بھی‘ یہ ہی میلاد کی حقیقت ہے۔

قرآن مجید میں ہم لوگوں کے لئے خلق یا بدع ارشاد فرمایا جاتا ہے یعنی پیدا کرنا‘ ایجاد کرنا‘ مگر حضور انور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے لئے تین لفظ ارشاد ہوتے ہیں ﴿ جآء ‘ ارسل اور بعث ﴾۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت ہیں جو بطور تحفہ مخلوق کو دیئے گئے' مسلمانو یہ خدائی تحفہ تمہارے پاس آیا ہے نہ کہ کفار اور منافقین کے پاس ۔۔۔ بڑی نعمت بڑوں کو ملتی ہے۔ نیز آپ کا دنیا میں آنا ایسا ہے جیسے کسی حاکم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہو کر آنا کہ وہ پہلے سے ہی منجانب حکومت افسر تھا جگہ کی تبدیلی ہوئی' ایسے ہی حضور ﷺ عالمِ ارواح میں رسول تھے۔ سارے نبیوں کو فیوض دے رہے تھے خود فرماتے ہیں **کنت نبیا وآدم بین المآء والطین** ہم اُس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے درمیان تھے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آپ شمس ہیں باقی سب تارے' دیکھو قصیدہ بردہ :

فانك شمس فضلهم كواكبها يظهرن انوارها للناس فى الظلم

سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی چمکیلا ہی تھا طلوع ہو کر ادھر متوجہ ہو گیا۔ طلوع سے پہلے چاند تاروں کے ذریعہ دنیا کو نور دے رہا تھا۔ حضور ﷺ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ انبیاء دنیا کو فیض دے رہے تھے ان وجوہ سے حضور کی تشریف آوری کو جآء سے بیان فرمایا' خلق یا ابدع نہیں فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی' رہائش ظاہری مدینہ منورہ میں رہی' مگر جلوہ گری اور تشریف آوری ہر مومن کے سینہ میں ہے جیسے سورج رہتا ہے چوتھے آسمان پر مگر چمکتا ہے سارے جہان پر' پھر سورج روشنی تو سارے جہان کو دیتا ہے۔مگر دانے کھیت میں' پھل باغ میں پکاتا ہے' یونہی حضور ﷺ نے ہدایت سب کو دی' مگر ایمان' عرفان' ولایت' قربِ الٰہی کسی کسی کو۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ ساری مخلوق الٰہی کے نبی ہیں ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْراً﴾ ساری خلقت پر حضور کی اطاعت ضروری ہے مگر شریعت کے سارے احکام صرف انسانوں پر جاری ہیں اس وجہ سے خطاب صرف انسان سے ہوا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ کی وفات سے حضور کی ولادت یعنی ظہور ختم ہوا آپ کی تشریف آوری ختم نہیں ہوئی۔ حضور انور ﷺ تا قیامت ہر مومن کے پاس اس کے ساتھ ہیں جیسے سورج غروب ہو کر مٹ نہیں جاتا بلکہ چھپ جاتا ہے اور چھپنے کے بعد بھی نماز مغرب' عشاء ' تہجد' فجر کے اوقات بتاتا ہے۔ چاند تارے چمکاتا ہے طلوع ہو کر نماز اشراق' ظہر' عصر کے اوقات

بتا تا ہے۔ ذرّے چمکا تا ہے حضور انور ﷺ ظاہری حیات میں تھے تو صحابہ بنا رہے تھے پردہ فرمانے کے بعد اولیاء اللہ علماء دین بنا رہے ہیں۔

اس آیت سے حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ ﴿جَــآءَ كُـمْ﴾ میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور ﷺ بھی ہر جگہ موجود ہیں' دوم یہ فرمایا گیا ﴿مِـنْ اَنْـفُسِكُمْ﴾ تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی اُن کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا' کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی حضور ﷺ ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں:

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اے مسلمانو! تم سب کے پاس رسول تشریف لائے' کیسے آئے' ایسے آئے کہ ہر مسلمان کے دل میں ہیں' خیال میں ہیں' گھروں میں ہیں' قبر میں ہیں کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں ہے۔ تم جہاں بھی ہو رسول تمہارے پاس ہیں اور مسلمان تو ہر جگہ ہیں' رسول بھی ہر جگہ ہے۔ دیکھو التحیات میں حضور ﷺ کو ندا سے سلام ہے۔ معلوم ہوا کہ قلب مومن میں موجود ہیں (اشعۃ اللمعات باب التشہد) تنہا گھر میں جاؤ تو حضور ﷺ کو سلام کرو۔ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہیں۔ جب کان میں خود بخود آواز آئے درود شریف پڑھو' کیونکہ وہ حضور ﷺ کی آواز ہے (شامی' مدارج) جب قبر میں مردہ جائے' کہیں بھی مرے' کسی جگہ دفن ہو' حضور ﷺ کی زیارت۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ ہیں حجاب ہماری طرف سے ہے۔ بعض اولیاء ہر جگہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں۔

حضور ﷺ تمہاری جانوں سے زیادہ پیارے ہیں کہ تمام چیزیں جان پر قربان ہیں اور جان حضور پر۔ کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے۔ مال جسم کے لئے ہے' جسم جان کے لئے' جان آبرو کے لئے۔۔ اور یہ تمام چیزیں حضور ﷺ کی عظمت پر قربان ہونے کے لئے ہیں۔

اسی لئے حضرت علی' حضرت صدیق وطلحہ وحسان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی نماز عصر اور جان وجسم اور آبرو حضور انور ﷺ پر قربان کیں۔ ان کے واقعات مشہور ہیں۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

محمد ابن عبداللہ کا آنا سب نے مانا' مگر **محمد رسول اللہ** کا آنا کفار نے نہ مانا' ابولہب اور ابو طالب نے بھتیجہ ہونے کی حیثیت سے ولادت کی خوشی کی اور خدمت انجام دی نہ کہ رسول ہونیکی حیثیت سے' ورنہ وہ صحابہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول ماننا معتبر ہے۔ بشر یا بھائی مان کر لاکھ نعت لکھنا اور خدمات کرنا بیکار رہے۔ جیسا کہ ابو طالب نے نعتیں لکھیں' مگر ایسی بیکار ہوئیں کہ جب ان کا انتقال ہوا تو فرزند ارجمند سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں **ان عمك الشيخ الضال قد مات** آپ کے گمراہ چچا نے وفات پائی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں **وروا اباك فى التراب** جاؤ اپنے باپ کو مٹی میں داب دو۔ ابو طالب کے کفر کیوجہ سے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنا باپ نہیں کہتے اور حضور ﷺ اپنا چچا نہیں کہتے۔

نبوت ورسالت حضور ﷺ کے مشہور ترین صفات ہیں حتیٰ کہ کلمہ طیبہ میں آپ کا ذکر صفت رسالت سے ہے ﴿**محمد رسول الله**﴾ (جانِ عالم) محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (اللہ کی طرف سے فرمان رساں) ہیں' ہمارے رسول ایسے شاندار اور عظمت والے رسول ہیں کہ وہ رسولوں کے بھی رسول ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے میثاق کے دن تمام رسولوں سے حضور انور ﷺ پر ایمان لانے' آپ سے تعاون کرنے کا عہد و پیمان لیا ﴿**لَتُؤمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه**﴾ سارے رسولوں نے معراج کی رات حضور انور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سر عیاں ہو معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

حضور ﷺ سب کے رسول ہیں۔۔ ہم گنہگار کہیں کہ ہمارے رسول' متقی پرہیزگار کہیں ہمارے رسول' اخیار وابرار کہیں ہمارے رسول' بلکہ خود رب غفار وستار کہے

ہمارے رسول یعنی خدا کے رسول، خدائی کے رسول۔ وہ رسول تم انسانوں میں سے آئے ہیں جس سے انسانیت کو فخر ہو گیا۔

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے　　بے نور تھا خرد کا ستارا تیرے بغیر

اللہ تعالیٰ کا تم پر یہ بھی فضل ہے کیونکہ جن اور فرشتے اپنی لطافت کی وجہ سے نہ انسانوں کو نظر آئیں نہ اُن سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ایسی ذات کی ضرورت تھی جو صورتاً بشر ہو اور سیرت میں فرشتوں سے بھی افضل تا کہ رب تعالیٰ سے لے سکے اور ہم کو دے سکے۔ صوفیاء کے نزدیک نفس بمعنیٰ روح اور جان ہے یعنی وہ تم میں ایسے آئے جیسے روح جسم میں آتی ہے۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اے انسانو تم میں سے نفیس ترین جماعت میں سے آئے کہ اُن کا ملک سارے مُلکوں سے افضل، اُن کا خاندان سارے خاندانوں سے افضل، اُن کے ماں باپ سارے جہان کے غیر نبی ماں باپ سے افضل، اُن کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے افضل، اُن کی آل پاک تمام رسولوں کے آل اولاد سے نفیس ترین، اُن کی امت تمام رسولوں کی اُمت سے بہترین اُمت ہے۔ اُن کا قانون قانون الٰہی، اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اُن کا بولنا خدا کا بولنا، اُن کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، اُن کا پھینکنا خدا کا پھینکنا، اُن کی بیعت خدا کی بیعت، اُن کا دین تمام دینوں سے افضل، اُن کا شہر تمام شہروں سے افضل، ان کا گھر خدا کا گھر، حضور ﷺ کی کتاب تمام کتابوں سے افضل ہے نیز حضور ﷺ کا زمانہ ولادت تمام زمانوں سے بہتر ہے اُسے کہتے ہیں ربیع الاول یعنی پہلی بہار۔ چونکہ پہلی بہار عالم ارواح والی اس میں آئی، نام ہوا ربیع الاول، دوشنبہ فضلِ ایام ہے جو پانی حضور ﷺ کی انگلیوں سے بہا وہ زمزم سے افضل ہے۔ زمزم بھی اس لئے افضل کہ ایک نبی کے قدم سے نکلا اور حضور ﷺ نے معراج کی شب اس سے غسل کیا۔

مومنوں کی تکلیف سے رسول کو دُکھ ہونا:

حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی اُمت کے ساتھ رشتۂ محبت واُلفت یہ ہے کہ آقا کے قلب رحیم پر ہر وہ چیز جس سے اُمت کو تکلیف پہنچتی ہو گراں گزرتی ہے اور ہر وہ چیز جس سے اُمت کا بھلا ہو اس کے حضور بہت خواہشمند ہیں۔

حضور ﷺ کے نزدیک تمھاری فلاح و بہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے یا تمہارے وہ گناہ گراں ہیں جو تم کو مشقت یعنی دوزخ میں پہنچائیں' تم گناہ کرتے ہو تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں جسم کے کسی عضو کو چوٹ لگے تو روح بے چین ہو جاتی ہے۔ اُن کے ذمہ کرم پر تمہارے وہ گناہ جو تم کو مشقت میں ڈالیں کہ ان شآءاللہ وہ شفاعت سے بخشوائیں گے (روح البیان) اگر حضور ﷺ کو کسی کے دُکھ کی خبر نہ ہو تو اُمت کی مصیبت آپ کو ناگوار کس طرح گزرے؟ معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو مقروض وفات پائے اُس کا قرض ہم پر ہے' مگر جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ قربان جایئے کرم کے۔

حضور ﷺ کا امت پر خیر خواہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دین کے اندر کتنے امور ایسے ہیں جنھیں آپ نے صرف اس لئے قطعی طور پر لازم نہیں کرلیا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں۔۔۔جیسا کہ آپ کا فرمان ہے کہ اگر امت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں ہر فرض نماز کے ساتھ مسواک بھی فرض کر دیتا۔ اس حدیث پاک سے مسواک کی فرضیت تو رُک گئی مگر اس کی اہمیت واضح ہو گئی کہ کتنی ضروری ہے۔

ترمذی وابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کر دیتا (مشکوٰۃ المصابیح)

باجماعت نماز تراویح کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ حضور ﷺ نے محض امت کی مشقت اور طاقت کے خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے باجماعت نماز تراویح کا بھی اہتمام نہ فرمایا کہ کہیں یہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر سال یارسول اللہ! ۔۔۔ آپ خاموش رہے۔ حتیٰ کہ اُس شخص نے تین بار یوں ہی کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم** (مشکوٰۃ المصابیح) اگر میں ہاں فرما دیتا تو حج (ہر سال کے لئے) واجب ہو جاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو تکلیف و مشقت سے بچانے کے لئے فرض نمازوں میں پچاس سے پانچ تک تخفیف کروائی اور اجر و ثواب بھی پچاس نمازوں کے برابر دلایا۔

صوم وصال پر حضور ﷺ کا عمل تھا مگر صحابہ کو دیکھا تو روزے رکھنے سے منع فرما دیا ۔۔۔ صرف امت کو مشقت و تکلیف سے بچانے کے لئے آپ نے منع فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ جب نماز کی امامت فرماتے تو کسی بچے کی آواز یا رونے کی آواز سنتے تو قرأت کو مختصر فرما لیتے اور حکم فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو امامت کے منصب پر فائز کیا جائے تو اُسے چاہیے کہ قرأت طویل نہ کرے بلکہ اختصار سے کام لے۔ الغرض حضور ﷺ کے پیش نظر ہر وقت امت کی خیر خواہی تھی۔

ہماری ہر تکلیف سے رسول بے چین ہوتے ہیں اور ہماری ہر مشقت رسول پر گراں گزرتی ہے۔ حشر کو بھی جو مشکل مقام ہوگا ہمارے حضور ﷺ وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ایک صحابی نے عرض کی **یارسول الله فداك امي وابي** میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ اگر ہمیں آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تین مقام ہوں گے جہاں میں مل سکوں گا۔ میزان پر جہاں میری اُمت کے عمل تولے جا رہے ہوں گے وہاں میں پاس کھڑا ہوں گا۔ اگر کسی امتی کا عمل کم ہو جائے

تو اس کی کمی کو پورا کر دوں گا۔ صحابی نے عرض کیا' آقا' اگر ہم آپ کو وہاں نہ پائیں تو! حضور ﷺ نے فرمایا حوض کوثر پر ہوں گا۔ اُمت پیاسی ہوگی میں آب کوثر کے جام پلاتا رہوں گا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
ربّ ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق ہے اس کا' کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش' ان کا صدقہ دیتا وہ ہے' دلاتے یہ ہیں
اِنَّـا اَعْـطَيْـنـٰكَ الْـكَـوْثَـر ساری کثرت پاتے یہ ہیں
قصر دنیٰ تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

صحابی نے عرض کیا' یارسول اللہ! اگر ہم وہاں بھی نہ پائیں تو' سید عالم ﷺ نے فرمایا' پُل صراط پر کھڑا ہوں گا۔ جبریل علیہ السلام کے پَر بچھے ہوں گے اور میں دعا کرتا ہوں گا۔ رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِی' اے میرے رب میری امت کو سلامتی سے گذار دے۔ آپ اندازہ فرمائیں جب دُعا فرمانے والے سید الانبیاء ہوں تو غم کس چیز کا ہے

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریئے کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمد

مومنوں پر حریص :

حضور ﷺ کی ایک صفت حریص بھی ہے حرص کے معنیٰ ہیں دل نہ بھرنا۔ یہ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کی حرص بُری ہے علم کی حرص اچھی' عشق رسول اور خوفِ خدا کی حرص ایمان کی جان ہے۔ جو حرص حضور ﷺ کی صفت ہے اس کے معنیٰ ہیں دینے سے دل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے' حضور ﷺ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حضور ﷺ ایسے سخی داتا ہیں کہ دینے سے آپ کا دل نہیں بھرتا۔ حضور ﷺ نے ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دیا کہ اُن سے اُٹھ نہ سکا۔

کوئی مال کا حریص ہے' کوئی عزت و آبرو کا' کوئی اولاد پر حریص' کوئی اپنے آرام کا حریص ہے ......مگر حضور ﷺ اپنے غلاموں کے حریص ہیں۔ اسی لئے ولادت اور

معراج میں، نیز وفات کے وقت اور قبرِ انور میں اُمت ہی کو یاد فرمایا۔ ماں بچہ کو قیامت میں بھولے گی مگر مولیٰ نہ بھولیں گے۔ تمام راتیں جاگ کر گزاریں۔ کھڑے ہو کر رو رو کر اُمت کی شفاعت فرماتے رہے۔ سب اپنے لئے روتے ہیں مگر حضور ﷺ ہم گنہگاروں کے لئے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کی کئی صفات جلیلہ کا ذکر فرمایا ان میں یہ بھی ایک ہے کہ آپ امت کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھئے کہ حضور ﷺ کو امت مرحومہ سے کتنی اور کس قدر خیر خواہی ہے رب تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے کہ حضور ﷺ جن کی خاطر یہ بزم کائنات پر رونقیں سجی ہوئی ہیں وہ تمہاری بھلائی اور تمہارے ایمان کا حریص ہے کہ وہ چاہتا ہی نہیں کوئی اس کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے۔ وہ امت کی خیر خواہی پر اتنا حریص ہے کہ ہر وقت اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔ رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ ﴿**عَسَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا**﴾ (بنی اسرائیل ۷۹)

یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔۔۔ جس کی جلالت شان کو دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں تیری ثناگستری اور حمد وستائش میں مصروف ہو جائیں گی۔ مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **هو المقام الذى اشفع فيه لامتى** یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿**رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ**﴾ (ابراہیم۱۴/۳۶) (اے رب ان بُتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنھوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنھوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جُملہ کو دُہرایا ﴿**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ (الانعام۶/۱۱۸)

(اگرتو اُن کوعذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تُو ہی **عزیز وحکیم** ہے) پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی **امتی امتی ثم بکی** اے میرے رب میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر حضور ﷺ زاروقطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' **یا جبرئیل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضيك فی امتك ولا نسؤك** ۔ اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران امت بخش دیئے جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا آپ راضی ہوگئے ہیں؟ میں عرض کروں گا۔ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہوگیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں قرآن کریم میں سب سے زیادہ امیدافزا آیت ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اس بات کے خواہشمند (حریص) ہیں کہ تم سب ہدایت قبول کرلیں اور رب کے مطیع بن جائیں۔ تمہارا ایمان قبول کر لینا تمہارے ہی لئے مفید ہے۔ رسول صرف تمہاری خیرخواہی کے خواہشمند ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب کے اسی جذبہ محبت واُلفت کا اظہار آپ کی زبان مبارک سے کہلوا رہا ہے۔ ﴿**قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا**﴾ (الفرقان ۲۵/ ۵۷)

فرما دیجیئے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس (خیر خواہی) پر کچھ اُجرت مگر میری اُجرت یہ ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔۔۔یعنی اشاعتِ دین میں جو شب وروز مصروف ہوں' تمھارے طعنے سُن کر خاموش ہو جاتا ہوں' تمھاری اذیّت رسانیوں پرصبر کرتا ہوں۔ تمھاری گالیاں سُن کر دُعائیں دیتا ہوں۔ یہ سب کچھ جو میں کر رہا ہوں اس کے بدلہ میں میں تم سے کوئی معاوضہ کوئی اجر طلب نہیں کروں گا۔ میرا اجر یہی ہے کہ تم میں سے جو لوگ حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہیں وہ حق قبول کرلیں۔ ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ کی پیاری دلنواز تفسیر اس آیت نے فرما دی' یعنی تمہارا حق قبول کر لینا تمہارا راہِ ہدایت پر گامزن ہوجانا' ہر طرف سے مُنہ موڑ کر تمہارا طالب مولیٰ بن جانا ہی میری ان ساری جانکاہیوں' جانفشانیوں' دل گدازیوں اور مشقتوں کا بہترین صلہ ہے۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ الرؤف الرحیم وسلم۔**

رحمت عامہ ورحمت خاصہ:

حضور ﷺ رحیم تو سارے عالم پر ہیں یعنی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ مگر رحمت خاصہ یعنی رؤف ورحیم صرف مسلمانوں پر ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ساری دنیا کو ہے مگر روشنی اور پھل دونوں صرف باغوں کو دیتا ہے۔ بارش ساری زمین کو تری دیتی ہے مگر تری وسبزی دونوں نفیس زمین کو دیتی ہے یا موتی صرف سمندر کی سیپ کو۔

رؤف بنا ہے رافۃ سے بمعنیٰ مشقت اور مصیبتوں کا دفع کرنا۔ رحیم رحمت کا بمعنیٰ احسان کرنا' مفید چیزیں عطا کرنا بغیر استحقاق۔ رافۃ کا ذکر رحمت سے پہلے ہے کہ مضر چیزوں کا دفع پہلے ہوتا ہے مفید کی عطا بعد میں۔ بعض نے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے قرابتداروں' عزیزوں پر رؤف ہیں' اپنے دوستوں پر رحیم۔ یا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اس پر رؤف ہیں جو بغیر دیکھے آپ پر ایمان لائے ان پر رحیم (روح المعانی) یا پرہیزگاروں پر رؤف ہیں' گنہگاروں پر رحیم یا اس کے برعکس۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ثابت ہوا کہ رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں مگر یہی صفتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ صفات عطائی ہیں۔ رب تعالیٰ نے یہ دونوں نام اپنے حبیب کو عطا فرمائے ہیں کسی نبی کو رب تعالیٰ کے دو نام نہیں ملے۔

حضور ﷺ کی شانِ رحیمیت کا کیا کہنا کہ جن کے دُنیا میں تشریف لانے سے سسکتی ہوئی انسانیت کو نسیم بہار کے جھونکے نصیب ہوئے۔ جو انسانیت بے چارگی کے عالم میں پاؤں تلے روندی جا رہی تھی اسی پر چارہ ساز آفتاب تاب نے اپنے نور کی چمک ڈالی تو مظلومیت کی شکار انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔ رحمت مصطفوی کیا تھی؟ وہ تو ایک اُجالا تھا' ایک نور کا ہالا تھا جس کی نورانی کرنوں نے ساری کائنات کو روشن کر دیا۔ حضور ﷺ کی رحمیت ورحیمیت کا فیضان کس نے نہ پایا؟ آپ کی رحمت کا فیضان تو غیر مسلموں نے پایا۔ اگر کوئی کافر بھوکا بھی آجاتا تو آستان محمد ﷺ کے دسترخوان سے بھوکا نہ جاتا۔ حضور ﷺ کی مہربانیاں کس پر نہیں؟ کافروں مشرکوں نے حضور ﷺ پر ظلم وزیادتی کی انتہا کر دی مگر اپنی ذات کی خاطر کسی سے بھی بدلہ نہ لیا' بلکہ ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ حضور ﷺ کی مہربانیاں اپنوں پر ہی نہیں؟ مکہ والے قحط کی وجہ سے جانور کی ہڈیاں اور مُردار کھانے پر آ گئے' حضور ﷺ نے ان کے جبر وتشدد کو نہ دیکھا بلکہ ان کے لئے قحط سالی برداشت نہ کر سکے۔ دُعا کے لئے بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اُٹھا دیئے' دُعا کی برکت سے مکہ والوں کی قحط سے جان چُھوٹ گئی۔

حضور ﷺ اتنے مہربان کہ صحابیہ نے عرض کی کہ آقا! میری ماں کافرہ ہے وہ کچھ مانگتی ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں۔۔فرمایا' ہاں۔۔ تُو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔ حضور ﷺ کی مہربانیوں کا دروازہ کب بند ہوا؟ غزوہ خیبر کے موقع پر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا! کیا یہودیوں سے لڑ کر ان کو مسلمان بنالیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' نرمی کے ساتھ ان کے سامنے اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لے آئے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ کی مہربانیوں کے دروازے کسی پر بھی بند نہ ہوئے۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرما کر سب صحابہ سے مشورہ لیا' ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے لی تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا ہے اب ان کی گردنیں اُڑا دینی چاہیئے' اس لئے کہ ان لوگوں نے ہم پر بڑے ظلم کئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے لی' آپ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دینا چاہیئے۔ حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پسند فرمائی اور سب سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

یہ حضور ﷺ کی مہربانیوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ انسانیت کی ہدایت کے لئے مینارنور کی حیثیت رکھتی ہے اگر ہم اپنے اعمال وافعال کو حضور ﷺ کی شان رحیمیت کے تابع کرلیں تو کیوں نہ ہمارے ظاہر و باطن کا تضاد مٹ جائے۔

حضور ﷺ دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت' اللہ تعالیٰ کی امان ہیں کہ حضور کی وجہ سے دنیا میں عذاب الٰہی نہیں آتے ہیں۔ جن گناہوں کی وجہ سے گذشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے اب اُن گناہوں پر آسمانی عذاب کیوں نہیں آتے؟ صرف حضور ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے۔

حضور ﷺ پردہ فرمانے کے بعد بھی ہم میں موجود ہیں۔ حضور ﷺ کا فیضان آپ کی وفات سے بند نہیں ہوا۔ اگر حضور ﷺ بعد وفات ہم میں نہ رہتے تو عذاب الٰہی آجاتے' سورج غروب ہونے کے بعد بھی فیض پہنچاتا رہتا ہے' حضور ﷺ ہروقت ہر جگہ ہمارے پاس' ہمارے ساتھ' ہم میں ہیں۔

اگر حضور ﷺ ہم میں ایک آن کے لئے نہ رہیں تو عذاب الٰہی آجائے۔ ہم صرف حضور ﷺ کی وجہ سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**﴾ اور فرماتا ہے ﴿**اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ**﴾

حضور انور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمت ہم سے قریب ہے۔ دُرود وسلام ہو اس ذات مقدس پر جو سراپا رحمت ہے۔حضور ﷺ کی ذات بابرکات دنیا میں کفار کے لئے بھی رحمت ہے کہ وہ حضور ﷺ کی وجہ سے امن میں ہیں۔

حضور ﷺ تمام رحمت الٰہیہ کی اصل ہیں جیسے باران رحمت سے جو ملک محروم ہے وہ تمام غذاؤں' پھلوں سے محروم' جہاں رحمت کی بارش ہے وہاں ہر قسم کی غذا ہے۔ یوں ہی حضور ﷺ باران رحمت ہیں جو حضور ﷺ سے قریب ہے وہ ہر رحمت سے قریب' جو حضور ﷺ سے محروم ہے وہ ہر رحمت سے محروم ہے۔

مطلع ہدایت پر آفتاب محمدی

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۚ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (یونس۱۰/ ۱۰۸-۱۰۹)

(اے حبیب) فرمایئے اے لوگو بیشک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کیطرف سے' تو جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہ ہدایت قبول کرتا ہے اپنے بھلے کے لئے' اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے اپنی تباہی کے لئے' اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور (اے حبیب) آپ پیروی کرتے رہیں جو وحی کیجاتی ہے آپ کی طرف' اور (ظلمِ کفار پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ فیصلہ فرما دے اللہ' اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اے مکہ کے باشندو! اے عرب کے رہنے والو! بلکہ اے آدم کی ساری اولاد! کان کھول کر سُن لو' مطلع ہدایت پر آفتاب محمدی طلوع ہو چکا۔ نیکی کی شاہراہ جگمگا اٹھی۔ شک وشبہ کی دُھند دور ہوگئی۔ تبلیغِ حق کا حق ادا کر دیا گیا۔ اب تمہاری مرضی دعوتِ حق کو قبول کرو یا گمراہی کے گڑھے میں پڑے رہو۔ تم کوئی سا طرزِ عمل اختیار کرو تم آزاد ہو' لیکن ایک بات یاد رہے کہ اگر رشد وہدایت کا راستہ اختیار کرو گے تو تمہارا اپنا بھلا ہوگا اور غلط روی سے باز نہ آئے تو اس کا نقصان بھی صرف تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ حضور ﷺ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب وہ تمہارے کاموں کا ذمّہ دار نہیں' تم جانو اور تمہارا کام۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں' جو وحی آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے بے خوف وخطر اس پر عمل پیرا رہیں۔ ان کی اذیت رسانیوں اور دلآزاریوں پر صبر فرماتے رہیں۔ فیصلہ کی گھڑی آرہی ہے۔ فیصلہ کرنے والا خود رب العٰلمین ہوگا اور وہی سب سے بہتر اور صحیح فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اپنے حبیب ﷺ کی زبانی کہلوایا جارہا ہے کہ حق یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ خود تشریف لے آئے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آخری رسول ہیں اِن پر رب تعالیٰ کی شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ اِن سے جس نے بھی ہدایت لینی ہے اُس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جس نے اتنی باتیں سُننے کے بعد بھی گمراہی پر ہی رہنا ہو اور سرورِ کائنات آقائے دو عالم حضور اقدس ﷺ کے آستانے پر نہ آئے تو اُس کی اپنی بدنصیبی ہے۔

حق سے مُراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ حقانیت کی کثرت ہر لحاظ سے جتنی ذات محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہیں اتنی کہیں نہیں کہ علم' عمل' کردار' اخلاق' اطوار' معاملات' کمالات' برتاؤ' تہذیب' حسن معاشرت' عدل انصاف' طرزِ گفتگو' رہن سہن۔۔۔ غرض کہ ہر طرح حق ہیں۔ گویا کہ مکمل قرآن اور مکمل اسلام خود میرے آقا ﷺ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چالیس سال نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے قرآن مجید پیش فرمایا اور تئیس (۲۳) سال اپنے قول سے۔ تو اے پیارے نبی فرمادو کہ اگر اب بھی تم مجھ سے دور ہی رہے تو میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہ چُھڑاؤں گا نہ شفاعت کروں گا کیونکہ ﴿وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ میں تمہارا کوئی ذمہ دار نہیں۔کل قیامت میں نہ تم میرے سامنے گڑگڑانا فریاد کرنا' نہ تمہارا کچھ استحقاق مجھ پر قائم ہو سکے۔ نہ ہی تمہاری گمراہی کے بارے میں مجھ سے کچھ پوچھ گچھ ہو۔ مجھ کو تو صرف اپنے رب جَل جَلالُہٗ' کا یہ حکم ہے کہ ﴿وَاتَّبِعْ مَايُوْحٰى اِلَيْكَ﴾ اور تم اسی راہ چلو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ عملی' قولی' تبلیغ فرمائے جاؤ۔ خیال رہے کہ امت پر واجب ہے کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرے۔ بجز انبیاء کسی کی پیروی جائز نہیں اگرچہ کوئی عالم ہو یا ولی۔ کیونکہ اتباع اور پیروی کہتے ہیں بلا سوچے سمجھے نقش قدم پر چل پڑنا۔ اور فطری طور پر بجز انبیاء ہر شخص کے اعمال و افعال میں لغزش ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اکابر کی صرف اطاعت کا حکم ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے علاوہ اتباع کا بھی حکم ہے۔ ہاں خود انبیاء کرام کو صرف کلام اللہ کے فرمودات کے مطابق اتباع یعنی تبلیغ وغیرہ کرنے کا حکم ہے اور یہ حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر اس تبلیغ احکام خداوندی پر کفار کی طرف سے شدید تکالیف بھی پہنچیں تب بھی تبلیغ نہ

چھوڑیں بلکہ ﴿ وَاصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰهُ ﴾ صبر کئے رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود نیا حکم فرمائے۔ یعنی اے نبی کریم! ابھی کچھ دن تو صرف عملی اور زبانی سمجھاؤ اور ان بیوقوفوں کی تکلیفوں پر صبر کرو، پھر جب سختی اور جہاد وغیرہ کا حکم فرمائے تو اس وقت کفار پر سختی اور اپنی قوتِ خداداد کا اظہار فرمانا تاکہ اس صبر سے کوئی شخص انبیاء کے متعلق بے ہمتی اور بزدلی کی رائے قائم نہ کر سکے، مگر یہ سختی کا حکم ابھی نہیں، وہ فیصلہ تو رب تعالیٰ کی اپنی حکمت پر مبنی، اس فیصلے کے مناسب وقت کو وہ خود ہی سمجھتا ہے کیونکہ ﴿ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴾ وہ تمام حاکموں سے اچھا حاکم ہے۔ اس کے تمام فیصلے وقت کے بالکل مطابق ہوتے ہیں اور اس میں کوئی خطا کا امکان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ظاہر باطن، وجود، عدم سب کو جانتا ہے بخلاف دیگر فیصلہ کرنے والوں کے وہ جاہل و غافل بھی ہو سکتے ہیں اور کم عقلی کے ساتھ ان کے فیصلوں میں غلطی یا جلد بازی بھی ہوسکتی ہے۔ لہذا چاند سورج اور دیگر تمام مخلوق کی پیدائش، نافرمانوں کے عذاب کی تاخیر، اولیاء اللہ کو عطاءِ قدرت، قوم نوح کی غرقابی، فرعون کی مدت بادشاہت اور پھر اس کی غرقابی، بنی اسرائیل کی ذلت پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو عزت بخشنا، موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ خداداد، قوم یونس علیہ السلام کی قبولیت توبہ۔ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچانا اور محفوظ رکھنا پھر سب سے آخر میں حق بنا کر اپنے حبیب ﷺ کو بھیجنا۔ ان پر اپنے کلام اور دین کو مکمل فرمانا۔ ان کے گستاخ گمراہ کو ابدی جہنم دینا۔ غرضکہ سارے فیصلے بالکل درست اور بروقت ہیں کیونکہ اسی خیرالحاکمین کی طرف سے ہوئے ہیں۔

عقل ہوتی تو خُدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
اگر خموش رہوں میں تو تُو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن و حدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید، توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت، ربوبیت عامہ اور خاصہ، صفاتِ الٰہی، عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استعانت، وحدت و توحید، بشریت و عبدیت مصطفٰی ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

روحانی وظائف : مجرب قرآنی وظائف اور دُعاؤں کا روحانی خزانہ......زندگی کے اہم ترین مسائل اور پریشانیوں کا حل......جاہل اور لمبو نچوڑ عاملوں سے نجات......جسمانی و روحانی امراض کا توڑ دُعاؤں کی قبولیت، مقاصد میں کامیابی اور حصولِ فیوض کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)، آیاتِ حفاظت، آیاتِ رزق، قرض سے چھٹکارہ، نظرِ بد کا توڑ، قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی، میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ، ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج، نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)، شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج، آیات شفاء، جادو کا قرآنی علاج، قصیدہ غوثیہ، شیطانی وسواس کا قرآنی علاج، فضائل و برکات لاحول ولاقوۃ۔

شیطانی وساوس کا قرآنی علاج : شیطان کے بارے میں حکم قرآنی، وسوسہ کیا ہے؟ اور کہاں سے ڈالا جاتا ہے؟ نظر بد شیطان کا زہر آلود تیروں میں سے ہے، غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے وسواس کی بیماری ہوتی ہے، استنجاء کے مواقع میں شیاطین کا حاضر رہنا، رکعات نماز کی گنتی میں شیطان کی تلبیس اور اُس کا علاج، عورت فتنہ شیطانی کی مددگار، جمائی کے وقت شیطان کا پیٹ میں گھس جاتا ہے، تیز چھینک اور جمائی شیطان کے اثر سے ہے، شیطانی وسواس سے بچنے کا حکم، وساوس میں حضور ﷺ کی دُعائیں، جن، بھُوت بھگانے اور آسیب دور کرنے کے مجرب وظائف

عورتوں کا حج وعمرہ : منفرد انداز اور نہایت ہی آسان زبان و بیان کے ذریعہ عورتوں کے حج وعمرہ کے خصوصی مسائل اور زیارتِ بارگاہِ نبوی ﷺ کے آداب کو قلم بند کیا گیا ہے۔ زائرین حج کے لئے بہترین گائیڈ ہونے کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کے لئے حج و زیارتِ بارگاہِ رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ کتاب کے مطالعے سے آپ اپنے آپ کو عالمِ تصور میں حرمین شریفین میں محسوس کریں گے اور حج و زیارت کے رُوحانی لُطف سے سرشار ہو سکیں گے۔

بعثت نبوی ﷺ

جہاں میں اب وہ نورِ خالق کون ومکاں آئے
مبارک مومنوں کو بادشاہِ دو جہاں آئے

حکمت بعثت انبیاء :

انبیاء و مرسلین کے مبعوث فرمانے میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت اور اپنے بندوں پر بڑی رحمت ہے ۔ اس نے اپنے ان رسولوں کے ذریعہ سے اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کردیا' اس لئے کہ جب ہم لوگ باوجود ہم جنس ہونے کے کسی دوسرے شخص کی صحیح رائے بغیر اس کے ظاہر کئے ہوئے نہیں معلوم کرسکتے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ کس چیز سے خوش اور راضی ہے اور کس چیز سے ناخوش و ناراض ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرضی و نامرضی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کیوں کر جان سکتے تھے' نہ کسی کو عذاب وثواب کی اطلاع ہوسکتی تھی' نہ عالم آخرت کی باتیں معلوم ہوسکتی تھیں' نہ عبادت کا صحیح طریقہ معلوم ہوسکتا تھا' نہ عبادت کے ارکان و شرائط اور آداب کا پتہ لگ سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات تک رسائی تو خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی ۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں میں سے کچھ برگزیدہ انسان ایسے پیدا کئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں یہ برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بُلاتے ہیں تاکہ انبیاء کے بعد پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت باقی نہ رہے ان کی اطاعت کرنے والا مقبول اور مخالف مردُود ہے ۔

اللہ تعالیٰ اگر ہمیں تنہا ہماری عقلوں پر چھوڑ دیتا تو ہم کبھی پورے طور سے سعادت ونجات کا راستہ نہیں معلوم کر سکتے تھے دُنیا کے عُقلاء کا حال ہم دیکھ رہے ہیں کہ مادیات ومشاہدات (رات دن مشاہدے اور تجربہ میں آنے والی چیزوں) میں بھی ایک بات پر متفق نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شخص کبھی کچھ اور کبھی کچھ رائے قائم کر لیتا ہے تو روحانیت اور عالم غیب وعالم آخرت کے بارے میں وہ کیوں کر صحیح بات معلوم کر سکتے تھے لہذا ماننا پڑے گا کہ بغیر واسطہ انبیاء تنہا عقل انسانی سعادت ونجات کا راستہ معلوم نہیں کر سکتی۔

نبوت ورسالت انسانیت کی معراج کمال ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم وجلیل منصب ہے جس سے بالاتر منصب اور کمال عالمِ امکان میں نہیں ہے۔ انبیاء ومرسلین میں حضور ﷺ کی ذات اقدس تو وجہِ تکوینِ کائنات اور سرچشمہ حسنات وبرکات ہے۔ آپ کے مرتبہ کی عظمت ورفعت اور آپ کے جمال وجلال کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔ حضور ﷺ کی نبوت عالمگیر اور رسالت جہانگیر ہے۔ حضور ﷺ ہادیٔ عالم اور مزکّی کائنات ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے مُبشّر ونذیر، داعی الی اللہ، رسول کُل اور ہادی جہان ہیں یعنی جس کا خُدا رب ہے حضور ﷺ اس کے رسول ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت ونبوت کی آفاقیت کے متعلق رب کائنات کا اعلان ہے: ﴿**تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا**﴾ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اُتارا جو سارے جہانوں کے لئے نذیر ہے۔

جیسے مسلمان اور کافر مطیع ونافرمان سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ایسے ہی تمام کائنات کے انسان اور جنّ حتیٰ کہ انبیائے سابقین اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امّت ہیں۔ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ امّت اجابت ہے اور جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ امتِ دعوت ہے۔ اسی بناء پر حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس ہستیِ مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو **ماوسعه الا ان یتبعنی** تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ کار نہ ہوتا۔ حضور ﷺ کسی خاص قوم، خاص ملک، خاص وقت کے لئے نبی نہیں۔۔۔ آپ ساری خُدائی کے دائمی رسول ہیں۔

بعثت نبوی ﷺ

اور

دُعا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۧ﴾ (البقرۃ)

اے ہمارے رب ! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسُول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سُنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کردے انھیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

کعبہ معظّمہ اور مکہ مکرمہ وہ مقامات ہیں جنہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بنایا اور بسایا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے' تب انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دُعا فرمائی کہ الٰہ العٰلمین یہ گھر تو ہم نے بنادیا اب تو اس گھر کو آباد کرنے والا اور اپنے بندوں کو پاک کرنے والا ایک نبی اس شہر مکہ میں پیدا فرما جن کے طفیل دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کے دم کی یہ ساری بہار ہے۔

اللہ تعالی سے ایک ایسے جلیل القدر رسُول کی بعثت کے لئے التجا کی جارہی ہے جس کا دامن رحمت اتنا کُشادہ اور خوانِ کرم اِتنا وسیع ہو کہ ہر خاص وعام اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ اِس دُعا کاؤ ہی مصداق ہے جو ابراہیم اور اسمٰعیل علیہا السلام دونوں کی نسل سے ہو۔ اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تو ہیں لیکن اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے نہیں (مثلاً اولاد اسحاق علیہ السلام) وہ اس دُعا کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اور لطف ایزدی مُلاحظہ ہو کہ ان دوحضرات کی نسل سے حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ

کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ کسی کو جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی تا کہ یہ حقیقت ہر شک وشُبہ سے بالاتر رہے کہ وہ ذاتِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء تھی جس کے لئے خلیل وذبیح علیہما السلام دُعائیں کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے خود بھی فرمایا کہ **انـــا دعوة ابی ابراهیم** میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں۔

یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے شہر مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ کے گھر سے اور حضرت آمنہ خاتون کے مبارک پیٹ سے وہ آفتاب رسالت چمکا کہ جس کی روشنی قیامت تک ہر جگہ رہے گی۔ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں دُعا ابراہیم علیہ السلام اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو اُنھوں نے میری پیدائش پاک کیوقت دیکھا کہ اُنکو ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات نظر آ گئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ اے مولیٰ ان لوگوں میں ایک ایسا جلیل القدر پیغمبر بھیج دے جن میں یہ سات صفتیں ہوں (۱) انھیں مکہ والوں میں سے ہو (۲) ابراہیمی ہو یعنی مکی مدنی ہو ابراہیمی ہاشمی مطلبی ہو (۳) اپنی شان رسالت میں اکیلا ہو یعنی خاتم النبین اور امام المرسلین ہو (۴) سب کو اور خصوصاً میری اولاد کو آیتیں سنائے بنائے اور پڑھنا سکھائے یعنی انہیں حفظ بھی کرائے اور علم قرأت بھی سکھائے (۵) انھیں تیری کتاب کے مضامین سکھا کر عالم، فقیہ، اور مجتہد بنادے اور انہیں قرآنی اسرار سکھائے اور تیرا راز دار بنادے اور طریقت کے مدارج انہیں طے کرادے، یعنی انہیں صاحب حال وقال کردے (٦) ان کے دل اور روح پاک وصاف کر کے غیوب سے خبردار کردے اور بے پڑھوں کو اپنے فیض سے غوث وقطب کا سردار بنادے کہ ان کے دروازوں سے ولایت تقسیم ہوا کرے ۔۔۔ میرے مولیٰ اس نبی کو اپنی ساری صفات کا مظہر بنا کر بھیج کہ اسے دیکھ کر تو یاد آجایا کرے۔۔۔ خلاصہ دعا یہ ہوا کہ لوگ حافظ سے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور قاری سے اس کے الفاظ سیکھتے ہیں اور مولوی سے اس کے معنے معلوم کرتے ہیں۔ پیر کامل سے اس کے اسرار تک پہنچتے ہیں۔ غرض صرف قرآن کریم کے سیکھنے کے لئے چند آستانوں

پر حاضری دینی پڑتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے مولیٰ وہ نبی آخر الزمان ﷺ تنہا یہ سارے فیوض دے اس کی بارگاہ کا بیٹھنے والا کسی کے دراوزے پر نہ جائے بلکہ سارا جہاں اس کے غلاموں کے غلاموں کے پاس آئے وہ اپنے غلاموں کو حافظ' قاری' مجتہد' صوفی' فقیر' بادشاہ' قاضی ......سب کچھ بنادے بلکہ بعض صحابہ وہ بھی ہیں جو اسلام لاتے ہی آن میں قاضی عالم حافظ اور قاری بنا کر بھیج دیئے گئے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا وہ راز ایک رحمت والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دُعا کو رب تعالیٰ نے قرآن وتوریت وانجیل وغیرہ آسمانی کتب میں حضور ﷺ کی شان ظاہر کرنے کے لئے نقل فرمایا ہے کہ تا قیامت لوگوں کو پتہ لگے کہ حضور وہ شان والے رسول ہیں کہ حضرت خلیل اللہ ان کے دُعاگوؤں میں ہیں۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ پہلے پیغمبروں نے حضور ﷺ کی دُعائیں مانگیں اور تمنائیں فرمائیں:

گن گائیں جن کے انبیاء مانگیں رُسل جن کی دُعا وہ دو جہاں کے مدعا صلِ علیٰ یہ ہی تو ہیں

ایمانی نکات:

☆ اپنی قوم اور اہل قرابت کی خیر خواہی کرنا سنت انبیاء ہے۔ نیز ہر شخص اپنی اولاد کی خیریت کا حریص ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی تمنا کی کہ نبی آخر الزماں کا فخر مجھ کو اور میری اولاد کو حاصل ہو اور یہ پھول میرے ہی چمن میں کھلے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے اپنے اہل بیت کی پھر بنی ہاشم کی پھر اہل قرابت قریش کی پھر ساری امت کی شفاعت کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر بہشت کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوتو میں کسی بنی امیّہ کو جنت سے باہر نہ چھوڑوں (تفسیر عزیزی)

☆ حضور ﷺ کا میلاد شریف کرنا سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء ہے کہ اس آیت میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کی تو دعا ہے اور تشریف آوری کا ذکر ہی میلاد ہے' بلکہ نماز وکلمہ میں بھی میلاد شریف ہے

وہ لوگ خُدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

☆ حضور ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں کیوں کہ آپ خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور ان کے سارے اعمال کا اصل مقصود ہیں۔

☆ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے اور قرآن کے ظاہری معنی کے ساتھ کچھ باطنی بھی ہیں کیونکہ یہاں کتاب کے ساتھ حکمت کا بھی ذکر ہے اور صفائی قلبی کا بھی۔

☆ کوئی شخص قرآن پاک فقط اپنے علم سے نہیں سمجھ سکتا' اس لئے کہ اس دعا سے معلوم ہوا کہ وہ نبی اس کو سکھائیں گے۔ فلسفہ منطق اور ریاضی آسان ہے کہ وہ انسان کے بنائے ہوئے علم ہیں اور دنیوی علوم کے ماسٹروں سے پڑھے جاتے ہیں مگر قرآن مشکل کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس کے لئے رب تعالیٰ نے خود معلم بھیجا۔

☆ یہ کہنا جائز ہے کہ حضور ﷺ تمام عالم کو پاک فرماتے ہیں انہیں علم حکمت اور خدا کی ساری رحمتیں دیتے ہیں جیسے کہ اس آیت سے معلوم ہوا۔

☆ دُعا کے اخیر میں رب تعالیٰ کی حمد اور حضور ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہاں کیا۔ (تفسیر نعیمی)

ارسال اور بعثت : بَعَثَ کے معنی ہیں بھیجنا۔ خیال رہے کہ ارسال اور بعثت قریباً ہم معنی ہیں مگر کبھی اس میں یوں فرق کرتے ہیں کہ عارضی بھیجنے کو ارسال اور وہاں رہنے کو بعثت کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کو بھیجنا جسم اطہر کے لحاظ سے ارسال ہے اور فیضان کے لحاظ سے بھیجنا بعثت ہے۔ حضور انور ﷺ کی حیات ظاہری کا زمانہ تریسٹھ سال ہے مگر حضور ﷺ کی رسالت کا زمانہ ابدالاباد تک' تریسٹھ سال میں لوگ صحابی بنتے تھے اور ہمیشہ تک لوگ حضور ﷺ کے فیض سے مومن بنتے رہیں گے۔ شان بعثت میں حضور ﷺ ہم سب میں ہیں حضور ﷺ شرف کے لحاظ سے وہاں ہیں جہاں جبریل علیہ السلام کا خیال تک نہ پہنچ سکے اور فیض سے ہر ٹوٹے دل میں ہیں۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کے سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو آس وامید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

نبی اور رسول:

نبی اور رسول میں بعض علماء اعتباری فرق کرتے ہیں، یعنی ایک ہی ذات کو رسول تو اس لئے کہتے ہیں کہ رب کا بھیجا ہوا ہے اور نبی اس لئے کہ مخلوق کو خالق کی خبر دیتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ رسول کتاب والا پیغمبر اور نبی اس سے عام، بعض کہتے ہیں کہ رسول نئی کتاب والا پیغمبر اور نبی اس سے عام اور بعضوں نے نئی کتاب والے کو مرسل اور مطلق کتاب والے کو رسول اور مطلق پیغمبر کو نبی کہا، اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسول (۳۱۳) اور مرسل (۴)۔ یہاں رسول سے صرف حضور انور ﷺ ہی مُراد ہیں کیونکہ بنی اسمٰعیل اور مکہ میں صرف آپ ہی نبی آئے، دوسرے اس لئے کہ یہاں رسول واحد فرمایا یعنی صرف ایک رسول بھیج اور بنی اسرائیل میں صدہا رسول تشریف لائے، مگر بنی اسمٰعیل میں صرف حضور ﷺ ہی تشریف لائے۔ تیسرے اس لئے کہ اس رسول کی یہ صفت بیان کی کہ جو لوگوں کو آیتیں پڑھ کر سُنائے اور ان کا تزکیہ نفس کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جس نبی کی کتاب با قاعدہ پڑھی جائے اور اس کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو کر ولایت باقی رہ جائے اور یہ دونوں صفتیں حضور ﷺ ہی کی ہیں کہ تلاوت اور قرأت دھوم دھام سے انہیں کی کتاب کی ہوئی اور آپ ہی خاتم النبیین ہوئے۔

حکمت اور مصلحت :

حکمت سے مُراد وہ پختہ اور یقینی دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیں اور شک وشبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں **هو الدليل الموضح للحق المزيح للشبهات** حکمت کا مفہوم سمجھنے سے ایک بہت بڑے فتنے کا اصولی رد ہو جائے گا۔ حکمت کہتے ہیں **وضع الاشياء علىٰ مواضعها** ہر چیز کو اپنے محل اور موقع پر رکھنا۔ حضور نبی کریم ﷺ معلم قرآن وحکمت ہیں ﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ (البقرۃ) اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں ---- یہاں ﴿**الْحِكْمَةَ**﴾ سے مُراد احکام قرآنی کی ایسی تفصیل اور ان کا ایسا بیان ہے جسے جاننے کے

بعد انسان ان احکام کی ایسی تعمیل کر سکے جیسے اللہ تعالیٰ کا منشأ ہے۔ بنی کے فرائض میں صرف یہی نہیں کہ قرآن سکھا دے بلکہ ان کا صحیح بیان اور تفصیل بھی سکھائے تا کہ قرآن پر اللہ تعالیٰ کے منشأ کے مطابق عمل ہو سکے اور اسی حکمت یعنی بیان قرآنی کو سُنت نبوی کہا جاتا ہے۔﴿یُؤتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (البقرۃ) عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے حکمت سے مُرادقرآنی اسرار، علم باطن، تدبر، دانائی، علم نافع، رب کی معرفت، قلبی نور جو الہام اور وسوسہ میں فرق کر دے، الہام، توفیق خیر، خوف الٰہی، فہم وعلم، خیر کثیر............ ہیں۔ حکمت وہ علم صحیح ہے جو اتنا پختہ اور طاقت ور ہو کہ وہ انسانی ارادہ کو حکماً عمل خیر کی طرف متوجہ کر دے، حکمت کے معنے ہیں واقعی چیزوں کو صحیح طور پر جاننا ہے۔ وہمی باتوں کا جاننا حکمت نہیں، یوں ہی غلط تحقیق علم نہیں جہالت ہے۔

دوسری متعدد آیات میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمتِ قرآن یعنی اس کا بیان نبی کا ذاتی اجتہاد نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ مثلاً ارشاد ہے﴿وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ پر (اے نبی ﷺ) کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے قرآن کی اطاعت فرض ہے اُسی طرح صاحبِ قرآن کی سُنّت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا جو سُنّت کو بنی کریم ﷺ کی ذاتی رائے خیال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری یقین نہیں کرتے۔

عقائد و نظریات اور اسلامی تعلیمات کو بدعقیدگی کی آمیزش سے محفوظ رکھنا حکمت ہے اور آمیزش و امتزاج کو قبول کرنا مصلحت نہیں بلکہ جہالت ہے۔ وقت ضرورت ہاتھ میں قلم و تلوار اٹھانا بھی عین اخلاق ہے اور یہی حکمت ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام دشمن خارجی فتنوں کو محسوس کرنے کے باوجود بھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل مصلحت پسند عناصر کی دانست اور فہم سے یقیناً دور اور اصول مصلحت کے خلاف ہو گا لیکن یہی عین حکمت ہے۔ فتنوں کو بروقت ختم کرنا، امیزش اور امتزاج کو برداشت نہ کرنا اسلامی تعلیمات کو ترمیم و تغیر سے محفوظ رکھنا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے ۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام، تبع تابعین، ائمہ دین فقہاء محدثین مفسرین اور اسلاف صالحین سب نے اپنی حکمت سے دین اسلام کی تعلیمات کو صحیح و خالص حالت میں قائم رکھا اور باطل عقائد وفتنوں کی آمیزش وامتزاج سے محفوظ رکھا۔ مصلحت پسند رجحان اختیار کیا جائے تو اسلامی قوانین کی حیثیت واہمیت ختم ہو کر تبدیلی واقع ہو جائیگی اور اسلامی قوانین کا تشخص باقی نہیں رہے گا۔ یکساں سیول کوڈ نافذ ہو جائے گا ۔۔۔ اسلام دین حکمت ہے دین مصلحت نہیں ۔۔۔ مصلحت پسند رو یہ اختیار کرتے ہوئے تقیہ کرنا ہی بہت بڑا انفاق ہے۔

منصب رسالت :

رسول اکرم ﷺ قرآن کو لانے والے بھی ہیں اور قرآن کی تلاوت فرما کر سنانے کے ساتھ ساتھ اس کے رموز واسرار کو سمجھانے والے بھی ہیں۔ اس رسول کے تین فرائض گنوائے جارہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ پڑھ کر سُنائے۔ دوسرا یہ کہ کتاب وحکمت سکھائے۔ تیسرا یہ کہ اپنے تصرّف رُوحانی سے دلوں کے آئینوں کو جِلا دے اور روشن کرے تاکہ حقائق ومعارف اُن میں جلوہ نما ہوسکیں۔ تلاوت، تعلیم اور تزکیہ تینوں الگ الگ چیزیں ہیں جو رسول انور ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں میں سے ہیں۔ ان تینوں کاموں کے لئے صرف قرآن مجید کے الفاظ مبارکہ کا پڑھ دینا کافی نہیں ہوسکتا۔ تلاوتِ قرآن بذات خود بھی ایک اہم ذمہ ہے اور بے شمار فوائد دینیہ پر منتج ہے مگر قرآن مجید میں نہایت وضاحت، اور لاریب طریقہ سے حضور ﷺ کا معلّم اور مزکّی ہونا بتایا گیا ہے۔ آیات سے مُراد قرآنی آیتیں ہیں کیونکہ تلاوت انہیں کی ہوتی ہے مگر صاحبِ روح البیان نے فرمایا کہ اس سے توحید ورسالت کے دلائل مُراد ہو سکتے ہیں یعنی وہ رسول پہلا کام تو یہ کرے کہ تیرے بندوں کو خاص کر میری ذریت کو قرآنی آیتیں اور ان کا پڑھنا سکھائے اور صرف پڑھا کر ہی نہ چھوڑ دے بلکہ ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ﴾ انہیں اس کتاب کے معنے اور علم ظاہر یعنی شریعت بھی سکھائے کیونکہ بغیر مضامین کے صرف الفاظ یاد کرنا کافی نہیں،

خیال رہے کہ **یُعَلِّمُ** تعلیم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ اور اچھی طرح سکھانا اور قرآن آہستگی سے ان کے خوب ذہن نشین کراوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ساری کتاب ایک دم نہ لے آئے اور اس کے بعد ﴿**وَالْحِكْمَةَ**﴾ انہیں علم باطن اور قرآن کریم کے اسرار بھی سکھائے کیونکہ علم ظاہر کے بغیر علم باطن بے دینی ہے۔ اور علم باطن کے بغیر علم ظاہر جعل سازی (تفسیر عزیزی) خیال رہے کہ حکمت حکم سے بنا' جس کے لغوی معنٰی ہیں پھیر دینا' روک لینا' پالینا' علم کو اس لئے حکمت کہا جاتا ہے کہ اس سے نفس جہالت سے پھر جاتا ہے۔ بُری باتوں سے رُک جاتا ہے اور حق کو پالیتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہاں حکمت سے مُراد فقہ ہے بعض نے کہا کہ حدیث وسُنت' بعض نے کہا قرآن پاک کے اسرار' بعض نے کہا کہ حق و باطل میں فیصلے کرنے والی چیز' بعض نے کہا کہ حکمت سے مُراد صحیح قول وعمل۔ اسی لئے عالم باعمل کو حکیم کہتے ہیں (تفسیر کبیر) اور ممکن ہے کہ ساری ہی چیزیں مراد ہوں' کیونکہ حضور ﷺ نے سب ہی کچھ سکھایا۔ اور اے مولیٰ انہیں فقط علم ہی نہ سکھا بلکہ ﴿**وَيُزَكِّيْهِمْ**﴾ ان سے اچھے اعمال کرا کر ان کے جسموں اور دلوں اور سینوں اور خیالات اور وہم وغیرہ کو بھی پاک فرما دے۔ خیال رہے کہ **یزکی** زکوٰۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صاف کرنا اور بڑھانا اسی لئے فرض صدقہ کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ اُس سے باقی مال صاف بھی ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی ہے' یہاں اس کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں اعمال صالحہ کرا کر اور اچھے عقیدے بتا کر کفر اور گناہوں کے میل سے پاک کر (روح البیان) دوسرے یہ کہ ان کے لوح دل کو دنیوی کدورت سے ایسا صاف کر دے جس سے کہ سارے حجاب اٹھ جائیں پھر آئینہ قلبی میں غیبی چیزیں نقش ہوں اور بغیر سیکھے سکھائے انہیں علم حاصل ہو۔ اور حقائق خود بخود ان میں جلوہ گر ہو جائیں (عزیزی) تیسرے یہ کہ قیامت کے دن وہ رسول تیری بارگاہ میں ان کے گواہ صفائی ہوں ﴿**وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا**﴾ ابراہیم علیہ السلام کی اس ترتیب سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے آیات قرآنیہ تلاوت کر کے علم وحکمت سیکھ کر بھی پاک نہیں ہو سکتے' جب تک کہ حضور ﷺ کی نگاہ انہیں پاک نہ کرے' اسی لئے تلاوت وغیرہ

کے بعد تزکیہ کا ذکر فرمایا۔ اس تزکیہ کو حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب کیا ۔۔۔ خیال رہے کہ ظاہری پاکی کو طہارت اور قلبی پاکی کو طیب کہا جاتا ہے ۔مگر جسمانی، قلبی، روحانی خیالات وغیرہ کی مکمل پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں ۔ مُردار جانور کا گوشت، کھال سوکھ کر پاک ہوجاتی ہے مگر **مُزکّی** نہیں، **مُزکّی** فرما کر بتایا گیا کہ وہ محبوب ﷺ مسلمانوں کو ہر طرح پاک وصاف کریں اور ﴿**یُزَکِّیْھِمْ**﴾ کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا حضور انور ﷺ ہر مسلمان کے ایمان تقویٰ اور سارے اعمال سے خبردار ہیں کیونکہ گواہ کی صفائی وہ بتا سکتا ہے جو گواہ کے سارے حالات سے خبردار ہو۔

کیا منکرین حدیث کی طرح صحابہ کرام، تابعین اور اسلام کی عبقری شخصیتوں نے بھی معلم کتاب، اور معلم حکمت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ صرف تلاوتِ قرآن فرمانے کے ذمہ دار ہیں، اور زبانِ رسالت سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ میں سے صرف قرآن ہی حجت شرعیہ ہے۔ جمہور علماء امت جواب تک سنت کو بھی آئین کا ماخذ قرار دیتے ہیں گویا وہ حقیقت کی کنہ تک رسائی نہ پا سکے تھے، اب دور جدید کے ذہنوں نے یہ عقدہ حل کیا ہے؟ قابل غور ہے کہ رسول کی بعثت اگر صرف بحیثیت ایک قرآن خواں کے تھی، تو قرآن مجید کعبہ کی دیواروں سے اہل مکہ کو نہ سُنوا دیا جاتا؟ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر شجر کے ذریعہ کلام ہوا۔ یا صحیفہ کاملہ کوئی فرشتہ نورانی لاکر کعبہ کی چھت پر اتار دیتا۔ اور کہتا کہ اے مکہ والو! لو یہ خدا کی کتاب ہے۔ اس میں جو کچھ ہے پڑھ کر خود مطلب سمجھ لو، کیونکہ تمھاری زبان خود عربی ہے، اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ انسانوں میں سے رسول بھیجا، تاکہ انسانوں کے مسائل حل کرے اور قرآن مجید کی تشریح وتفسیر وہ خود قولاً اور عملاً کر کے دکھا دے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ رسول خدا کا نائب ہے۔ لہٰذا اصول دین سمجھانے میں بھی وہ نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں دیکھئے: ﴿**وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن**﴾ (النحل ۱۶/۴۴) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اتاری، کہ تم لوگوں پر واضح کردو، جو اُن کی طرف اُترا تا کہ وہ غور وفکر کریں

یہ آیۃ کریمہ رسول انور ﷺ کو قرآن مجید کا مفسّر٬ شارح٬ اور وضاحت کرنے والا ثابت کر رہی ہے کیونکہ تبیین معانی اور مفاہیم کی ہوتی ہے۔ الفاظ قرآن کی تلاوت اور قرأت ہوتی ہے۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَه﴾ سے بھی قرآن مجید کے علوم و معارف ہی مُراد ہیں٬ تو ثابت ہوا کہ:

☆ رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں

☆ رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کے رموز و اسرار کی توضیح و تبیین کرنے والے ہیں

☆ رسول اکرم ﷺ علم و حکمت کی تعلیم دینے والے ہیں

☆ رسول اکرم ﷺ ہم جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ بتانے والے ہیں

اس مقام پر کوئی ذہن یہ سوچ سکتا ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ قرآن کی توضیح وتشریح اپنی جانب سے فرمانے والے ہیں۔ عام انسان جس طرح کسی بات کا اپنے ذہن اور علم کے مطابق مطلب نکالتا ہے٬ اس میں اور توضیح وتشریحِ رسول میں کیا فرق ہے؟ غور وفکر کا یہی غیر سنجیدہ طریقہ ہے جو ضلالت و گمراہی کے دروازے کھولتا ہے اور اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی آتش جہنّم کا ایندھن بناتا ہے۔

رسول کے تشریعی اختیارات :

رسول زمین پر خدا کا نائب ہے۔ احکام٬ تشریع اور تمام فیصلوں میں وہ رب تعالیٰ کی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اس کے اعمال٬ ارشادات٬ یا کسی کے فعل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینا ہی اسلامی قانون سازی کی بنیادیں ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی عطا سے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں ان کا بیان کس طرح کرتا ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف)

اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ اچھائی اور بُرائی کا معیار کیا ہے؟ کونسی چیز اچھی اور کونسی چیز بُری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا حکم دے دیا۔ یا جس چیز کو حلال فرما دیا

وہ یقیناً اچھی ہے اور جس کو منع فرما دیا یا حرام فرما دیا وہ بلاشبہہ بُری ہے۔ اگر کسی چیز کی اچھائی یا بُرائی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم یقین کرلو کہ یہ تمھاری عقل کی کوتاہی اور سمجھ کا قصور ہے۔ یادرکھو! تمھاری عقل وسمجھ ہزار بار غلطی کرسکتی ہے مگر فرمانِ مصطفٰی ہرگز ہرگز کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ زمین پھٹ سکتی ہے اور ایک دن پھٹ جائے گی۔ آسمان ٹوٹ سکتا ہے اور ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ سارا جہاں مٹ سکتا ہے اور ایک دن مٹ جائے گا مگر فرمانِ مصطفٰی مِٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ 'نافع الخلائق' بھی ہیں اور 'دافع البلاء' بھی۔ کیا تکلیفوں کے بوجھ کو اُتار دینا اور مصیبتوں کے پھندوں کو گلے سے جُدا کردینا۔۔ یہ نفع پہنچانا اور بلاؤں کا دفع کرنا نہیں ہے؟ پھر حضور ﷺ کو نافع الخلائق اور دافع البلاء کہنا کس طرح شرک ہوسکتا ہے؟

شافع، نافع، رافع، دافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب ۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین اشرفی مُرادآبادی علیہ الرحمہ خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیمہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ﷺ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا۔ اس کو زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مُد (ایک پیمانہ ہے) کھانا تیس صاع کھجوریں دیں۔

مسئلہ:- اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے، اور نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ:- اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (کنزالایمان)

آیت مبارکہ اور شانِ نزول کا بغور مطالعہ فرمائیے اور رسول کریم ﷺ کے من جانب اللہ مفوضہ اختیارات کا جلوہ دیکھئے ۔۔۔ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ کسی عورت یا کسی مرد کا شخص مخصوص کے ساتھ نکاح کرنا فرض نہیں ہے۔۔۔ یہ ایک مرضی اور منشا کی بات ہے ۔۔۔مگر اسی بات کو اگر رسول خود فرما دیں تو وہی امر مستحب و مندوب واجب بن جاتا ہے۔ یہ وقار اور عظمت ہے زبانِ رسالت مآب ﷺ کی۔۔۔ اور ذرا آیتِ مبارکہ کا تیور دیکھئے کہ ایسے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں وہی الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جو اسی قرآن عظیم میں گمراہوں، بد مذہبوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ اور ایک رُخ اور بھی قابلِ توجہ ہے کہ فرامین رسول اور احکامِ مصطفیٰ ﷺ کو حکم رب کے سوا کچھ اور نہ خیال کیا جائے...... بلکہ مرضیِ رسول ہی مرضیِ خُدا ہے...... احکامِ مصطفیٰ ہی احکامِ کبریا ہیں۔ اس لئے کسی فاسد ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ نکاح واجب تو نہیں تھا ۔۔۔ ہاں بات تو ایسی ہی ہے مگر اس مستحب کام کا حکم جب رسولِ خُدا نے فرما دیا تو اب وہ تمھارے حق میں واجب ہو گیا ۔۔۔ اس لئے کہ رسول احکام شرعیہ کے بتملیکِ خُدا مالک و مختار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس میں تردّد کرنا گمراہی ہے۔ کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کئے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس

امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لئے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔ یہاں صاف فرما دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اس کے رسول مکرم کے حکم سے سرتابی کی وہ کان کھول کر سُن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشد و ہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

سورۃ توبہ میں ایک مقام پر ارشادِ رب العٰلمین ہے:

﴿**قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه**﴾ (سورۃ توبہ ۳۰/۹)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بھی بہ بانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت و حرمت کا اختیار رسول اعظم و اکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

رسول جو دیں وہی شریعت ہے :

خدا اور خدائی کے درمیان رسول اس مستحکم رابطِ عظمٰی کا نام ہے جس پر عدم اعتماد کی ہلکی سی لکیر بھی دین و ایمان کے سارے قلعہ کو انہدام تک پہنچا دے گی۔۔۔ اَن دیکھے رب پر ایمان اور اعتماد کا واحد ذریعہ ذاتِ رسول ہے۔ اور وہ ذات' الٰہی تربیت سے اس طرح مستحکم اور پائیدار ہے کہ احکام دین و شرع کی تبلیغ میں اس سے کسی قسم کا سہو و نسیان ناممکن ہے۔ وہ خدائی اوراوامر و نواہی کو **مِنْ كُلِّ الوجوه** امت تک پہنچاتے ہیں۔ مخلوق کو اس پر

کیسا اعتماد رکھنا چاہیے اس کے لئے خالق کائنات کا مستحکم اعتماد مشعلِ راہ ہے۔

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر ۵۹/ ۸)

اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو' اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

توجہ فرمائیں اُن کی عطا پر راضی رہنے کا نام ہی ایمان ہے اور اُن کے ممنوعات سے لاپروائی کرنے کا نام ہی معصیت ہے۔ جس نے اُن کے اوامر ونواہی سے روگردانی کی اُس کو خدائی عذاب کی تہدید قرآنِ مجید کی زبان سے سُنائی جارہی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ اکبر قدس سرہ' سے نقل فرماتے ہیں:

ای لانی جعلت لہ ان یامر وینھی زائدا علی تبلیغ صریح امرنا ونھینا الی عبادنا یعنی بیشک میں نے (اللہ تعالیٰ نے) اپنے حبیب کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امر ونہی سے زائد امر اور نہی فرمائیں۔

تشریعی اختیارات کی مثالیں :

سرورِ عالم ﷺ کے تشریعی اختیارات کے جلوے ذخیرہ احادیث میں وافر ملتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا ہے' پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا' کیا ہر سال یارسول اللہ! ۔۔۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اُس شخص نے تین بار یوں ہی کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم** (مشکوٰۃ المصابیح) اگر میں ہاں فرمادیتا تو حج (ہر سال کے لئے) واجب ہوجاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حدیث مبارکہ کے مذکورہ الفاظ مبارکہ کی شانِ جلالت پر غور فرمایئے' اور طمطراقِ نبوت کو ملاحظہ فرمایئے' صحابیِ رسول کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہم پر ہر سال حج کرنا فرض ہے۔۔؟

حضور اقدس ﷺ کا سکوت امت کو ایک نا قابل برداشت ذمہ داری سے سبکدوش فرما رہا ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہی لب ہائے مبارک محض 'ہاں' فرما دیتے تو قیامت تک آنے والے تمام مستطیع اہل اسلام کو سالانہ حج کرنا واجب ہو جاتا۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ' اس حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات میں رقم طراز ہیں: یہ حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ احکام الٰہی حضور اقدس ﷺ کے سپرد ہیں۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا :

اسی طرح حضور ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کا استعمال فرماتے ہوئے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ایک سفر کے دوران نبی کریم ﷺ کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا' یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظّمہ کو حرم بنایا: **وانی احرم مابین لابیتھا** (مشکٰوۃ المصابیح) اور دو پہاڑیوں کے درمیان جو (مدینہ منورہ) ہے میں اسے حرم بناتا ہوں۔

اسی کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرام کر کے حرم بنا دیا۔ اور میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کر دیا۔ کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے۔ نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو کاٹا جائے سوائے جانوروں کو چارہ دینے کے لئے'

حدیث پاک کے یہ الفاظ مبارکہ **انی حرمت المدینۃ حراما** (مشکٰوۃ) حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات کو ثابت کر رہے ہیں۔ احکام شریعت حضور ﷺ کے سپرد ہیں' جو کچھ اور جس پر چاہیں حلال و حرام فرما دیں۔

خصوصی مراعات دینے کا اختیار:

(☆) مشکٰوۃ شریف باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضور ﷺ نے تراویح باجماعت چند روز پڑھ کر چھوڑ دیں ۔۔ اور چھوڑنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر ہم اس کو ہمیشہ پڑھیں تو اندیشہ ہے کہ تم پر یہ فرض ہو جائیں اور تم کو دشواری ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عمل بھی قانون خُدا بن جاتا ہے۔

(☆) مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علیٰ شرط مسلم میں ہے' **حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة عن نصر ابن عاصم عن رجل منهم رضی الله عنه انه اتی النبی ﷺ فاسلم علیٰ انه لایصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منه** ۔ یعنی ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا۔

دیکھو مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں' مگر حضور ﷺ نے اُس شخص کے لئے تین نمازیں معاف فرمادیں ۔۔۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

سَرور کہوں کہ مالک ومولیٰ کہوں تجھے　　　باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

(☆) ترمذی وابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کردیتا (مشکٰوۃ المصابیح)

(☆) عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا کہ صحابہ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کردیں۔ انھوں نے حسب فرمانِ رسالت مآب بکریاں تقسیم فرمادیں۔ ایک بکری باقی رہ گئی جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ انھوں نے سرکار کے حضور اس کا ذکر کیا' حضور ﷺ نے عقبہ بن عامر کے حق میں خصوصی حکم نافذ فرمایا:

ضح بـه انـت (مشکٰوۃ) اس کو تو اپنی طرف سے قربانی کرے۔ حالانکہ سارے عالمِ اسلام کے لئے حضور ﷺ ہی نے قانون مرحمت فرمایا ہے کہ ایک سال سے کم کی بکری کی

قربانی جائز نہیں ہے' مگر مختارِ کونین ہیں جس کو چاہیں عام احکام سے استثناء عطا فرما دیں۔

(☆) ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا' کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں نے رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا' کیا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی' نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا' کیا دو ماہ کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی' نہیں۔ حضور ﷺ نے پھر سوال کیا' کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کی' نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ' اتنے میں خدمت رسول میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا حاضر کیا گیا۔۔حضور اقدس ﷺ نے سائل کو بُلوایا۔۔اور فرمایا' یہ ٹوکرا لے جاؤ اور خیرات کر دو۔ اُس نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو خیرات کروں۔۔؟ اللہ کی قسم مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔۔۔اس کی یہ بات سُن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔۔پھر آپ نے فرمایا: **اطعمه اهلك** (مشکوٰۃ) اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

عالمِ اسلام میں زمانہ نبوی سے قیامت تک جو مسلمان بھی روزے کے زمانے میں اس گناہ کا مرتکب ہو گا اس کے لئے کفارہ کا مذکورہ طریقہ ہی ہے۔۔۔مگر دورِ رسالت کے اس خوش نصیب کے لئے مختارِ کونین مالک دارین ﷺ نے خصوصی قانون نافذ فرمایا کہ اگر وہ غلام آزاد نہیں کر سکتے تھے' روزہ بھی نہ رکھیں' مسکین کو کھانا بھی نہ کھلائیں۔۔۔بلکہ دربارِ رسالت ﷺ سے خود کھجوروں کا ٹوکرا مرحمت ہوتا ہے۔۔اور اس خصوصی رعایت کے ساتھ کہ لے جا کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ مل کر کھا لیں تو اُن کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا (فتح القدیر)

(☆) رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل تھیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مرحمت فرمایا کہ وہ مدینہ طیبہ میں رہیں اور سیّدہ رقیّہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں اور فرمایا کہ:

ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه (مشکوٰۃ) تمھیں حاضرین بدر کا ثواب بھی ملے گا اور مالِ غنیمت کا حصّہ بھی۔

یہ اختیارِ سیّدِ کونین ہے (ﷺ) کہ حضور نے غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب، اور مالِ غنیمت کا حصہ دار قرار دیا۔

(☆) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوسرا نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی کو اس کی اجازت نہیں۔۔ ہاں اگر وہ چاہتے ہیں تو فاطمہ کو طلاق دے دیں پھر نکاح کریں۔ غور کریں کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿**فانکحوا ما طاب لکم مثنیٰ وثلث وربعٰ**﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے مرد کو چار بیویاں نکاح میں رکھنا جائز ہے اور یہ مرد کا اختیار ہے، مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دُوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہ رہا بلکہ ممنوع کر دیا گیا، سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے واجب العمل جانا۔۔ اس جگہ مرقاۃ میں ہے **علیه السلام بکل حال وعلیٰ کل وجه وان تولد الایذاء مما کان اسئله مباحا وهو من** ﷺ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایذا رسول اللہ علیہ وسلم حرام ہے اگرچہ کسی حلال فعل ہی سے پہنچے اور حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہاں مرقاۃ میں ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو دوسرا نکاح حرام تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

(☆) بخاری جلد اول کتاب الجماد باب مرض الخمس میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث ہوں اور نہ ہمارا کوئی وارث، حالانکہ میراث کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے مگر اس میراث سے حضور ﷺ نے اپنے کو مستثنیٰ فرمالیا اور پھر اس پر عمل ہوا کہ حضور ﷺ کی میراث کسی کو نہ ملی۔۔ حضور انور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔۔ معلوم ہوا حضور ﷺ مالک احکام ہیں۔

(☆) بخاری شریف جلد دوم کتاب التفسیر سورۃ احزاب باب **قوله فمنهم من قضیٰ نحبه**،

میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ انصاری کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت (گواہی) کا دو شہادتوں کے برابر قرار پانا سرور عالم ﷺ کے فرامینِ خصوصی میں سے ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سواء بن حارث سے گھوڑا خرید فرمایا' مگر بعد میں اس اعرابی نے اس بیع سے انکار کر دیا اور کہا میں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے اور عرض کیا کہ اگر آپ نے خریدا ہے تو کوئی گواہ لائیں۔۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ خرید وفروخت تنہائی میں ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ گھوڑا آپ نے خریدا ہے' آپ سچے ہیں اور اعرابی جُھوٹا۔۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم کیونکر گواہی دے رہے ہو' تم نے تو اُس تجارت کو دیکھا نہ تھا۔عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ۔۔میں نے تو حضور کے زبان سے سُن کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ تمام کی گواہی دی اور پڑھا ہے **اشهد ان لا اله الا الله** تو کیا ایک گھوڑا ان چیزوں سے بھی زیادہ ہے؟ میں حضور کے زبان سے سُن کر گواہی دیتا ہوں۔۔ان کا یہ کلام بارگاہ نبوت میں ایسا قبول ہوا کہ ان کی گواہی دو گواہیوں کی طرح بنا دی گئی۔

غور کرو کہ قرآن کا حکم ہے کہ ﴿**واشهدوا ذوی عدلٍ منكم**﴾ کہ تم دو گواہ بناؤ۔ مگر ان کے لئے اکیلے کو دو گواہوں کی طرح مان لیا گیا۔۔معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کریم کے احکام سے علحدہ کر دیں۔

(☆) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے بعد غسل دیں' حالانکہ شوہر اپنی مُردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا' کیونکہ عورت کی وفات سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے (شامی)

(☆) حضور ﷺ نے ہجرت فرماتے ہوئے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے ہاتھ میں بادشاہ فارس کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے طلائی کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنائے گئے۔ اور وہ کنگن آپ

کے ہاتھ میں رہے۔۔ دیکھومرد کوسونا پہننا حرام ہےمگر سراقہ رضی اللہ عنہ کے لئے وہ کنگن جائز فرمائے۔ یہ حدیث دلائل النبوۃ وبیہقی میں مروی ہے۔

(☆) ایک بارحضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عدّت وفاتِ شوہر کا سوگ حضور ﷺ نے معاف فرمادیا۔ یعنی چارمہینہ دس دن کےسوگ کو جو واجب ہے' ان کے لئے صرف تین دن کا سوگ رکھا۔ یہ واقعہ طبقات بن سعد میں ہے۔

(☆) ایک مرتبہ ایک صحابی کومہر کی جگہ صرف سُورۃ قرآن سِکھا دینا کافی فرمادیا اورفرمایا **لایکون لاحدٍ بعدك مهرا** یعنی تیرے سوااورکسی کے لئے یہ مہرکافی نہیں۔۔۔ یہ واقعہ ابن السکن میں حضرت ابوالنعمان ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوجن کے بدن میں سُوکھی کھجلی تھی ریشمیں کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمادی۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے امیرالمؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جنابت کی حالت میں بھی مسجد نبوی میں رہنا جائز فرمادیا۔ اس حدیث کوترمذی وابویعلی وبیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہےاورمستدرک وحاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرالمؤمنین عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کے متعلق بیان نقل فرمایا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کوسونے کی انگوٹھی پہننی جائز فرمادی۔ یہ واقعہ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابوالسفر سے روایت کیا ہے۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواپنی رعایا سے تحفہ لینا جوسب کے لئے حرام ہے' حلال فرمادیا۔ یہ واقعہ کتاب الفتوح میں منقول ہے۔

((حضورمحدث اعظم ہندرئیس المتکلمین سیدمحمداشرفی جیلانی قدس سرہٗ کی تالیف 'التحقیق البارى فی حقوق الشارع - حضوراکرم ﷺ کےتشریعی اختیارات' جس کےشارح وحاشیہ نگار ہیں رئیس المحققین حضور شیخ الاسلام علامہ سیدمحمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی (اورحضرت حکیم الامت مفتی احمدیارخان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'سلطنتِ مصطفٰی' کامطالعہ کریں))

مفسرین، شارحین حدیث، محدثین، ائمہ ومجتہدین رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے بعد سنت ہی کو دین وشرع کا مدار سمجھا اور مانا ہے۔ اور صاحبِ سنت، ختم الرسل سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مالک ومختارِ احکام، **بتفویض الٰہی** تسلیم کیا ہے۔ قرآن کتابِ الٰہی ہے اس لئے دین وشریعت کی اوّلین بنیاد ہے۔۔قرآن کے ذریعہ احکامِ الٰہیہ جاری ہیں ۔۔۔ سنت، قرآن کے بعد دوسرا ماخذ ہے۔ اس کو دلیل شرع تسلیم کرنا ہی رسول کو شارع ماننا ہے

شیخ احمد قسطلانی شارح بخاری حضور ﷺ کے خصائص کے ضمن میں لکھتے ہیں:

من خصائصه عليه الصلوٰة والسلام انه' كان يخص من شاء بما شاء رسول اللہ ﷺ کے خصائص عالیہ میں سے ہے کہ جسے چاہے جس حکم سے خاص کر دیتے۔

سلطان المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ، سلطنتِ الٰہیہ کے متولّی، اور دربارِ خُدا کے جانب سے مقرر شدہ حاکم ہیں۔ کون ومکاں کے تمام معاملات واحکام آپ کے سپرد ہیں اور کوئی سلطنت آپ کی مملکت وسلطنت سے زیادہ وسیع نہیں ہے (اشعۃ اللمعات)

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ اختیارات بخشے ہیں ﴿**قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُحِلّ لَه' مِنْ تِلْقَائِيْ نَفْسِيْ اَنِ اتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحىٰ اِلَيّ**﴾ (یونس۱۵) اُن سے فرما دیجئے کہ مجھے اس کا استحقاق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس قرآن میں رد وبدل کروں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔

قرآن مجید سے احادیث رسول کے تعلق کو بہت پیارے انداز میں مقدمہ **مرآۃ المناجیح** شرح مشکوٰۃ المصابیح کے اندر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمۃ نے تمثیلی زبان میں بیان فرمایا ہے۔

'اسلام میں کلام اللہ کے بعد کلامِ رسول کا درجہ ہے' کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول کا مرتبہ ہے۔قرآن گویا لیمپ کی بتّی ہے اور حدیث اس کی رنگین چمنی۔ جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ ہے۔ قرآن سمندر ہے حدیث اس کا جہاز، قرآن موتی ہے اور مضامین حدیث اس کے غواص۔ قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل۔

قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح' قرآن رُوحانی طعام ہے حدیث رحمت کا پانی' کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے' حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پرعمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی نوروں کا محتاج کیا ہے' نورِبصر کے ساتھ نورِقمر وغیرہ بھی ضروری ہے۔۔۔اندھے کے لئے سورج بے کار' اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ' ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے' حدیث مومن کی آنکھ کا نور۔۔۔یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعاعیں' کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں' (مرآۃ المناجیح)

یقیناً کلام اللہ کو کلام رسول سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔۔۔یہ جُرأت اور اُپج یقیناً فتنہ پردازانِ دہر کی ہے ورنہ خود رب کائنات اپنے محبوب ﷺ ہی کی زبانِ مبارک کے ذریعہ اپنا مقدس کلام دُنیا کو عطا فرما رہا ہے۔۔اور متعدد مقامات اسی کلام اللہ میں ایسے بھی ہیں جہاں خود شانِ رسول ظاہر کرنے کے لئے رب تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنی بات کو زبانِ محبوب سے کہلوایا ہے۔

کلامِ خُدا ہے کلامِ محمد ﷺ   خُدا خُود ہے گویا بنامِ محمد ﷺ

قرآن بھی قولِ رسول ہے:

﴿ قُلۡ يٰۤاَيها الناس ﴾ --﴿قل يايها الذين هادوا﴾ --﴿قل يايها الكٰفرون﴾ - جیسی سینکڑوں آیات قرآن مجید میں موجود ہیں' حتیٰ کہ ربِ دو عالم اسی قرآن عزیز میں ایک مقام پر قرآن مجید کو قولِ رسول فرما رہا ہے:

﴿فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ﴾ (الحاقۃ/۴۰)

تو مجھے قسم اُن چیزوں کی جنھیں تم دیکھتے ہو اور جنھیں تم نہیں دیکھتے' بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا قول ہے۔

منکرین سنت آنکھیں کھولیں' زبانِ رسالت مآب ﷺ کی عظمتوں کا نظارہ کریں' کہ خود رب العالمین اپنے کلام کو ان کی بات فرما کر زبانِ رسول کا وقار ظاہر فرما رہا ہے۔

حالانکہ قرآن مجید قولِ خُدا ہے۔ یہی ہم سارے عالمِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ دوسری طرف اس آیت کریمہ نے یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ سنت رسول بھی خدا ہی کی باتیں ہیں

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ (النجم/۳ ، ۴) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی، جو انھیں کی جاتی ہے

اسی طرح رب کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی رمی (پھینکنے) کو اسی مقدس قرآن میں اپنی رمی فرمایا ہے :

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ (الانفال ۱۲/۸) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔ رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام نے بیعتِ رضوان فرمائی تو اللہ رب العزت نے اسے بعینہ اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا اور بیعت کے بعد نقضِ عہد کرنے والوں کو وعیدِ شدید سنائی اور بیعت پر عمل کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی بشارت سے نوازا۔ سورہ فتح کی آیت کریمہ تلاوت کیجیے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۚ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۚ﴾

(الفتح ۱۰/۴۸) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا، اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

ہوش سے کام لو، اے منکرینِ سنت! اور خود بارگاہِ صمدیت میں صاحبِ سُنت ﷺ کی عظمت و بزرگی دیکھو۔۔۔ قرآن، جو کلام اللہ ہے، خود خداوند قدوس اسے قولِ رسول فرمارہا ہے۔

- زبان رسالت کی باتوں کو عام انسانوں کی باتوں پر قیاس نہ کرو، بلکہ حضور کی باتیں وحیِ ربّانی ہیں۔
- حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے جو خاک پھینکتے ہیں اسے خالقِ کائنات اپنا پھینکنا فرمارہا ہے۔
- دستِ رسول کی بیعت خداوند قدوس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔

بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصّف ٦١)

اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین ارشادات بیان کئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان یہودی گستاخوں کی بھی تردید ہوگئی جو آپ پر اور آپ کی پاکباز والدہ پر گھناؤنے بہتان لگاتے ہیں۔ آپ نے یہ بتادیا کہ مجھے صرف تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری رسالت کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر جو آسمانی کتاب تورات نازل ہوئی اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام سچے رسول تھے اور تورات خدا کی سچی کتاب ہے۔ تمام رسول اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوتے ہیں۔ ان کا کام تو سب کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ تیسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ میں تمہیں ایک بڑی رُوح پرور خوش خبری سُناتا ہوں، وہ یہ کہ میرے بعد ایک جلیل القدر، عظیم المرتبت رسول تشریف لے آئے گا اس کا اسم گرامی اور نامِ نامی 'احمد' ہوگا (ﷺ)

جو تھے مقصود میں اول، ظہورِ ذات میں آخر
وہ نورِ حق، بشر کی شکل میں باعز وشان آئے

حضور ﷺ کے جو اسمائے گرامی صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں یہ اسم مبارک بھی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **قال رسول الله** ﷺ

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی
(مالک، بخاری، مسلم وغیرہا) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں الحاشر ہوں، لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔

صحابہ کرام میں حضور کا یہ اسمِ گرامی معروف ومستعمل تھا۔ حضرت حسان یہی نام لے کر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں :

صلی الاله ومن یحف بعرشه   والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ، حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود وسلام بھیجیں جس کا اسمِ گرامی 'احمدؐ' ہے۔

احمد کا معنی ہے **احمد الحامدین لربه** : تمام حمد کرنے والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے ہی آپ محمد بھی بنے۔ **فالمحمد هو الذی حمد مرة بعد مرة** یعنی جس کی بار بار حمد کی جارہی ہو وہ محمد ہے۔ نہ اپنے رب کی حمد وثنا کرنے میں آپ کا کوئی مثیل ہے، کوئی فرشتہ، کوئی رسول، کوئی نبی اپنے خداوند کی حمد سرائی اور ثنا گستری میں اس مقام پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس عبدِ محبوب کی ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی، کسی اور کو نصیب نہیں۔ جن وانس اس کے ثنا خوان ہیں، حُور وَ ملک اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں اور خود خدا بھی اس کی مدح فرما رہا ہے۔ صرف اس فانی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عالمِ آخرت میں بھی حضور ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شانِ محمدیت کی تابانیوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب دستِ مبارک میں لوائے حمد تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ حبیب مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا یہ انداز بھی بڑا نرالا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کبھی کسی شخص نے اپنے فرزند کا نام احمد نہیں رکھا، تاکہ اس بشارت کے مصداق کے بارے میں ذرا سا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب اس اسم کو ذات پاک مصطفوی سے نسبت ہوگئی تو یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ اب اس نام کے لوگوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔

حضور سے پہلے کیونکہ بعثت محمدی کا چرچا عام تھا۔ یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا چنانچہ بعض والدین نے اپنے بچوں کے نام محمد تجویز کئے کہ شاید یہ سعادت ان کے حصہ میں آئے۔ حضور سے پہلے سات ایسے آدمی ملتے ہیں جن کا نام محمد ہے' لیکن ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے اپنے پیارے بندے کے ان دو ناموں کو ہر اشتباہ اور التباس سے بالاتر رکھا (ہماری کتاب 'معارف اسم محمد ﷺ' کا مطالعہ کریں)

بے شک اس بشارت کا مصداق صرف نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر ہے۔ کیونکہ الفاظ ﴿**یاتی من بعدی**﴾ میرے بعد آئے گا اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور علیہ السلام کے سوا کسی نے بھی رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری نشانی ذکر کی کہ ان کا نام احمد ہوگا۔ یہ اللہ تعالی کا خاص لطف ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی نبی یا رسول کا احمد نامی ہونا تو کُجا کسی فرد بشر کا نام بھی احمد نہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف آپ نے ہی رسالت کا دعویٰ فرمایا اور صرف آپ کا اسم گرامی ہی احمد تھا۔ اس لئے اس بارے میں ذرا شک نہ رہا کہ اس بشارت کا مصداق حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

پس جب وہ رسول جس کا نام نامی احمد ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشن گوئی کے مطابق تشریف لے آیا اور روشن معجزات سے اپنی صداقت کو آشکار کر دیا تو ان لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور معجزات نبوت کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو کُھلا ہوا جادو ہے ۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾
(ال عمران ۳/۱۶۴) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے، پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کی کھلی ہوئی نعت ہے۔ کیونکہ خدائے قدوس نے انسان کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کا شمار بھی انسان نہیں کرسکتا، اور ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے خرچ کردو، مگر ایسی نعمت نہ بن سکے۔ آنکھ، کان، ناک، ہاتھ پاؤں، زمین وآسمان، چاندسورج، ہوا پانی وغیرہ ہر نعمت الٰہی کا یہ ہی حال ہے۔ پھر جسم میں بے شمار بال اور ہر بال میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ اور ہر نعمت ایسی کہ اس کے بغیر زندگی مشکل ہے۔ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں مفت عطا فرمائی ہیں۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:
﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا ﴾ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کرسکتے) لیکن قرآن مجید میں ان نعمتوں کا جگہ جگہ ذکر تو فرمایا مگر اس طریقہ سے احسان جتا کر ذکر نہ فرمایا کہ مسلمانو تم کو ہاتھ پاؤں یا چاند سورج یا زمین وآسمان یا پانی ہوا دیئے تم پر احسان کئے۔ مگر کلمہ مَنَّ فرمایا یعنی احسان جتایا تو صرف اس نعمت کا کہ ہم نے مسلمانوں پر بے شک احسان فرمایا کہ ان کو اپنا پیارا محبوب دے دیا ان کی ہدایت کے لئے، جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔

وہ آئے جن کے آنے کے لئے سب انبیاء آئے
وہ آئے جن کے باعث بن کے یہ کون ومکاں آئے

حضورانور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اوراحسان ہے' مگر چونکہ اس سے پُورا اوردائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اُٹھایا' اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا' دیکھو حضورانور ﷺ کی برکت سے دُنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے بلکہ مخلوق کو بارشیں اور روزیاں ملنا حضورانور ﷺ ہی کے طفیل ہے' جن سے کفاراور جانور بھی فائدہ اٹھارہے ہیں مگر یہ فائدے موت کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ مسلمانوں نے ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ حضورانور ﷺ سے ایمان وعرفان بھی لیا' جو نعمت لازوال ہے' اس لئے ﴿عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرمایا گیا۔ رب تعالٰی کے بندوں پر کروڑوں احسانات ہیں' مگر بڑا احسان اسی وقت ہوا جب یہ رسول بھیجا۔ رب تعالٰی نے احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا' نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے' اور جو پہلے موجود ہو' اُسے اپنے کام یا پیغام کے لئے کہیں بھیجنا بعث' چونکہ نبی کریم ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں' مگر تشریف آوری میں سب نبیوں کے بعد' اور یہاں تشریف آوری کا ہی ذکر ہے۔ نیز سب لوگ دُنیا میں اپنے کام کے لئے آئے اور حضور ﷺ رب تعالٰی کے کام کے لئے' نیز سب لوگ عالمِ ارواح سے یہاں آئے اور حضور ﷺ خاص بارگاہِ اقدس سے' اس لئے خلق نہ فرمایا بلکہ **بَعَثَ** فرمایا' اسی بنا پر ہم صرف مخلوق ہیں مگر حضور ﷺ مخلوق بھی ہیں مبعوث بھی ۔۔۔ ہمیں مبعوث نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث پاک ہے **کنت اول الناس فی الخلق واٰخرھم فی البعث** میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر (السراج المنیر شرح جامع صغیر) حضورانور ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی' قریش و بنی ہاشم میں ہوئی' مگر بعثت سارے عالم اور سارے مومنین میں ہوئی۔ سورج رہتا چوتھے آسمان پر ہے مگر چمکتا ہے سارے جہاں پر' دن ہر جگہ نکال دیتا ہے' چراغ ہر جگہ کے گُل کرادیتا ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر سورج چمکا' ایسے ہی نبوّت کا سورج رہا تو مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ میں' مگر چمکا ہر مومن کے دل اور سینہ میں۔ اس لئے صوفیائے کرام وجد کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں:

سُنا ہے رہتے ہیں دولہا فقط مدینہ میں
غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں
کون سی جگہ ان کے عاشقوں سے خالی ہے
ہر جگہ ہے پروانے شمع ہے مدینہ میں

اللہ تعالیٰ نے سارے عالم پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً بڑا ہی احسان فرمایا کہ ان ہی میں ایک ایسا شاندار رسول بھیجا جو اُن ہی میں سے ہے۔ نہ کہ جنّات اور فرشتوں میں سے۔۔۔ جس کے باعث ان کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ گئے ۔۔ جن کی وجہ سے انسانیت' ملکیّت پر بھی فخر کرے گی:

انسانیت کو فخر ہُوا تیری ذات سے   بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر

یا وہ رسول مسلمانوں کی جانوں کے قبیلہ سے ہیں کہ جیسے جان ہر عضو کی خبر رکھتی ہے' ہر عضو کو فیض دیتی ہے' مگر آنکھوں سے نہاں رہتی ہے' ایسے ہی وہ رسول تمہارے ہر حال سے خبردار ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ**﴾ تمہاری مشقّت یا مصیبت ان پر گراں ہے ۔۔ بے خبر پر گرانی کیسی! مگر آنکھوں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ بجز پروردگار انہیں کماحقّہ' کسی نے نہ دیکھا:

جان ہیں' جان کیا نظر آئے   کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں (اعلیٰ حضرت)

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے (حکیم الامت)

اللہ دِکھا دے تو میں دِل چیر کے رکھ لوں
وہ صورتِ حق' صورتِ سلطانِ مدینہ (حضرت کامل شطاری)

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریّت   نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستّار (قاسم نانوتوی)

پھر وہ رسول خالی نہ آئے بلکہ بہت نعمتوں کو ساتھ لائے۔ چنانچہ وہی رسول انہیں آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر سُناتے اور سکھاتے ہیں' اگر وہ نہ پڑھتے تو کسی کو قرآن پڑھنا بھی نہ آتا'

اور صرف قرآن سنانے پر ہی بس نہیں کرتے' بلکہ اپنی نگاہ کرم سے اُن کے دل ودماغ 'عقائد خیالات' حالات' روزیوں' رسوم وغیرہ کو اچھی طرح خوب پاک وصاف فرماتے ہیں جس سے ان میں کسی گندگی کا شائبہ بھی نہیں رہتا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہیں کتاب الٰہی اور سنت رسول اکمل طریقہ پر سکھاتے ہیں' جس کے بعد انہیں کسی معلم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔۔ تمھیں خبر ہے کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے لوگ ہر طرح کی کھُلی گمراہی میں تھے کہ نہ ہی اُن کے عقائد' عبادات' معاملات ٹھیک تھے اور نہ ہی رسوم اچھی تھیں' نہ غذائیں حلال تھیں ۔

یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری چند وجہوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ۔ ایک یہ کہ نفس انسانی بذات خود نیچے گرتا ہے' حضور ﷺ ہی اُوپر اُٹھاتے ہیں جیسے ڈھیلا چھوڑو تو نیچے آئے گا' پھینکو تو اُوپر جائے گا ۔۔ دوسری یہ کہ قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی تڑپ ہے مگر عقل سے یہ بات نہیں معلوم ہوسکتی کہ اسے کیسے راضی کیا جائے' حضور ﷺ کا عرب میں پیدا ہوکر عرب میں ہی رہنا اہل عرب کے لئے بہت مفید ہوا چند وجہ سے ۔۔ ایک یہ کہ اہل عرب نے حضور ﷺ کی ساری زندگی دیکھی اور دیکھا کہ سرکار نے ساری عمر شریف میں ایک دفعہ بھی کوئی بات غلط نہ کہی' پاکدامنی' سچائی آپ کا طریقہ رہا' اب جو آپ اپنی نبوّت اور آخرت کے حالات کی خبر دے رہے ہیں اس میں آپ یقیناً سچے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے کسی سے ایک لفظ نہ پڑھا' نہ کسی عالم کے پاس بیٹھے' اچانک چالیس سال کی عمر شریف میں لوگوں کو ایسی کتاب سنائی جس سے چوٹی کے علماء حیران رہ گئے ۔۔۔ معلوم ہوا کہ آپ وحی سے ہی فرما رہے ہیں ۔۔ تیسری یہ کہ اہل عرب نے نبی کریم ﷺ پر (آپ کے دعویٰ نبوت کے بعد) بہت مال اور حسین ترین عورتیں پیش کیں' کہ آپ تبلیغ چھوڑ دیں تو یہ سب کچھ آپ کا ہے لیکن حضور ﷺ نے کچھ قبول نہ فرمایا اور مسکینیت میں زندگی گزاری' پھر رب تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو بہت سے ملک اور غنیمتیں عطا فرمائیں' مگر اس کے باوجود زندگی مبارک میں کوئی فرق نہ آیا' یعنی دنیا نے آپ کو نہ بدلا ۔۔ آپ نے دنیا کو بدل دیا ۔ یہ

اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے دعویٰ نبوت دنیا حاصل کرنے کے لئے نہ کیا تھا۔ چوتھے یہ کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے عرب بدترین زندگی گزار رہے تھے عقائد' اعمال' اخلاق ' غذاؤں وغیرہ میں تمام دُنیا سے گرے ہوئے تھے۔۔ جانور بھی اپنے بچے کو خود نہیں مارتا' مگر وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔۔ حضور انور ﷺ کی برکت سے یہی لوگ تمام دُنیا سے افضل ہوگئے' اُنہی میں سے عالم' زاہد' عابد...... بلکہ صدیق وفاروق بن گئے۔

صاحبِ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کی پیدائش معجزہ نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ آپ کی ولادت پر بُت اوندھے گرے' کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا' جس سے چودہ کنگورے گر گئے' اشارتاً بتایا گیا کہ چودہ بادشاہوں کے بعد یہ ملک مسلمانوں کے پاس پہنچ جائے گا چنانچہ عہد فاروقی تک یہ (۱۴) سلاطین پُورے ہو چکے تھے۔۔ فارس کی ایک ہزار سال کی جلتی ہوئی آگ بُجھ گئی' بحیرہ سادہ کا چشمہ اچانک خشک ہوگیا۔ غرضکہ سورج کی طرح آپ کی ولادت کی خبر سارے عالم میں پھیلا دی گئی۔۔ اس جگہ روح البیان نے ابوطالب کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے نبی کریم ﷺ کا سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کرتے وقت رؤسائے بنی ہاشم اور امرائے مضر کے سامنے ارشاد کیا کہ فرمایا: اُس خُدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اولاد ابراہیم' نسل اسمٰعیل' شاخ معد اور مضر کا درخت بنایا' اور حرم کا باشندہ بیت اللہ کا خادم قرار دیا' میرے بیٹے محمد ابن عبداللہ کو اگر تمام جہاں کے ساتھ تولا جائے تو یہ سب پر بھاری ہوگا' اور دیکھ لینا کہ آگے چل کر میرا یہ لختِ جگر بڑی شان والا ہوگا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جبریل نے کہا' یارسول اللہ میں نے زمین کے مشرق ومغرب چھان ڈالے تمہارے مرتبہ کا نہ پایا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے ﴿اِذْ بَعَثَ﴾ بطورِ احسان ارشاد فرمایا۔ (تفسیر نعیمی)

جہاں سب ہم نے چھان مارا حَسیں یکتا تمہیں کو دیکھا
مثال پائی ہر اک حَسیں کی حضور تم سا تمہیں کو دیکھا

درندہ صفت انسان کیونکر فرشتہ سیرت بن گئے جنھیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہیں کرتا تھا' کیونکر آئین جہانبانی میں دُنیا بھر کے اُستاد ہو گئے۔ جن کی گھٹّی میں شراب تھی' ظلم وستم جن کا شعار تھا' کفر وشرک اور فسق وفجور کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے صدیاں گزر چکی تھیں' اُن میں یہ مکمّل تبدیلی اور ہمہ گیر انقلاب کیونکر آیا۔ جنھوں نے کبھی ان حقائق پر غور کیا ہے وُہی اس نبی معظم کی شانِ رفیع کو جان سکتے ہیں۔ تلاوتِ آیات' تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک انقلاب رُو پذیر ہوا (تفسیر ضیاءالقرآن)

تلاوت اور طہارت اور علم قرآنی علیحدہ چیزیں ہیں۔ صرف قرآن پڑھ لینا ہی علم قرآنی نہیں' آج کل لوگوں کا خیال ہے کہ الٹا سیدھا قرآن پڑھنا ہی علم قرآنی ہے جو استنجا کرنا نہیں جانتے' وہ تفسیر قرآن کرنا چاہتے ہیں۔ فقط قرآن کریم پڑھ لینا اور سیکھ لینا ایمان اور طہارت قلبی نہ دے گا بلکہ پاک فرمانا حضور ﷺ کا فعل ہے جو تعلیم قرآن وغیرہ کے علاوہ ہے۔ علم کے لئے لازم نہیں' شیطان عالم تھا مگر مومن نہ تھا۔ آج بھی بہت لوگ علم کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہیں اس لئے کہ اس محبوب سے علحدہ ہیں:

کتابیں پڑھیں دینداری نہ آئی بخار آگیا پر بخاری نہ آئی

تعلیم سے جاہل کی جہالت نہ گئی نادان کو اُلٹا بھی تو نادان رہا

حضور ﷺ ہر طرح کی پاکی بخشتے ہیں' آفتاب اپنی شعاع سے زمین کو پاک کرتا ہے پانی جس پر توجہ کرے پاک کردے یہ آفتاب رسالت چشمہ رحمت ہیں جس پر توجہ فرمائیں پاک کردیں۔ قرآن کا سمجھنا آسان نہیں کہ عقل سے معلوم ہو جائے' ورنہ اس کی تعلیم کے لئے انبیاء تشریف نہ لاتے۔ مشکل علم کے سکھانے کے لئے بڑے علماء مقرر ہوتے ہیں۔ ایم اے کا معلم قابل ہوگا۔ سائنس سکھانے نبی نہ آئے' کہ وہ عقل سے حاصل ہو سکتی' چونکہ قرآن پاک سب سے افضل اور مشکل تھا لہذا اس کی تعلیم کے لئے سیدالانبیاء کو بھیجا گیا۔

اہل عرب کی پرانی گمراہی کا ذکر ہے' حقیقت یہ ہے کہ تمام کفار ہی گمراہ ہیں مگر اہل عرب جیسے گمراہ جنگجو اور جہالت میں گرفتاروں کی مثال نہیں مل سکتی۔ بھلا حد ہوگئی کہ

شرفاء اپنی لڑکیوں کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ ہم خسر نہ کہلائیں' ادنیٰ لوگوں کی ایک نسل کا نکاح اس طرح ہوتا تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی بے شمار لوگوں سے زنا کرائے' جب بچہ ہوتو زانی جمع ہوں جس سے بچہ مشابہ ہو وہی شوہر قرار پائے۔ ایسی قوم کو اس ہادی برحق ﷺ نے صرف دس برس کی تبلیغ سے ایسا درست کیا کہ چوروں کو پاسبان' ڈاکوؤں کو رعایا کا نگہبان اور بت پرستوں کو خدا پرست بنا دیا' حالانکہ پہاڑ اکھیڑ دینا اور دریا کا رُخ پلٹ دینا آسان ہے مگر بگڑی قوم کو بنانا مشکل' تمام عالم پر حضور ﷺ کا احسان ہے مگر اہل عرب پر خاص کرم۔

اگر چہ حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے پردہ میں ہیں مگر ان کے فیوض و برکات کا دریا اسی طرح بہہ رہا ہے۔جس طرح پہلے تھا بلکہ اولیاء اقطاب بعد دفن بھی زندہ ہیں' مومنین کے لئے باعث رحمت وقوت ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا ﴿**وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات**﴾ اموات جمع میت کی ہے۔ میت اس مُردار کو کہتے ہیں جس سے بعد موت کوئی نفع نہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ شہیدوں کو خواہ وہ تلوار آہنی سے شہید ہوں یا تلوار عشق الٰہی سے' بے کار مُردہ نہ کہو' وہ تو کارآمد بھی ہیں اور زندہ بھی۔ اسی لئے فرمایا ﴿**كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر**﴾ معلوم ہوا کہ اصحاب قبور سے مایوس ہونا کار کفار ہے۔ جب زمین کے نیچے والی بنیاد یا پشتہ دیوار کو ایسا مضبوط بنا دیتا ہے کہ وہ دیوار آندھی اور بارش سے نہیں گرتی' تو زمین کے اندر آرام فرمانے والے شہداء و اولیاء زندوں کی پشت بانی ضرور کریں گے۔

ہم تو دنیا میں بنیاد والی دیوار ہیں' ہمارے زندے اُوپر' مردے نیچے۔۔۔مگر تم بغیر بنیاد دیوار ہو کہ تمہارے زندہ مردے سب ہی اُوپر ہیں۔ اسی لئے قبر کھودنا منع ہے کہ بنیاد کھودنے اور جڑ اکھیڑنے سے دیوار کمزور اور درخت خشک ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ زمان ومکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے: **اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو نبی اکرم ﷺ پر سلام کہے (ابن ماجہ' ابوداؤد وسنن کبریٰ)

شفاءشریف میں ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام علیك ایها النبی** کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ شرح شفا میں ہے کہ **لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام** اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے' لہذا گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علی النبی کہا کرو۔

مَـنّ اوراحسان وانعام میں عموم وخصوص مطلق ہے۔ انعام واحسان تو ہر نعمت کو بولا جائے گا مگر مَنّ کسی بڑی نعمت کو ہی کہا جائے گا خدائے قدوس کی بے شمار نعمتیں انسان کوملیں جن کا ذکر قرآن کریم نے بطور احسان وانعام فرمایا مگر لفظ مَـنّ سوائے اس نعمت کے کسی پر نہ بولا' کہ یہ ہی نعمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سے بڑی ہے۔ بادشاہ اپنی شان کے لائق چیز دے کر احسان جتائے گا نہ کہ فقیر کی شان کے لائق نعمت پر۔۔۔ ہاتھ' پاؤں' زمین وآسمان ہمارے لئے بڑی نعمت ہیں مگر شانِ خداوندی کے لئے حضور ﷺ کی بعثت بڑی نعمت ہے۔

لفظ مَنّ پر بعض جہلاء کا اعتراض ہے کہ کوئی چیز کسی کو دے کر احسان جتانا بُرا ہے ﴿ لَاتُبْطِلُواْ صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰیٰ ﴾ تو خدا نے احسان کیوں جتایا۔۔۔رب اور مربوب کے احکام جُدا ہیں۔۔۔کوئی بندہ خود کسی پر احسان نہیں کرتا' خدا دلواتا ہے بندہ دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم احسان جتادیں تو جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حقیقی منعم ہے۔ وہ احسان جتادے اُس کو لائق ہے' نیز ہم احسان جتائیں گے طعنہ کے لئے' جس سے فقیر کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے احسان جتایا تا کہ اس نعمت کی قدر پہچانیں' اگر ہم بھی کچھ دے کر اس لئے احسان جتائیں کہ وہ اس کی قدر کرے' تو جائز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز تسبیح بتاتے وقت بہت اظہارِ احسان فرمایا۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ التسبیح' ارشاد فرمایا: اے چچا میں تم پر احسان کرتا ہوں جو یہ بتاتا ہوں۔

نیز آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے ﴿ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰیٰ ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ جس احسان جتانے سے فقیر کو تکلیف ہو وہ منع ہے' اور یہاں مقصود اظہار قدر نعمت ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری پر پانچ وجہ سے احسان جتایا: اولاً تو حضور محبوب الٰہی ہیں۔

سب کچھ دے دیا جاتا ہے مگر محبوب دینا تو کیا معنیٰ' دکھایا بھی نہیں جاتا۔۔ روپیہ قفل میں رکھتے ہیں' نہ دکھاتے ہیں نہ بتاتے ہیں۔

ہرایک کا حصّہ نہیں دیدار کسی کا　　بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود مسلمانوں کو محبوب دیا۔ بڑا فضل کیا' دوسری نعمتیں محبوب خُدا نہیں۔۔معراج میں جانا تعجب کی بات نہیں' محبوب حبیب کے پاس جایا کرتے ہیں۔ ہاں وہاں سے آنا باعث تعجب ہے کہ محبوب بُلا کر واپس فرمائے گئے۔مگر یہ نعمت مسلمانوں کو ہی ملی نہ کہ کفار کو۔۔اس لئے احسان صرف مسلمانوں کو جتایا' اگرچہ وہ سب کے لئے رحمت ہیں۔ رسالت سے فائدہ مسلمانوں نے اٹھایا' لہٰذا فرمایا گیا رب تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتیں حضور ﷺ کے طفیل وصدقہ میں ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے **لو لاك لما خلقت الافلاك** یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے۔۔۔ یہ ساری نعمتیں حضور نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہے۔۔ تمام دنیا بَراتی ہے اور حضور ﷺ اس کے دولہا :

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک　　ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہ ہی اِک مدینہ کے چاند ہیں　　سب اُن ہی کے دم کی بہار ہے
بَراتی ہوئے اولیاء انبیاء سب　　بنے آپ دولہا سلامٌ علیک

تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام نعمتیں صرف زندگی میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ساری دُنیاوی نعمتیں فانی ہیں۔۔جہاں آنکھ بند ہوئی تمام رشتے ٹوٹ گئے مال اوروں کا ہوگیا' ہاتھ پاؤں اور سارے اعضاء جواب دے گئے۔ اگر کسی نے مہربانی کی تو فقط قبر تک' ایمان وعرفان وغیرہ باقی نعمتیں ہیں' اور یہ حضور انور ﷺ ہی سے ملیں۔۔ نیز حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء' اولاد' مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں' وہاں جو زندگی میں' قبر میں' حشر میں' جنت میں اور نزع کے وقت ہر جگہ کام آوے وہ میرے مولیٰ' عربی دولہا' جگ کے داتا

محبوب رب العلمین ﷺ کی ذات کریم ہے۔ **اللھم ارزقنا الموت علی دینه** اور فانی نعمتیں باقی نعمتوں کے مقابل ہیچ ہیں۔ ﴿**قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْل**﴾۔

چوتھے یہ کہ ہر نعمت جب ہی نعمت ہے جب اس کا استعمال صحیح ہو ورنہ زحمت۔ نیز حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء، اولاد، مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔۔ تلوار اگر دشمن کو مارے تو رحمت ہے، اگر اپنے کو مارے تو زحمت۔ اسی طرح اگر اعضائے بدن کو کار خیر میں لگایا جائے تو رحمت ہیں ورنہ زحمت۔ اور ان کو صحیح مصرف میں لگانا حضور ﷺ نے بتایا۔ یہی سَر بتوں کے آگے جُھکتا تو جہنم میں لے جاتا۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے آگے جُھکادیا، جنت میں لے جائیگا۔ لہذا حضور ﷺ کی تشریف آوری دیگر نعمتوں کو نعمت بنانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر دی ہوئی قوت خرچ کرنے کے لئے ہے۔ اس میں سے کسی کو معطل کر دینا فطرت کو بگاڑنا ہے جیسے ہندوؤں کے سادھوؤں اور عیسائیوں کے پادریوں اور ننوں نے کیا کہ بغیر نکاح کے رہے .... نتیجہ معلوم ہے۔ اسلام نے سب قوتوں کو اپنی جگہ خرچ کرایا، آنکھ سے دیکھو مگر غیر عورت کو نہیں، شہوت خرچ کرو مگر اپنی بیوی پر۔۔۔ یہ تمام باتیں حضور ﷺ نے سکھائیں۔

پانچویں یہ کہ تمام اعضاء اور مال بڑھاپے میں وبال جان بن جاتے ہیں کہ جواب دے دیتے ہیں، اولاد بھی گھبراتی ہے کہ یہ بوڑھا کب مرے۔ قیامت میں یہ ہی اعضاء ہمارے عیوب ظاہر کریں گے ﴿**وتکلمنا ایدیهم وتشهد ارجلهم بما کانوا یکسبون**﴾ ہمارے اعضاء قیامت میں ہماری شکایتیں کر کے پردہ دری کریں گے، مگر حضور ﷺ ہماری سفارش اور پردہ پوشی فرمائیں گے:

رَبِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درُود | حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام
مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں | تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

نعمت الٰہی کا شکریہ اور اس کا اظہار ضروری ہے۔ جب اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے تو حضور ﷺ کا چرچا کرنا بھی

ضروری ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ رب تعالیٰ کی نعمت کی خوشیاں منانے کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذَالِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی۔ حضور ﷺ ہر دوشنبہ کو اس لئے روزہ رکھا کرتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسی دن نبوت عطا ہوئی' پہلی وحی آئی۔۔قرآن پاک نے ماہ رمضان کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہے۔ فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن﴾ نیز فرمایا ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ جب شب قدر نزولِ قرآن کی وجہ سے ہزار مہینوں سے افضل ہے تو جس رات صاحبِ قرآن کی ولادت ہوئی وہ بھی بہت بابرکت ہوگی۔

محفلِ میلادِ مصطفٰی علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ سیرت الرسول ﷺ (ضیاء النبی ﷺ) میں رقمطراز ہیں:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات پر اس کا شکرادا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (سورۃ النحل ۱۱۴) ’’پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو‘‘

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

(سورۃ العنکبوت ۱۷) ’’پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف دلنشیں اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو اس کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾

(سورہ ابراہیم ۷) اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

المختصر بے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الٰہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار جھنجھوڑ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکرادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے اُن کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا اور عذاب الیم کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔

پانی' ہوا اور روشنی' کان' آنکھیں اور دل' صحت' شباب اور خوشحالی ۔۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتایئے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے؟ اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟ جس ذات والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔ جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولاد آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا جو کسی خاندان' قبیلے قوم' ملک اور زمانہ کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا' جس کی فیض رسانی زمان و مکان کی قیود سے آشنا نہیں' جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آب لازوال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا۔ کیا اس نعمت عظمٰی اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں ۔۔ کیا خداوند کریم کے اس خلق بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں پائیں گے اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہوگا۔ وہ غضب و عتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا۔؟

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علحدہ ذکر کیا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾
(ال عمران ۳/۱۶۴)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھا تا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں، خاص اور عام، مومن اور کافر سب کے لئے ہیں۔ اور اس لطف وکرم سے صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔ غلامانِ مصطفٰی علیہ اجمل التحیہ واطیب الثنا ہر زمانہ میں اپنے رب کریم کی اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا کرتے آئے ہیں۔ زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے شکر کے انداز گومختلف تھے لیکن جذبہ تشکر ہر عمل کا روح رواں رہا۔ اور جو خوش بخت اس نعمت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں وہ تا ابد اپنی فہم اور استعداد کے مطابق اپنے رحیم وکریم پروردگار کا شکر ادا کرتے رہیں گے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب کسی کو کسی انعام سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو اس کا دل مسرت وانبساط کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس نعمت کی جتنی قدر و قیمت اور اہمیت ہوگی۔ اسی نسبت سے اس کی مسرت وانبساط کی کیفیت ہوگی۔ لیکن جس چیز کے ملنے پر خوشی کے جذبات میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اس شخص کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ چیز اُسے نہ ملتی تب بھی اسے افسوس نہ ہوتا۔ مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں۔۔ شمع جمال مصطفوی کے پروانے ایسے قدر ناشناس نہیں۔۔۔نبوت کا ماہِ تمام طلوع ہوا تو ان کی زندگی کے آنگن میں مسرتوں اور شادمانیوں کی چاندنی چٹکنے لگی ان کے دلوں کے غنچے کھل کر شگفتہ پھول بن گئے وہ یہ جانتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ اس احسان عظیم پر شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے پھر بھی وہ اپنی سمجھ کے مطابق بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر میں گر گئے اس کی حمد وثنا کے گیت گانے لگے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے حسن سرمدی پر اپنے دل وجان کو نثار کرنے لگے۔

محفل میلاد کے بارے میں بعض مدعیان علم ودانش کی غلط اندیشیاں :

بعض مدعیان علم ودانش فرزندان اسلام کے ان مظاہر تشکر ومسرت کو دیکھ کر غصہ سے بے قابو ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان شکرگزار بندوں پر طعن وتشنیع کے تیروں کی موسلا دہار بارش شروع کردیتے ہیں ۔۔ کیا ان حضرات نے کبھی اس فرمان الٰہی کا بدقتِ نظر مطالعہ فرمایا ہے؟

﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ﴾
(سورۃ یونس: ۵۸)

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جارہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہوتو اظہار تشکر میں خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کیا کرو۔ اور یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اظہار مسرت کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔

جب دل میں سچی خوشی کے جذبات اُمنڈ کرآتے ہیں تو اپنے ظہور کے لئے وہ خود راستہ پیدا کرلیا کرتے ہیں۔

امت اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کے اس نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات تشکر وامتنان کا اظہار کرتی رہی ہے۔ ہر سال ہر اسلامی ملک کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر میں عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے ان راتوں اور ان دنوں میں ذکروفکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی اور اس کے محبوب مکرم شفیع المذنبین کی شان رفعت ودلربائی کے تذکرے کئے جاتے ہیں ۔۔ سامعین کو اس دینِ قیم کے احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ علماء تقریریں کرتے ہیں ادباء مقالے پڑھتے ہیں شعراء اپنے منظوم کلام سے اظہار عقیدت ومحبت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کی روح پرور صداؤں سے ساری فضا معطر اور منور ہوجاتی ہے اہل خیر کھانے پکا کر غرباء ومساکین میں

تقسیم کرتے ہیں ۔صدقات وخیرات سے ضرورت مندوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلشنِ اسلام میں ازسرنو بہار آ گئی ہے ۔

امام ابوشامہ جو امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاذ الحدیث ہیں فرماتے ہیں :

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا مایفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزینة والسرور فان ذلك مع مافیه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ وتعظیمه فی قلب فاعل ذٰلك وشكرا الله تعالیٰ علیٰ مامن به من ایجاد رسول الله ﷺ الذی ارسلهٗ رحمة للعالمین ۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد اول)

ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں فقراء مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جس پر شکر یہ ادا کرنے کے لئے اس بہجت ومسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔

ایک دوسرے محدث امام سخاوی کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں ...... آپ فرماتے ہیں :

ان عمل المولد حدث بعد القرون الثلاثة ثم لازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار یعملون المولد ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویعتنون بقرائة مولده الكریم ویظهر علیهم من بركاته كل فضل عمیم ۔ کہ موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اُس وقت سے تمام ملکوں میں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں اسکی راتوں میں صدقات وخیرات سے فقراء ومساکین کی دلداری

کرتے ہیں حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے۔

ابن جوزی کی رائے بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں:

قال ابن الجوزی من خواصه انه امان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنيل البغية والمرام۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لئے یہ ایک بشارت ہے۔

علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محافل میلاد کے انعقاد کا آغاز کب ہوا اور کس نے کیا۔

امام ابن جوزی ہی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابوسعید نے اس کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے محدث شہیر حافظ ابن وحیہ نے اس مقصد کے لئے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام **التنوير فی مولد البشير النذير** تجویز کیا' ملک مظفر کے سامنے جب یہ تصنیف پیش کی گئی تو اس نے ابن وحیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کی۔ وہ ربیع الاول شریف میں ہر سال محفل میلاد کے انعقاد کا اہتمام کرتا تھا۔ زیرک' دانا' بہادر اور مرد میدان تھا۔ دانشور اور عدل گستر تھا اس کا عہد حکومت کافی طویل ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے ۶۳۰ ھ میں اس حالت میں وفات پائی کہ اس نے عکہ کے شہر میں جہاں صلیبیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا ظاہر اور باطن بہت ہی پسندیدہ تھا۔ ابن جوزی کے الفاظ میں آپ اس مرد مومن کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں:

كان شهما' شجاعا' بطلا' عاقلا' عادلا وطالت مدته فی الملك الی ان مات وهو محاصر الفرنج بمدينة عكا' سنة ثلاثين وستمائة محمود السيرة والسريرة۔

سبط ابن الجوزی' اپنی تصنیف مراءۃ الزمان میں اس ضیافت کا ذکر کرتے ہیں جو ملک مظفر میلاد شریف کے موقع پر کیا کرتا تھا۔ اور جس میں اس زمانہ کے اکابر علماء اور

اعاظم صوفیہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اس ضیافت کا یہ حال اس آدمی کی زبانی بیان کیا گیا ہے جو خود اس دعوت میں شریک تھا وہ کہتا ہے میں نے بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر' دس ہزار مرغیاں اور فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت خود دیکھے' جو علماء صوفیاء اس ضیافت میں شرکت کرتے ملک مظفر انہیں خلعتیں پہناتا۔ اور میلاد شریف کی اس تقریب پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔

علامہ محمد رضا نے اپنی سیرت کی کتاب 'محمد رسول اللہ' میں مندرجہ بالا حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد ان پر مندرجہ ذیل اضافہ کیا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

جزائر کے سلطان ابوحمو موسیٰ بڑے اہتمام اور اجلال کے ساتھ شب میلاد منایا کرتے تھے۔ جس طرح مغرب کے سلاطین اور اندلس کے خلفاء اس زمانہ میں یا اس سے پہلے اس تقریب سعید کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

ابوحمو شب میلادِ مصطفٰی ﷺ کو اپنے دارالحکومت تلمسان میں بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں خاص و عام سب لوگ مدعو ہوتے تھے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف قیمتی قالین بچھے ہوتے۔ اُن پر گاؤ تکیئے لگے ہوئے اور بڑی بڑی شمعیں جو دور سے ستون کی طرح نظر آتی تھیں اور دسترخوان' انگیٹھیاں جن میں خوشبو سلگ رہی ہوتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ خالص پگھلا ہوا سونا انڈیلا جارہا ہے۔ تمام حاضرین کو رنگ برنگے لذیذ کھانے پیش کئے جاتے تھے معلوم ہوتا کہ موسم بہار کے رنگین پھولوں کے گلدستے ہر مہمان کے سامنے سجا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کی رنگت کو دیکھ کر ان کے کھانے کی خواہش دوبالا ہو جاتی تھی آنکھیں ان کی رنگینی کو دیکھ کر روشن ہوتی تھیں اور بھینی بھینی مہک مشام جان کو معطر کر رہی ہوتی تھی۔ تمام لوگوں کو درجہ بدرجہ بٹھایا جاتا تھا۔ سب حاضرین کے چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی چمک رہی ہوتی تھی اس کے بعد بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے مدحیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ اور نصائح کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت و اطاعت کی طرف راغب کرتے تھے یہ سارے کام اس ترتیب سے ہوتے کہ حاضرین کو قطعا تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا احساس نہ

ہوتا اس روح پرور تقریب کے مختلف پروگراموں کو سن کر دلوں کو راحت ہوتی اور نفوس کو مسرت حاصل ہوتی۔

سلطان رضوان اللہ علیہ کے قریب شاہی خزانہ رکھا ہوتا جس کو ایک رنگ برنگی یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا ہوتا۔ رات کے گھنٹوں کے برابر اس میں دروازے ہوتے جب ایک گھنٹہ گزرتا تو اس دروازے پر اتنی چوٹیں لگتیں جتنے بجے ہوتے۔ دروازہ کھلتا اور ایک خادمہ نکلتی جس کے ہاتھ میں انعامات لینے والوں کی فہرست ہوتی' سلطان اس کے مطابق انعام تقسیم کرتا۔ اور یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہتا۔ ہمارے یہ سیرت نگار اپنے زمانہ کے حالات بھی لکھتے ہیں کہ مصر میں کس اہتمام سے عید میلاد کا جشن منایا جاتا ہے۔

بعض بد باطن متشددین' محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت و گمراہی کہتے ہیں۔۔ بدعت پر ہم نے تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ' سنّت و بدعت' میں کی ہے جس کا مطالعہ شبہات کے ازالہ کے لئے بہت ضروری ہے۔

محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے۔ بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر کا ادا کرنا کثیر آیات سے ثابت ہے۔ اسی طرح آیت ﴿فَلۡيَفۡرَحُوۡا﴾ سے اس فضل و نعمت خداوندی پر اظہار مسرت کرنا حکم الٰہی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد بے اصل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سنت نبوی میں اصل موجود ہے اس ضمن میں انہوں نے یہ حدیث تحریر فرمائی جو صحیحین میں موجود ہے:

ان النبی ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء فسالهم فقالو هو یوم اغرق فیه فرعون ونجا موسیٰ ونحن نصومه' شکرا فقال نحن اولیٰ بموسیٰ منکم

' کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو پایا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے۔۔حضور ﷺ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ

وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی ۔۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکرادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا! تم سے زیادہ ہم اس بات کے حق دار ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں'

(چنانچہ حضور ﷺ نے خود بھی رزوہ رکھا اور اپنی امت کو بھی ایک دن کے بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی)

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اُسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلادِ مصطفٰی پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر دوشنبہ (پیر) کو اُسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

حافظ الشام شمس الدین محمد بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا کــان هــذا کـافـر جـاء ذمـه' — وتبت یـداه' فی الجحیم مخلدا

اتــیٰ انــه فــی یـوم الاثـنین دائمـاً — یـخـفف عـنــه لـلسرور باحمدا

ومـا الـظـن بالعبد الذی کان عمره — بـاحـمـد مسـرورا ومات موحدا

'جب ایک کافر، جس کی مذمت میں پوری سورت ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ نازل ہوئی اور جو تاابد جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر دوشنبہ کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دُنیا سے رخصت ہوا'

اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب امتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آیئے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرادا کیا کریں۔ سب مل کر اس کی تسبیح وتہلیل بیان کریں ۔۔ اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں امت مصطفویہ

کے افراد جمع ہوں۔ اوران کے علماء، واعظین اور حکماء سیرت محمدیہ سے انہیں آگاہ کریں اس کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال وکمال میں عقیدت ومحبت سے صلوٰۃ وسلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں اور یہ اہتمام بہرحال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمان الٰہی کی نافرمانی ہو یا سنت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔

ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغامبر بن کر آئی تھی۔ جس سے کائنات کی ہر چیز شادان وفرحاں تھی۔ فرشتے شکرایزدی بجارہے تھے عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا۔ لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی جو مصروف آہ وفغاں تھی جو چیخ چلا رہی تھی، اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک افشاں تھی، وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی۔۔۔ علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں:

ان ابلیس لعنه الله رن اربع رنات، رنة حين لعن، رنة حين اهبط ورنة حين ولد رسول الله ﷺ ورنة حين انزلت فاتحة الكتٰب قال والزنين والنخار من عمل الشيطان۔

'ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف ڈھکیلا گیا، تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم کی ولادت باسعادت ہوئی، چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔' (روض الانف)

علامہ احمد بن زینی دحلان۔ السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں:

وعن عكرمة ان ابليس لما ولد رسول الله ﷺ ورأى تساقط النجوم قال لجنوده قد ولد الليلة ولد يفسد امرنا۔ فقال له جنوده لو ذهبت فخبلته فلما دنا من رسول الله ﷺ بعث الله جبرئيل فركضه، برجله ركضة وقع بعدن۔ 'عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں کو کہا رات وہ پیدا ہوا ہے، جو ہمارے نظام کو درہم برہم کردے گا۔ اس کے لشکریوں نے اسے کہا

کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اُسے چُھو کر جنون میں مبتلاء کردو۔ جب وہ اس نیت سے حضور ﷺ کے قریب جانے لگا تو حضرت جبریل نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔ (السیرۃ النبویہ)

آنکھیں بچھادیں جس کے لئے عرش وفرش نے سونچو تو کیا مقام ہے میرے حضور کا

عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق :

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا مُردوں کو زندہ کرتے دیکھا' کوڑھیوں کو شفایاب کرتے دیکھا' مادرزاد نابینے کو صحتمند اور توانا کرتے دیکھا' دوسرے معجزات اور تصرفات کو دیکھا' ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا بیٹھے' ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات' معجزات مصطفوی ﷺ کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو عام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلے امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر ان کی نسبت خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

امت مصطفوی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اس نے اس امت کو یہ شعور عطا کیا کہ تم قیامت تک ربیع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تاکہ ڈنکا بجتا رہے کہ اس نبی کی امت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلادِ مصطفٰی ﷺ کا منانا حضور ﷺ کی نسبت خدا نہ ہونے کا اعلان کرنا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس امت مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبت ہر شرک کے تصور کو توڑ کر پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلاد نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہا ہے؟۔۔۔کہیں یہ تو نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے ! ۔۔ تو ثابت ہوا کہ ولادت کا نسخہ شرک کو قطع کرنے کا نسخہ ہے۔

مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا

﴿عَسٰىٓ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ (بنی اسرائیل ۷۹)

یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر

عنقریب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، قبر میں بھی، حشر میں بھی۔ دُنیا میں اس طرح کہ ابھی تو یہ کفارِ مکہ بعض خبیث نفسوں کے اُکسانے بھڑکانے ورغلانے کی وجہ سے آپ کے دشمن اور گستاخ بنے ہوئے ہیں مگر بہت جلدی ایسا ہونے والا ہے کہ قلوب عالمین اور ارواح کائنات میں آپ کی مدحت سرائی ہوگی دنیا کے ہر شجر وحجر سے آپ کی شان ورفعت کے نغمے بلند ہوں گے۔ آپ کی محمودیت کا وہ اونچا مقام ہوگا کہ روح کی گہرائیوں عشق کی پنہائیوں سے تا قیامت آپ کی نعت خوانی ہوتی رہے گی۔ عرش وفرش کے اہل ایمان آپ کی محبت میں وارفتہ وسرشار ہوں گے، یہی نہیں بلکہ جس شجر وحجر، شہر وبیاباں، مُلک وملکوت کو آپ سے نسبت ہوجائے گی قیامت تک اس کے بھی قصیدے پڑھے جائیں گے۔ اہل دُنیا اپنی حکومت وامارت وزارت وبادشاہت کے بل بوتے پر اجسام واملاک پر تو قبضہ جما سکتے ہیں لیکن قلبی محمود محبوب نہیں بن سکتے۔ چنگیز وہلاکو جیسے لوگ ہلاکت کے شہسوار تو بن سکتے ہیں لیکن قلبی محبت وعشق کا مرکز نہیں بن سکتے، یہ مقام محمود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے قبر میں دیدار کی جلوہ ریزی امتحان انسانیت کی کامیابی کے لئے کسی کی ابروئے چشم کی منتظری ہوتی ہے اور میدان محشر میں تو مقام محمود کی شان ہی نرالی ہوگی کہ جب تڑپتی پھڑکتی انسانیت دیکھے گی مانے گی کہ:

مسیح و صفی خلیل و نجی سب سے کہی، کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

احادیث میں بہت سی شاندار ومشہور متواتر ارشادات نبوت ہیں جن سے شفاعت کبریٰ

کا ذکر وثبوت ملتا ہے۔ عرش کے نیچے سجدہ ریزی شفاعت اور جنت کا دروازہ آپ کے لئے کُھلنا، صدر محشر بنایا جانا، حساب وکتاب کو جلدی ختم فرما کر محفل نعت خوانی کا انعقاد ہونا، اس سے بڑھ کر مقام محمود کس کو نصیب ہوسکتا ہے۔ یہی مقام محمود ہے دنیا کی سلطنت قلبوں کی محبوبیت عرش ولا مکاں کے سعودیت تا قیامت قرآن وحدیث کی حکومت ومقبولیت قبر کی جلوہ ودیدار محشر کی تخت نشینی ہر طرف مقام محمود کی بکھیر ہے۔

یارب یہ التجاء ہے کے محشر میں جو بھی ہو
نعتِ رسولِ پاک کی محفل ضرور ہو

یقیناً آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا جس کی جلالت شان کو دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں تیری ثنا گستری اور حمد وستائش میں مصروف ہو جائیں گی۔ مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **هو المقام الذی اشفع فیه لامتی** یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿**رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ**﴾ (ابراہیم۱۴/۳۶) (اے رب ان بُتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنھوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنھوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جُملہ کو دُہرایا ﴿**اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ**﴾ (الانعام۶/۱۱۸) (اگر تو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تُو ہی **عزیز وحکیم** ہے)۔

پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی **امتی امتی ثم بکی** اے میرے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے، پھر حضور ﷺ زار وقطار رونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' **یا جبرئیل اذھب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی امتك ولانسؤك** اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

روز حشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بڑے بڑے شجاع اور زورآور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے۔ ساری خلق خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کلیم اللہ تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس پہنچے گے اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی۔ آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ہاں تمہیں ایک کریم کا آستاں بتا تا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا۔ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفٰی ﷺ کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو۔ چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریا ﷺ میں حاضر ہوں گے اور اپنی داستانِ غم پیش کریں گے۔ حضور ﷺ فرمائیں گے **انا لها۔ انا لها** ہاں میں تمہاری دستگیری کے لئے تیار ہوں۔ حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سبّوح وقدوس رب کی حمد وثناء کریں گے۔ ادھر سے آواز آئے گی **یا محمد ارفع رأسك قل تسمع اسئل تعط اشفع تشفع** اے سراپا خوبی وزیبائی اپنے سر مبارک کو اُٹھاؤ' کہو تمہاری بات سُنی جائے گی' تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے' تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔ اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کا دروازہ کُھلے گا۔

انعقاد بزم محشر کا فقط اتنا ہی مقصد ہے
کہ اُن کی شانِ محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پُرنور سرور عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائیں گے :

۱ شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر' اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

۲ بعض خوش نصیبوں کے لئے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

۳ وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذابِ دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے۔ حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

۴ وہ گنہگار جنھیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لئے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے جس کا دامنِ کرم سب کو ڈھانپے ہوگا' جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر جگہ بج رہا ہوگا' جس کی جلالتِ شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کونسا دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کونسی زبان ہوگی جو اس کی تعریف وتوصیف میں زمزمہ سنج نہ ہوگی۔

یہاں بتایا جارہا ہے کہ اے مکّہ کے باشندو ! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو۔ طرح طرح کے شکوک وشبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تب اٹھے گا جب داورِ محشر عزت وجلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جوابدہی کے لئے طلب فرمائے گا چنانچہ حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یؤمئذٍ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی** (ترمذی شریف) یعنی قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا' حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا' سارے نبی میرے پرچم کے نیچے جمع ہوں گے' یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں' فخر ومباہات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بدبخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ **قال السیوطی ھذا حدیث متواتر فتعس من انکر الشفاعة** ۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا **انہ سیکون فی ھذہ الامة قوم یکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالشفاعة** کہ اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کریں گے اور شفاعت کا بھی انکار کریں گے۔ آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیاں کرتے ہیں جس میں شانِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انھیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کردیا جائے گا۔

شفاعت برحق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ میدان محشر میں سب سے پہلے ذنوب کبائر کی شفاعت کا دروازہ نبی کریم ﷺ کے لئے کھولا جائے گا۔ اُس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پھر اولیاء اللہ، پھر علماء حفاظ قراء علی الترتیب شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت بالکل درست عقیدہ ہے۔ قرآن مجید کی گیارہ آیتوں اور تقریباً چالیس حدیثوں سے ثابت ہے (تفسیر نعیمی، تفسیر ضیاء القرآن)

بعثت النبی الامی ﷺ

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الجمعۃ/ ۲)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمّیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سُنا تا ہے، انھیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھا تا ہے انہیں کتاب اور حکمت، اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے جو بادشاہ ہے نہایت مقدس ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا حقیقی بادشاہ اور فرمانروا ہے۔ جہانِ ہست و بود اور اس سے ماوراء اسی کی سلطانی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ وہ قدوس ہے، ہر نقص سے پاک، بالکل پاک۔ نہ وہاں عجز کا شائبہ ہے نہ وہاں ظلم و تعدّی کا احتمال ہے۔ وہ عزیز ہے۔ اس کا فیصلہ اٹل ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اسے ٹال سکے یا مسترد کر سکے۔ وہ ان جملہ صفات کمالیہ سے متصف ہونے کے باوجود حکیم ہے۔ اس کے سارے کام عینِ حکمت، عینِ صواب ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفات جمال و جلال کو بیان کرنے کے بعد محبوب رب العالمین رحمت للعالمین ﷺ کی بعثت مبارکہ کا ذکر فرما رہا ہے تا کہ کوئی کم فہم اس رسول کی شان رحمۃ للعالمینی کی وسعتوں کا انکار نہ کر سکے، کیونکہ اس کو بھیجنے والا وہ خُداوند جلّ وعلا ہے جس کی صفات کا یہ عالم ہے۔ اسی خداوند عالم نے جو اِن صفات جمیلہ و جلیلہ سے متصف ہے ان اُمّیوں میں سے ایک گرامی منزلت رسول مبعوث فرمایا۔

رسُول : رسول کے معنی ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بی بی مریم سے کہا تھا ﴿اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تا کہ تم کو ستھرا بیٹا دوں ۔۔۔ دیکھو رسالت کے ساتھ

بیٹا دینے کا ذکر ہوا۔ معلوم ہوا کہ رسول صرف پیغام رساں کو نہیں کہتے۔ رسول وہ ہے جو پیغام رساں بھی ہو اور فیضان رساں بھی۔ بے اختیار پیغام و فیضان دینا رسالت جبریل ہے اور با اختیار مختار ہو کر پیغام و فیضان دینا رسالت محمدی ہے۔ غرض کہ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی' اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی' رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ ان کا دست سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دست عطا و نوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق و مخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر ان کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق و مخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔

حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے' وہ در پردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا' تو ہم محتاج اور ضعیف ہو کر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا ۔۔مگر یہ صرف رسول کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ اور منتخب پیغام بَر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی کتاب و شریعت کے ساتھ ہدایت کے لئے دُنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ مرتبہ رسالت وہ باعظمت و بلند مقام ہے کہ انسانیت کے لئے اس سے بلند و بالا مقام ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿**اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ۚ**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چُن لیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔۔۔ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادۃ تمام فرشتوں یا تمام انسانوں

میں سے چُن کر منصب رسالت کے لئے انتخاب فرمالیتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشادفرمایاہے۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَه'﴾ یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے اُن ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چُن چُن کر اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جوخلاّقِ عالم ہے' جو عالم الغیب والشہادہ ہے' جوساری دُنیا کا سمیع وبصیر' جوسارے جہان کا علیم وخبیر ہے۔ جب وہ اپنے علم وقدرت وارادہ کے مطابق تمام انسانوں میں سے عہدہ نبوت ورسالت اوراپنی خلافت ونیابت کے لئے جس برگزیدہ ومعظم کو چُنے گا تو وہ کتنا بلند درجہ' اورکس قدر عظیم المرتبت اوراعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا باکمال بلکہ سراپا کمال شخص ہوگا۔ رسول جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چُنا ہوا ہوتا ہے تو یقیناً تمام نقائص وعیوب سے پاک ہواوراس میں کمال ہی کمال ہو۔ یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِه مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چُنے ہوئے رسولوں میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور سے چُن لیتا ہے۔اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہے اور وہ وہی رسول ہیں جو سب رسولوں میں سے خاص طور پر چُنے ہوئے رسول ہیں یعنی گلشن رسالت کے سب سے حسین پھول' رسُول مقبول' ہادی السُّبل' سیدالرسل' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' سرورِانبیاء' محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کے جاہ وجلال' ان کے فضل وکمال' اُن کے حُسن وجمال کا کیا عالم ہوگا؟ اوران کے مراتب جلیلہ وفضائل جمیلہ کی شانِ بے مثالی کی کیا انتہا ہوگی۔۔ امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاءؑ اولیاء سے رُسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے — ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کوشایاں ہے عرشِ خُدا پرجلوس — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
مُلک کونین میں انبیاء تاج دار — تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

نبی : نبی کے معنٰی ہیں پیغام رساں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃٌ سے بنا بمعنٰی بلندی درجات (تفسیر روح المعانی، کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول ۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی ۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکا دو جہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین ودُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں، سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرمادیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرمادیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مُراد کی مُراد پوری فرمادی۔ کسی کو جنّت بخش دی، کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرمادیا، کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا، کسی کو مال واولاد کی دولت سے مالا مال کردیا، کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنادیا، کسی کو صدیق بنادیا، کسی کو فاروق بنادیا، کسی کو غنی کردیا، کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا، خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں' نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه**

یخبر عن الله تعالی یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿**تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ**﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿**عَمَّا يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ**﴾ وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں' کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔ اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔ خبر دینے والا' خبر لینے والا' خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے' اے خبر دینے والے۔ کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔ مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار' ریڈیو' تار' خط' ٹیلیفون' ٹیلیویژن' نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں' مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَر پردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنیٰ کئے جائیں 'خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا' یا رسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمّتی اور ہر اُمّتی کے بے شمار اعمال ۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں' تہ خانوں میں' پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عاَلم بَالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو' اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ' میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں' ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق ۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو' رب تعالیٰ سے پوچھوا لیں گے ۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ' جمع تفریق کر کے بتادیں ۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو' بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمّتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں ۔ عرض کیا' کون؟ فرمایا' عمر ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا' حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر وحضر' جنگل و گھر میں حضور کے ساتھی ہیں ۔ فرمایا' اے عائشہ' انھیں کیا پوچھتی ہو' اُن کی ہجرت والی رات غار ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے ۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے ۔ کہ اے خبر رکھنے والے ۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دست کرم پھر جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں ۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کر رہے ہیں ۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو ۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں ۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں ۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جا رہے ہیں ۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے

دو پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔حضور نے فرمایا کہ یہاں دوقبریں ہیں۔جن میں عذاب ہورہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں' مسکینوں' گم ناموں' بے خبروں کی خبر لینے والے۔جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریادرس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہوجائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں' یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا۔اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا' اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔جس کا کوئی نہیں' اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بُھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بُھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں۔ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُرانوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود

اُمّی : امی بنا ہے 'ام' سے اور یاءِ نسبتی سے' ام سے مراد یا تو ام القریٰ یعنی مکہ معظّمہ ہے امی بمعنی مکی ہے یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے یا ام بنا ہے امۃ عربیۃ سے جو لکھنے پڑھنے سے عموماً علحدہ تھے یعنی بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے' یا ام بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ سیدہ آمنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفٰی ﷺ کی ماں ہیں ویسی ماں پیدا نہ ہو۔ بے مثال بنی کی بے مثال ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔۔ یا امی کے معنے ہیں ماں کے پیٹ سے عالم وعارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی کسی کی مُریدی کسی سے فیض لینے کا دھبہ نہیں۔

قلم اعلیٰ جن کا خادم ہو' لوح محفوظ جس کی کتاب ہو' اللہ تعالیٰ کے نوشتہ پر جس کی نظر ہو وہ کس کا شاگرد ہو یا ام بمعنی اصل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَاب﴾ یعنی عالم کی اصلیت والا۔۔

لفظ امی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں **والامی الذی لایکتب قال الزجاج : الامی الذی علیٰ خلقة الامة لم يتعلم الكتاب فهو علیٰ جبلته وقيل للعرب الاميون لان الكتابة كانت فيهم عزيزة او عديمة** یعنی امی وہ ہے جو لکھ نہ سکے زجاج کہتے ہیں کہ امی اس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر رہے۔جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی اُمیین کہا جاتا کیونکہ ان میں لکھنا نادر بلکہ معدوم تھا۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو امی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کے عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم ومعارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی **إشارہ إلی عظيم قدرته عزوجل وان افاضته العلوم لاتتوقف على الاسباب العادية** ۔

اسی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں اُمّی ولی بھی ہوسکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے تو اس کے دل پر انوارِ الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور انہی انوار سے وہ علومِ ربانیہ اور معارفِ لدنّیہ کا ادراک کرسکتا ہے۔ **ومن انقطع الی الله عزوجل وخلصت روحه افیض الی قلبه انوار الٰهية تهيات بها بادراك العلوم الربانية والمعارف اللدنية۔**

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ **لم يحتج اليه من كان القلم الاعلی يخدمه واللوح المحفوظ مصحفه ومنظره۔ وعدم كتابة مع علمه بها معجزة باهرة عليه السلام ۔** یعنی قلمِ اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوحِ محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت وخواند کی کیا ضرورت۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ کسی عارف نے لکھا ہے:

ام الکتاب (قرآن شریف) کے فیض نے کیونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب امی رکھا ہے۔ اگرچہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں پکڑی لیکن لوحِ محفوظ کے تمام رازوں سے خبر دی ہے۔ انس وجن نے حضور ﷺ کے خط پر اپنے سَر رکھ دیئے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حضور ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین وآخرین کے علوم ومعارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان ﴿**تبيانا لكل شيءٍ**﴾ (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔ جامی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ میرے محبوب ﷺ نہ کبھی مکتب میں گئے نہ لکھنا سیکھا، مگر اپنے چشم وابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ **من ادبك يا رسول الله** یعنی یارسول اللہ ﷺ! کس نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی؟ تو ارشاد فرمایا کہ **ادبني ربي فاحسن تاديبي** یعنی میری تعلیم وتربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم وتربیت فرمائی ہے اور

جس کا استاد رب العالمین ہو اسے پھر دُنیا میں کسی اُستاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا مگر **اعلم الخلق** ہیں﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ یعنی سارے جہان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاقِ عالم جل جلالہٗ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

ایسا اُمی کس لئے منتِ کش استاد ہو
کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

آپ کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ تمام دنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور ﷺ ہوں اور آپ کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو' تاکہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھا ہوا شاگرد ہے۔

دوم: یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں شخص حضور ﷺ کا استاد تھا تو شاید وہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم: حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور ﷺ چونکہ پڑھے لکھے تھے اس لئے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم: جب حضور ﷺ ساری دنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم: اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی' حالانکہ حضور ﷺ کو خالقِ کائنات نے اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی تعظیم کرے۔ اس

لئے اللہ جل شانہٗ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو (سیرۃ المصطفیٰ)

ہمارے حضور ﷺ نبی بھی ہیں، رسول بھی ہیں اور امی بھی ہیں۔۔مگر امی ہونا صرف ہمارے حضور کی خصوصی صفت ہے یعنی پیدائشی عالم بہ علم لدنی۔۔۔حضور ﷺ کا ایمان باللہ درجہ حق الیقین کا ہے ہمارا ایمان باللہ علم الیقین کے درجہ کا ہے۔ حضور ﷺ کا ایمان بلا واسطہ ہے ہم لوگوں کا ایمان بالواسطہ، حضور ﷺ کا ایمان بالشہادہ ہے۔ ہم لوگوں کا ایمان بالغیب۔

حضور ﷺ کی رسالت کے فرائض کو اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ دلوں میں اُترتی چلی جائیں۔ صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں۔اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار ومعارف سے آگاہ بھی کریں۔ صرف تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب وحکمت سے ہی فریضہ رسالت ادا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اپنی نگاہِ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کردیں۔ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کھلی گمرائیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ سے ریگزار عرب کے حقیر ذرّے آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِم﴾ سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبانِ قال سے صحابہ کو نصیب ہوا اور ﴿يُـزَكِّيْهِـم﴾ سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمادیا جو نبوت کی نگاہِ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا ہے۔ اولیائے کرام اپنے مریدین پر اسی سنتِ نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دل اور ان کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔

علامہ آلوسی فیضانِ نگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں **ومع ھٰذا لاانکر برکۃ کل**

من الامرين التوجه والرابطة وقد شاهدت ذٰلك من فضل الله عزوجل مرشدِ کامل کی توجہ اور تعلقِ خاطر کی برکت کا میں انکار نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے خود مشاہدہ کیا ہے (روح المعانی)

بعض یہود نے اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ صرف اُمیین یعنی اہل عرب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن یہ استدلال سراسر باطل ہے۔ اگر قرآن کریم میں **الی الامیین** ہوتا تو ان کے قول میں کچھ وزن ہوتا۔ یہاں تو ﴿**فِی الْأُمِّيّن**﴾ کے الفاظ ہیں۔اور اس میں کیا شک ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت امیین میں ہوئی لیکن آپ کی بعثت ان امیین تک محدود نہ تھی جس طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر تصریح کر دی گئی ہے ﴿**كافة للناس بشيرا ونذيرا۔ وما ارسلنٰك الا حمة للعٰلمين**﴾۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں **المذكور فى الاٰية قومه** ﷺ **وجنس الذين بعث فيهم واما المبعوث اليهم لم يتعرض له فيها نفيا او اثباتا وقد تعرض لاثباته فى آيات اُخر۔** (روح المعانی)

حضور ﷺ سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے لئے ایک مقررہ وقت تک مُرشِد ورہبر بنکر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین وآخرین جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت وسروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص وعام' ہر فقیر وامیر' ہر عربی وعجمی' ہر رومی وحبشی کے لئے وہ مرشد بن کر آیا۔۔اسی لئے اس بات کا اعلان اس کی زبان حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اسے اولاد آدم ۔۔ میں تم سب کے لئے اپنے زمین وآسمان کے خالق ومالک کی طرف سے رشد وہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں ۔ اب تمھارے لئے ہدایت اور فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمھارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضر راہ بناؤ۔ میری سُنّت سے انحراف نہ کرو۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین نائبِ غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں : ’ رسول کی بعثت صرف اہل عرب کے لئے نہیں تھی بلکہ رسول سارے انسانوں کے رسول تھے ﴿اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا ﴾ میں تم سب کا رسول ہوں **بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً** ساری مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ﴿**وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ** ﴾ اے محبوب ہم نے تم کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ﴿**وَلِلۡعَالَمِیۡنَ نَذِیۡرًا**﴾ رسول سارے عالم کے لئے نذیر بنا کر بھیجے گئے ۔ یہ وہ حقائق ہیں جس پر کسی کو انکار نہیں کہ اللہ کے رسول کی بعثت ساری کائنات کے لئے ہے اور وہ بھی قیامت تک کے لئے ہے ۔ اس عموم کو سامنے رکھ کر آپ اس آیت پر غور کریں کہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ رسول کو جن کی طرف مبعوث کیا گیا وہ سب اُمّی ہیں جاہل و اَن پڑھ ہیں ۔ عرب کو جاہل کہنا آسان نہیں ہے ' اُن کی فصاحت و بلاغت ' اُن کی شاعرانہ رفعتیں آج بھی سب سے خراج عقیدت حاصل کر رہی ہیں ۔ اُن کی زبان دانی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سوا سب کو گونگا (عجمی) سمجھتے تھے ۔ ساری کائنات کا جائزہ لو ' کیا ساری دُنیا جاہل ہے ؟ کیا جالینوس ' بوعلی سینا اور یونانی مفکرین جاہل تھے ؟ کیا اسلام کے دائرہ سے باہر رہنے والے اُس دور کے تمام عقلاء و حکماء جاہل تھے ؟

قرآن کا تصورِ علم اور تصورِ جہالت : قرآن کے عموم کو ہم سامنے رکھیں تو وہ ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ رسول جن کے پاس آئے وہ سب کے سب جاہل تھے ۔ بیشک اُمیین میں وہی ہیں اور اُمیین کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا گیا ہے ۔ رسول تو اول و آخر سب کے رسول ہیں اس میں ماضی و مستقبل کی کوئی تفریق نہیں ' پھر ہم افلاطون ' بقراط و سقراط ' جالینوس و ارسطو کو کیسے جاہل کہہ دیں ......مگر قرآن تو اس انداز سے گفتگو فرما رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ پہلے آنیوالے بھی جاہل تھے اور بعد آنیوالے مفکرین بھی جاہل تھے اور جو دُنیا والوں کے سامنے علم والے ہیں وہ سب کے سب جاہل ہیں ۔ یہ معاملہ کیا ہے ؟ معلوم ہوا کہ قرآن ہم کو علم کا ایک نیا تصور دے رہا ہے کہ کسی کے پڑھے لکھے ہونے سے انکار نہیں ہے ' کسی کے

مفکر ہونے سے انکار نہیں ہے.....مگر وہ علم جو خدا کی معرفت نہ کرا سکے وہ جہالت ہے' وہ علم جو اپنی معرفت نہ کرا سکے وہ جہالت ہے۔ اس حساب سے سقراط وبقراط' ارسطو وجالینوس سب جاہل تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چاندنی رفعتوں کو چھونے والے' شمس پر قابو پانے والے' مریخ پر کمندیں ڈالنے والے' فضاؤں کو تیر جانے والے' دریا کا کلیجہ چیر جانے والے یہ سب علوم آسان ہیں مگر خدا کی پہچان آسان نہیں ہے وہ علم جہالت ہے جو ساری کائنات کی خبر دے اور خالقِ کائنات سے بے خبر رکھے...... **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه** اگر تمہیں صحیح علم ملے گا تو دامنِ رسالت اور بارگاہِ نبوت سے ملے گا۔

النبی الامی : قرآن میں ایک جگہ رسول کے لئے اُمّی کا لفظ آیا ہے اور جن کے لئے رسول کی بعثت ہوئی اُن کے لئے بھی اُمّی کا لفظ آیا ہے۔رسول کا اُمّی ہونا یہ میرے رسول کا کمال ہے اور دوسروں کا اُمّی ہونا اُن کا نقص وعیب ہے۔ اُمی کے معنٰی ہر جگہ اَن پڑھ اور جاہل لگا دینا صحیح نہیں۔ اُمّی دوکلمہ سے بنا ہے ایک ہے'ام' اور 'ی' نسبتی۔
اُمّی کے معنٰی ماں والا' شکم مادر میں جو کیفیت ہو اور اسی کیفیت کے ساتھ جب ظہور ہو تو وہ کیفیت 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی عالم ہو اور علم لیکر آئے تو اُس کا علم 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی حافظ قرآن ہو اور حفظ لیکر ظہور پذیر ہو تو اُس کا حفظ 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی جاہل جہالت لیکر پیدا ہو تو اس کی جہالت 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں جو نبوت لئے ہوئے ہو اور نبوت کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ نبی الامی ہے یعنی پیدائشی نبی ہے۔ نبوت یہاں آ کر نہیں ملی ہے لیکر آیا ہے۔ ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ **متىٰ وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا **وآدم بين الروح والجسد** مجھے اس وقت شرفِ نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم۔ (ترمذی)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔ **کنت نبیا وآدم بین المآء والطین** میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلین طے کر رہے تھے **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** میں اس وقت نبی تھا جس وقت آدم علیہ السلام روح وجسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

اب **نبی الامی** کے معنٰی ہوئے پیدائشی نبوت والا' اب میرے نبی کا اُمّی ہونا کمال ہو گیا...... نبی کو عالم اُمّی نہیں کہا' قاری اُمّی نہیں کہا بلکہ **نبی الامی** کہا۔۔ یہ پیدائشی نبوت والا ہے۔ یہ کیسا ذوق ہے جو توہین وتنقیص والا گوشہ ہے اسی کو اپنایا جائے !

میرے رسول جس شہر (مکہ معظّمہ) میں مبعوث ہوئے اس کا لقب ہے ام القریٰ...... اس نسبت سے نبی الامی کا مطلب ام القریٰ میں آنے والا نبی۔ میرے رسول پر جو کتاب (قرآن مجید) نازل کی گئی اُس کا لقب ہے ام الکتاب...... اس نسبت سے نبی الامی کا مطلب ام الکتاب کا لانے والا نبی۔ مکہ معظّمہ کی طرف نسبت کرتے ہیں تو 'مکی' کہتے ہیں اور اُمت کی طرف نسبت کرتے ہیں تو 'اُمّی' کہتے ہیں۔ نبی اُمّی یعنی اُمت والا نبی۔ واقعی نبی کی جتنی اُمت ہے کسی کی نہیں۔ جنت میں (۱۲۰) صفیں ہوں گی (۸۰) صف صرف اُمت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہوں گی۔

نبی کا کام کیا ہے : ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ تلاوت آیات الٰہیہ ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ اور اُن کے دل کو ستھرا کرنا ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ کتاب بھی سکھائے اور حکمت بھی سکھائے۔ کتاب تو حضرت جبرئیل لیکر آئے' یہ حکمت کس نے دیا؟ نبی صاحبِ کتاب بھی ہیں اور صاحبِ حکمت بھی ہیں۔ قرآن نبی کو ایک معلم کائنات کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ میرے نبی کو **مؤلفة القلوب** کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

رسول نے علم کس سے حاصل کیا : جو نبی کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور جو دِلوں کی صفائی کرے' کیا اُس نبی کے لئے یہ لفظ زیبا ہوسکتا ہے کہ اُن کو اَن پڑھ کہا جائے؟

بغیر سیکھے کوئی کیسے معلم ہوسکتا ہے؟ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم میرے رسول کو اس دُنیا کے مدرسہ اور دارالعلوم میں تلاش کرتے ہو۔ میرے رسول نے کب اس دُنیا میں سیکھا ہے؟ تلاش وہاں کریں جہاں سے یہ آئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہو گیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ شمال نہ جنوب، نہ مشرق نہ مغرب، نہ فرش نہ فرشی، نہ آگ نہ آتشی، نہ باد ہے نہ بادی، نہ آب ہے نہ آبی۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا، ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا، ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے، ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں۔۔۔ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نور محمدی ہے **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** ۔ نورِ مصطفٰی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالم لاہوت وعالمِ قدس سے آیا ہے۔ اب یہ جہاں سے آیا ہے وہاں دیکھا جائے کہ وہاں کچھ پڑھا اور سیکھا کہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں **ماکان ومایکون** کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔ ﴿**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**﴾ (نسآء/۱۱۳) اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

یہاں کلام کا تیور بتا رہا ہے وہ جس کو سکھایا بلا واسطہ سکھایا اور اب تلاش کرو کہ وہ کون ہے جو بلا واسطہ سیکھ آیا ہے۔ بلا واسطہ سیکھنے کا دعویٰ حضرت جبرئیل بھی نہیں کر سکتے، آپ کیا کریں گے

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

سدرہ والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے بلا واسطہ فیض لیا ہے یہ تو وہ ایک ہی ہے جو کہہ سکتا ہے **اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ** اور میں اللہ سے بلا واسطہ لے رہا ہوں اور مخلوق میرے واسطے سے لے رہی ہے۔

﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ**﴾ اللہ نے آپ کو سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

﴿**سَنُقْرِؤُكَ فَلَا تَنْسٰى**﴾ ہم تم کو پڑھائیں گے اور پھر فراموش نہ کرسکو گے (بھول نہ پاؤ گے) اللہ تعالیٰ نے قرأت (پڑھانے) اور علم دینے کی نسبت اپنی طرف کردی۔ اب اگر علم دینے کی نسبت کہیں حضرت جبرئیل کی طرف ہو، کہیں کسی فرشتہ کی طرف ہو تو یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ فرشتہ میرے نبی کا اُستاذ ہے......فرشتہ کی طرف جو تعلیم کی نسبت ہے وہ تبلیغ کے معنٰی میں ہے۔ اللہ سیکھا رہا ہے فرشتہ پہونچا رہا ہے۔

سیکھانے والے اور سیکھنے والے کو دیکھو...... میرا خدا ساری کائنات کا علم میرے رسول کو دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اُس کو قدرت ہے کہ نہیں؟ میرا رسول سب کچھ سیکھنے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ اُدھر خدا، اِدھر رسول۔ اُس نے دیا، اِس نے لیا...... بیچ والے تڑپا کریں اور علمِ مصطفٰے ﷺ پر اعتراض کرتے رہیں، کچھ نہیں ہوتا **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔**

علمِ مصطفٰی ﷺ پر اعتراض کرنے والوں کا مزاج بھی بڑا عجیب ہے۔ جس رسول نے ساری کائنات کو علم دیا اُس کے علم میں شک ہو رہا ہے اور اُس رسول کے علم کو کم دِکھانے کے لئے علم کا بڑا زور دار استعمال ہو رہا ہے ﴿**هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا**﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُمیین میں مبعوث فرمایا۔ اب رسول کا کیا کام ہے ﴿**یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ**﴾ تلاوت قرآن ﴿**وَیُزَكِّیْهِمْ**﴾ تزکیہ نفوس (اُن کے دِلوں کو پاک کرنا) ﴿**وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ تعلیم کتاب اور حکمت...... یہ ہے اللہ کے رسول کی ذمہ داری۔

رسول کا مشن : میرا رسول جو مشن لیکر آیا ہے اُس پر چلنا تلوار سے زیادہ تیز ہے اور بال سے زیادہ باریک راستہ پر چلنا ہے۔ دیکھو پُل صراط تلوار سے بھی زیادہ تیز بال سے

زیادہ باریک ہے اُس پر سے کوئی بجلی کی طرح گذر جائے گا' کوئی گھوڑے کی طرح گذر جائیگا' کوئی آدمی کی رفتار سے چلے گا' کوئی گرتا ہوا چلے گا۔ اِس دُنیا کا پُل صراط کا نام ہے صراط مستقیم' جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے یہاں کے پُل صراط پر جس تیزی سے گذرے گا اور اگر یہاں گرتے پڑتے چلیں گے تو وہاں بھی گرتے پڑتے چلیں گے۔ قدرت نے یہاں بھی پُل صراط قائم کردی ہے تاکہ مشق وتمرین کی منزلیں یہیں ختم ہو جائیں۔ پُل صراط کو یوں سمجھو کہ ایک طرف ہمارا دِل ہے' ہمارے دل کی خواہشیں ہیں' ہمارے دل کی آرزوئیں ہیں' ہماری تمنائیں ہیں' دُنیا کے چیزوں سے محبت ہے' دُنیاوی رشتے ہیں ......ایک طرف یہ ہے۔ دوسری طرف حق ہے' خدا کا دین ہے اور خدائی احکامات ہیں' قرآن ہے' سنت ہے۔ دونوں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ دُنیاوی رشتے یہ کہہ رہے ہیں کہ دُنیا کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے چاہے دین چھوٹ جائے' دنیاوی تعلقات اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور لوگ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ دُنیاوی رشتے ایک طرف کھینچ رہے ہیں اور خدا کا حکم ایک طرف بُلا رہا ہے اِدھر سے بھی کھنچاؤ ہے اُدھر سے بھی کھنچاؤ ہے۔ اب کوئی توازن کے ساتھ شاہراہِ اعتدال کے ساتھ گذر جائے یقیناً وہ کامیاب ہوگیا......نہ اپنے جذبات کو مُردہ ہونے دیا نہ احکام خداوندی کو مجروح ہونے دیا۔ بہت ہی نازک معاملہ ہے اور ایسے نازک معاملہ سے گذر جانا تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ جب اللہ کے رسول یہاں آئے تھے اُن کا بھی راستہ یہاں بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز تھا۔ رسول یہاں کوئی حکومت قائم کرنے نہیں آئے تھے' اسٹیٹ بنانے نہیں آئے تھے' طاقت اور فوج کے ذریعہ زمینوں پر قبضہ کرنے نہیں آئے تھے۔ بعض کم فہموں اور نادانوں (بانیِ جماعت اسلامی مودودی صاحب) نے یہی سمجھ لیا اور اسلام کے عسکری نظام کو ایسا لازم اور ضروری قرار دیا کہ اُس کے بغیر اسلام ہی مکمل نظر نہ آیا۔ اللہ کے رسول آئے تھے بُرائی مٹانے ......اگر بُرائی ایک فرد میں ہو تو رسول کا مقابلہ اُس ایک فرد سے' بُرائی اگر گھر میں ہے تو رسول کا اصلاحی دائرہ اُس گھر تک پہونچا۔ بُرائی اگر شہر میں

ہوگی تو رسول کا اصلاحی دائرہ اُس شہر تک' بُرائی اگر مُلک میں ہوگی تو رسول کا مقابلہ اُس ملک سے......رسول بُرائی مٹانے کے لئے آئے تھے۔ رسول' دشمنوں کے دشمن نہیں تھے۔ رسول' کافر ومشرک کے دشمن نہیں تھے۔ رسول' منافقوں کے دشمن نہ تھے۔ رسول' کفر وشرک اور نفاق کے دشمن تھے۔ بات یہ ہے کہ بُرے سے محبت کرتے تھے' بُرائی سے عداوت رکھتے تھے

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

یہ بہت زیادہ مشکل راستہ ہے۔ رسول کی یہ ذمہ داری کہ بُروں سے محبت کرو' بُرائی سے نفرت کرو۔ یہ کہنا بہت آسان ہے مگر یہ سب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔ رسول یہی مزاج دے رہے تھے کہ مرض اور ہے مریض اور ہے۔ حکیم' مرض کا دشمن ہوتا ہے مریض کا دشمن نہیں ہوتا۔ اگر کوئی حکیم صاحب' مریض ہی کے دشمن ہوجائے تو آبادی برباد ہوجائے اور قبرستان آباد ہوجائے گا۔ حکیم مرض کے اُوپر شدید ہوتا ہے اور اتنا سخت کہ رعایت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک صاحب کو ناسور ہوگیا بہت تکلیف و بے چینی ہے اُس کے دوست ورشتہ دار اُس کو ڈاکٹر کے پاس لے جارہے ہیں۔ ڈاکٹر کو چاہیے تھا کہ اُس کے ساتھ رحم دِلی کرے لیکن ڈاکٹر نشتر نکال رہا ہے۔ مریض جب نشتر دیکھا تو گالیاں دینی شروع کردیں' مریض چیخ رہا ہے کہ ڈاکٹر ظالم ہے لیکن ڈاکٹر خاموش مسکرا رہا ہے۔ مریض کے چاہنے والے دوست بھائی وغیرہ مریض کو پکڑے ہوئے ہیں۔ مریض اب سب کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے ڈاکٹر کاٹنے میں لگا ہوا ہے مریض کی بولی کو نہیں سُن رہا ہے اسکے مرض کو دیکھ رہا ہے ناسور کے فاسد مادّے اُس کے اندر ہیں اس لئے وہ چیخ رہا ہے جب مریض کے فاسد مادّے نکل گئے تب ڈاکٹر سے لوگوں نے کہا مریض بہت گالیاں دے رہا تھا ......ڈاکٹر نے کہا' مریض تھوڑے ہی گالی دے رہا تھا وہ مرض ہی کچھ ایسا تھا' میں تو مرض کا دشمن ہوں۔ دوسرے دن مریض چلتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے معاف کردیجئے بہت بُرے الفاظ نکل گئے' میں بہت تکلیف ومصیبت میں تھا......ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی معاف کردیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مریض نہیں بول رہا ہے مرض بول رہا ہے۔ ایسا ہی اب اگر تم سے کوئی یہ شکایت کرے کہ علمائے اہل سنت بڑا نشتر لگاتے ہیں'

بڑے فاسد مادّے نکالتے ہیں تو جب سمجھ لینا کہ مریض نہیں بول رہا ہے مرض بول رہا ہے

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

جب اُس مریض کے فاسد مادّے نکل جائیں گے یہی بعد میں آکر شکریہ ادا کرے گا کہ مولانا نے بہت اچھا کیا جو یہ سمجھا دیا ورنہ میں تو سمجھا ہی نہ تھا۔۔کچھ بات آپ کے خلاف نکل گئی ہے معاف کیجئے گا **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

میرے رسول نے بتا دیا کہ بُروں سے محبت کرو' بُرائی سے نفرت کرو اور جس کو جس سے نفرت ہو اُس کا رویہ الگ ہے۔ تمثیل عرض کروں ایک صاحب کو ساٹھ سال تک نماز پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ ساٹھ سال کے بعد سوچا کہ مرنے کا وقت قریب ہے (تبلیغی جماعت میں شامل ہو جائیں) نماز شروع کر دی اور موٹی موٹی تسبیح بنالی۔اب اُن پر تقویٰ کا لقوہ ایسا پڑا کہ ہر بے نمازی سے نفرت کرنے لگے جس کو بے نمازی دیکھا اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا' حضرت جی کو اپنی پچھلی زندگی یاد نہ رہی' اس کو ہر بے نمازی سے عداوت ہوگئی۔ کیا ایسا انسان کوئی تبلیغ و ہدایت کرسکتا ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ کسی بے نمازی کو دیکھتے تو اُس سے نرمی سے بات کرتے' اُس سے خوش اخلاقی سے پیش آتے' اُس کے کام آتے اور کام آنے کے بعد درمیان میں اُس کے بےعمل کی شکایت کر دیتے کہ یہ تم میں خرابی ہے ایسا کرتے تو وہ سمجھتا......مگر جب اُس کو کسی نے دیکھا تو بھاگنا شروع کیا' قریب آنے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ محبت سے پیش آتے اور بتا دیتے کہ ہمیں تم سے ہمدردی ہے تمہاری ذات سے ہمدردی ہے ہم تو تمہاری بُرائی سے نفرت کرنے والے ہیں۔ رسول کے گھرانے (اہلبیتِ رسول) کا مزاج دیکھو کہ وہ بُرے کے دشمن نہیں تھے بُرائی کے دشمن تھے...... اسلام اس طریقہ کی تبلیغ سے پھیلا۔ مشہور واقعہ ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ دشمن سے ہوا تو انھوں نے دشمن کو زِیر کر دیا' دشمن نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے دشمن کی گردن پر تلوار چلانا

آسان تھا لیکن آپ نے فوراً تلوار دشمن کی گردن سے ہٹا لیا...... ہٹانا آسان نہ تھا۔ کوئی دشمن کے سینہ پر سوار ہو کر اُٹھتا ہے؟ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنو میرا تمہارا مقابلہ تو خدا کے لئے تھا۔ میں جب سینے پر سوار ہوا تو خدا کے لئے تھا' گردن پر خنجر لگایا وہ بھی خدا کے لئے تھا مگر جب تم نے میرے چہرہ پر تھوک دیا تو نفس کا غصہ بھی شاملِ حال ہو گیا...... غیرتِ ایمانی نے گوارہ نہ کیا' آپ اُٹھ گئے۔ اُس دشمن نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا اخلاص اور للٰہیت دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھ لیا **اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله** اب آپ کہو کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خنجر چلاتے تو کافر کٹ جاتا' ہٹا لیا تو کفر کٹ گیا' وہ کافر کے دشمن نہیں بلکہ کفر کے دشمن ہیں **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

سیرتِ رسول کے اس واقعہ کو بھی سامنے رکھو کہ رسول اللہ ﷺ جب راستے سے گذرتے تو ایک عورت کوڑا کچرا آپ پر ڈال دیتی تھی...... رسول گذرتے رہے' دیکھو کہ آپ کا کردار کیسا ہے۔ ہم ہوتے تو سوچتے کہ اس راستہ پر کوڑا ڈالا جاتا ہے دوسرے راستہ سے گذر جاؤ۔ رسول نے نہ سمت بدلی' نہ راستہ بدلہ' نہ رفتار کو بدلہ' اسی راستے سے جارہے ہیں' اسی سمت سے جارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دُنیا کا انداز اور ہے نبی کا انداز اور ہے۔ دُنیا کا انسان ہوتا راستہ بدل دیتا' دُنیا کا لیڈر ہوتا سمت بدل دیتا مگر نبی اپنا راستہ بدلنے نہیں آتا' نبی اپنا سمت بدلنے نہیں آتا ہے نبی دوسروں کا راستہ بدلتا ہے نبی دوسروں کے سمت بدل دیتا ہے نبی دوسروں کی رفتار بدلتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ایسا وقت آیا جب نبی پر کوڑا کچرا نہیں پڑتا تو نبی نے سوچا ذرا مزاج پُرسی کر و آج اُس کی طبیعت عجیب نظر آرہی ہے۔ دیکھو ایک تو عورت وہ بھی بوڑھیا اور وہ بھی جاہل۔ ہم کہتے ہیں کہ بوڑھی جاہل عورتوں کو سمجھانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر نبی نے یہ کہدیا کہ بوڑھی عورت کو سمجھانا میرے بس کی بات نہیں تو دوسرے نبی کی ضرورت ہوجائیگی کہ وہ آکر بوڑھی عورتوں کو بھی سمجھائیں **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** ساری دُنیا تو یہ کہہ سکتی ہے مگر وہ نبی جو آخری نبی ہیں وہ یہ نہیں کہیں گے۔

رسول کی بے پناہ تبلیغی صلاحیت کے پیشِ نظر اُن کو آخری نبی بنایا گیا ہے۔ رسول کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہر ایک کو سمجھا سکتے ہیں رُوح والا ہواُسے بھی سمجھا سکتے ہیں بے رُوح ہواُسے بھی سمجھا سکتے ہیں' جان والا ہواُسے بھی سمجھا دینگے' بے جان ہواُسے بھی سمجھا دینگے' ذرّوں کو سمجھا دینگے' ستاروں کو سمجھا دیں گے...... یہ اور بات ہے کہ سمجھ کر بھی کوئی نہ مانے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** مگر نبی تو سمجھا کر رہیں گے۔ جب نبی' بوڑھی عورت کی مزاج پُرسی کے لئے گئے تو وہ آپ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر کہا **اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** نبی نے اپنا راستہ نہ بدلا' عورت کو اپنا راستہ بدل دینا پڑا' عورت کو اپنا کردار بدلنا پڑا' عورت کو اپنی رفتار بدلنی پڑی...... یہ عورت ایمان اس لئے لائی کہ رسول کو بُرائی سے نفرت تھی بُرے سے نفرت نہ تھی۔ اگر بُرے سے دشمنی ہوتی تو رسول عیادت کے لئے جاتے ہی نہ تھے مگر بُرے سے محبت تھی بُرائی سے دشمنی تھی۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے عداوت سے بیعت توڑ دی اور بہت دور چلا گیا تو آپ نے ایک شعر کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں مگر یہ میرا قاتل ہے۔ بُرے سے محبت ہے بُرائی سے دشمنی ہے تو کسی نے کہا کہ جب ایسی بات ہے تو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے' موقع ہے قتل کر دیں......مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی بُرائی ظاہر نہیں ہوئی ہے پہلے کیسے سزا دی جائے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت سے یہی سبق ملا تھا کہ بُرے سے نفرت نہ کرو بُرائی سے نفرت کرو۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور گالیاں دینا شروع کر دیا' سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خاموش سُن رہے تھے۔اس نے گالیاں دے کر پورے الفاظ ختم کر دیئے مگر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُس کی ضروریات پر اپنا ذہن جما دیا' جتنی ممکن ضروریات ہو سب کے نام لے لو' سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی تو مسافر نظر آرہا ہے تجھے

سواری کی ضرورت ہوتو میں پیش کر دوں تجھے اور کچھ حاجت ہوتو انتظام کر دوں اگر تو مال واسباب چاہے تو بتلا دے۔ جب یہ جملے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اُس نے سنا تو کہا اے امام حسن رضی اللہ عنہ جس وقت پہلے میں نے آپ کو دیکھا تھا مجھ سے بڑھ کر آپ کا دشمن کوئی نہ تھا مگر اب آج مجھ کو آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ بُرے سے محبت ہے بُرائی سے نفرت ہے یہ بُرائیوں کو نکالنا چاہتے ہیں بُروں کو ختم کرنا نہیں چاہتے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار بھی ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں طرف سے صفیں تیار ہوگئی ہیں اب جنگ کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ حضرت حُر خود سوچتے ہیں کہ میں نے ہی تو گھیر کر لایا اور یہاں تک پہونچایا۔ میں نے بڑی غلطی کی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ بات یہاں تک پہونچے گی۔ معلوم نہیں کہ امام ہمیں معاف کریں یا نہ کریں۔ دل میں خیال آیا کہ چلو بارگاہِ امام میں حاضری دیں۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ پہونچے ہیں اور پہونچ کر پچھلے واقعات کو دُھراتے ہیں کہ حضرت میں وہی حُر ہوں جس سے کچھ ایسی گستاخی اور نادانی ہوئی۔ کیا آپ کے دامن میں کوئی گنجائش ہے؟ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا آستانہ ناامیدی کا آستانہ نہیں ہے ہزار بار تو نے اگر توبہ توڑی ہے اب بھی آجا توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ تم نے بڑا بُرا کام کیا تم نے یہاں لاکر جنجال میں پھنسا دیا۔ جب حُر نے کہا کہ ہمارے لئے کچھ گنجائش ہے تو کہا اے حُر تیری ماں نے تیرا کتنا اچھا نام رکھا' تو یہاں بھی حُر (آزاد) ہے اور آخرت میں بھی آزاد ہے۔ یہ انتہا ہے کہ وہ اپنے مجرم کو مجرم کہنا بھی پسند نہیں کرتے' گنہگار کو گنہگار بھی کہنا پسند کرتے' وہ گنہگار بن کر آیا ہے یہ آزاد بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اہلبیتِ رسول نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ بُرے کے دشمن نہیں ہیں بُرائی کے دشمن ہیں۔

﴿ **هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا** ﴾ اُس وقت کے حالات کا جائزہ لینے سے رسول کی بے پناہ تبلیغی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اللہ کا رسول صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ

ساری کائنات کے لئے اس وقت آیا تھا جب انسان خود فراموش بھی تھا اور خدا فراموش بھی تھا۔ نہ خدا ہی یاد تھا نہ یہ اپنی حقیقت کو سمجھتا تھا۔ یہ انسان کو اپنے سَر کی قیمت بھی معلوم نہ تھی۔ جانوروں کے آگے جھکاتا' پتھروں کے آگے جھکاتا۔ خود اپنے ہی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں دوسروں کو قتل کر رہا ہوں۔ اُس کے جوشِ انتقام کا یہ حال تھا کہ اُس کو دشمن کو قتل کرنے پر بھی تسکین نہیں ہوتی تھی بلکہ اُس کا خون بھی پیتا تھا' کلیجہ کو الگ کر کے چباتا تھا۔ دل' کان اور ناک کو کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بناتا تھا۔ لوگ اُس کی تعریف کرتے تھے بہادری کا کام سمجھتا تھا کہ فلاں نے اتنے کلیجہ کا ہار پہنا......ایسے حالات میں ایسے درندہ خصلتوں کو انسان بنا دینا یہ میرے رسول کی صلاحیتِ تبلیغ کی بات ہے۔ یہ میرے رسول کا کردار تھا' یہ میرے رسول کا کمال تھا ایسے انسانوں کو انسان بنا دیا جو انسان اپنے کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ خدا کو پہچاننے لگا' صرف خدا کو پہچاننے نہیں لگا بلکہ وہ خدا کی پہچان کرانے لگا وہ اس صدق وصفا کے آسمان پر صدیق اکبر بن کر چمکا' وہ اس فرق انسانی میں فاروق اعظم بن کر چمکا۔ دیکھو کیا کیا ہوکر روشن ہوئے' کیا کیا ہوکر چمکے' ساری دَرندگی ختم ہوگئی۔ اب اگر انسانیت کے جوہر اور انسانیت کا کمال دیکھنا ہو تو اُن کو دیکھو۔ یہاں سوچنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک بات آسان تھی مگر آسان بات کو نہیں اپنایا......اور جو بات مشکل تھی اُس کو اپنا لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے آسان بات یہ تھی کہ عرب کی قومیت کو بیدار کریں' قومیت اور وطنیت کی بنیاد پر پروگرام بنائیں۔ قومیت اور وطنیت کی بنیاد پر اگر رسول پروگرام بناتے تو عرب اُن کا دشمن نہ ہوتا۔۔ایران اور روم کی حکومتوں کی مثال دیکر ایک عرب حکومت کا پلان بناتے۔ یہ ابوجہل' ابولہب دشمن نہ ہوتے۔ تمہارے سامنے تاریخ کا وہ ورق موجود ہے جبکہ کفارِ مکہ نے آکر یہ پیش کشی کی تھی کہ اگر یہ سرداری چاہتے ہیں تو سردار بنا دیں اگر یہ دولت چاہتے ہیں تو دولت مند بنا دیں اگر یہ حُسن و جمال کے خواہاں ہیں تو عرب کا منتخبہ حُسن و جمال پیروں پر لا کر

رکھ دیں......مگر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اگر ایک ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں اور دوسرے ہاتھ پر سورج لاکر رکھ دیں پھر بھی ہم اپنے مشن سے باز نہیں آ سکتے' انہوں نے قومیت عربیہ کی بات نہیں کی۔ رسول نے یہ تصور دے دیا کہ پہلے مذہب ہے پھر قوم ہے پہلے دین ہے پھر وطن ہے۔ اب اگر کوئی تصور یہ رکھے کہ پہلے قوم ہے پھر اسلام ہے پہلے وطن ہے پھر اسلام ہے یہ اس تصور کے خلاف تصور پیش کر رہا ہے جو اللہ کے رسول نے پیش کیا تھا۔ اللہ کے رسول نے قومیت عربیہ کا نام نہیں لیا' اللہ کے رسول نے قوم اور اپنے قبیلہ کا خیال نہیں کیا' اللہ کے رسول نے یہ آ کر نہیں کہا کہ میں اپنے وطن کے لئے پیام لے کر آیا ہوں......نہیں نہیں...... میں سارے انسانوں کے لئے پیام لے کر آیا ہوں سارے انسانوں کی فلاح و بہبود کی بات کر رہا ہوں **لافضل لعربی علی العجم ولاالعجم علی العربی** عربی کو نہ عجمی پر کوئی فضیلت ہے نہ کوئی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ سب کو برابر سمجھتا ہوں چاہے وہ قریشی ہو یا غیر قریشی ہو' چاہے ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی ہو' میں سارے انسانوں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہوں اور سب کی فلاح و بہبودی کا پیام لیکر آیا ہوں۔ یہ ایک ایسا پیام تھا جس سے قریش نے اپنی ذلت محسوس کی' یہ ایسا پیام تھا جس سے عرب نے اپنی رسوائی محسوس کی مگر اللہ کے رسول نے آسانی سے توڑ دیا کیونکہ وہ آپ کا مقصد نہ تھا۔۔ دشوار راستہ کو اختیار کر لیا کیونکہ وہی مقصدِ نبوت تھا **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

قومیت اور وطنیت کی نبیاد پر جو حکومت بنائی جاتی ہے اُس میں دونوں راستے جائز قوم اور وطن کا نقصان نہ ہو جائے' صحیح راستہ ہو چاہے غلط راستہ ہو' اچھا راستہ بھی جائز بُرا راستہ بھی جائز......مگر جو حکومت انسانیت کی نبیاد پر بنائی جائے وہاں پر کوئی راستہ کا سوال ہی نہیں۔ رسول کی ذمہ داری یہی تھی کہ سارے انسانوں کو فلاح و بہبود کا پیغام دو۔ پیغام کسی قوم اور زمانہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ قومیت وطنیت کی بنیاد پر جو حکومت ہوتی ہے اُس پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ بُرائی کو مٹائیں تو بُرائی نہ کریں' بعض لوگ بُرائی کو مٹانے کے لئے

بُرائی کرتے ہیں۔ کفروشرک بہت بڑی بُرائی ہے اس بُرائی کو مٹانے' کافروں اور مشرکوں کو بلانے کے لئے ایسا نہیں ہوسکتا کہ کچھ تفریحی پروگرام کردیں' اسلام کے تعارف کے لئے اسٹیج پر کوئی فلم چالو کردیں' اسٹیج پر ناچ گانے کا پروگرام رکھا جائے اور اسی اسٹیج پر عورتوں کے گانے بجانے شروع کردیئے جائیں اور اسی میں حمد و نعت ہو اور ہم خوش ہورہے ہیں کہ اسلام کو لوگ پہچان رہے ہیں۔اس طریقہ سے اسلام کا تعارف ہو تو اسلام رسوا ہوگا اور اسلام کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسلام کا تعارف اس طریقہ سے ہو کہ لوگ رسول کے لائے ہوئے اسلام کو پہچانیں جس میں گانے بجانے کھیل تماشے اور تفریحی پروگرامس کی کوئی گنجائش نہیں۔ رسول جانتے تھے کہ قومیت کی نبیاد پر جو پروگرام بنتا ہے اس میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی' وہ بُرائی کو مٹاتے بھی ہیں اور بُرائی کو اپناتے بھی ہیں۔ رسول نے بہت پیارا انداز اختیار کیا۔ رسول کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ بُروں سے محبت کرو اور بُرائی سے نفرت کرو۔ دیکھو مریضوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک مریض وہ ہوتا ہے جس کا مرض دُور تک پہونچتا ہے متعدی ہوتا ہے اس کو پرائیوٹ وارڈ میں رکھتے ہیں' دوسرے مریضوں کے پاس نہیں رکھتے' کہتے ہیں کہ جذامی کے کمرہ میں نہ جانا' دیکھو وہ دِق والا ہے وہاں نہ جانا' دیکھو وہ طاعون والا ہے نہ جانا...... یہ جو کہتے ہیں وہاں نہ جاؤ کیا مطلب ہے؟ کیا سب مریضوں سے نفرت ہے؟ نفرت نہیں ہے نفرت تو مرض سے ہے اس لئے یہ مرض اپنا مرض دوسروں کو لگا نہ دے اس لئے پرہیز بتلایا جارہا ہے...... پرہیز اور ہے نفرت اور ہے۔ اس لئے اسلام نے نفرت نہیں سکھایا' پرہیز سکھایا ہے۔ دیکھو بے دینوں کے پاس مت بیٹھو' بے دینوں کی کتابیں نہ پڑھو' بدمذہبوں کے جلسوں میں مت جاؤ۔ کیا یہ نفرت ہے؟ نفرت نہیں ہے یہ تو پرہیز ہے؟ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اگر کوئی اپنی بے دینی کو بزورِ طاقت منوانا چاہے تو اُس وقت رسول بھی مجبور ہوگئے کہ تلوار اُٹھائیں' اپنی خرابی اپنی حد تک محدود رکھو

اور اُس کے پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ ہم کو تم سے کوئی اختلاف نہیں' تمہاری بُرائی سے نفرت کریں گے۔ اگر تم نے بزورِ طاقت اپنی بُرائی پھیلانا چاہا' اگر تم نے پریس کے زور سے بُرائی پھیلانا چاہا' اگر تم نے اسٹیج سجا کر اپنی بُرائی پھیلانا چاہا' اگر تم نے لڑیچر لکھ کر اپنی بُرائی پھیلانا چاہا تو اب ہم خاموش نہ ہونگے۔ اب ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہوگا اب ہمارے ہاتھ میں بھی تلوار ہوگی اور ہماری زبان بھی گویا ہوگی۔ بُرائی حد تک رکھو گے تو ہم بھی کچھ نہ کہیں گے مگر پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ جو بُرائی کو پھیلانے کی کوشش کیا تو اللہ کے رسول نے اُس کے مقابل ضرورۃ تلوار استعمال فرمائی ورنہ اللہ کے رسول انسانوں کے درمیان تلوار اُٹھانا پسند نہ فرماتے تھے مگر ایسے بُروں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانی ہی پڑی جو بزورِ طاقت اپنی بُرائی کو منوانا چاہتے تھے۔ اسلام کی لڑائی میں بھی بُرائی کو کسی حال جائز نہ رکھا' لڑائی میں بھی شرافتِ نفسی کا مظاہرہ کرو۔ غزوۂ خندق کا معاملہ ہے ایک طرف عمرو بن عبدو تلوار ہاتھ میں لیکر تیار ہے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اُس کے مقابلے کے لئے گئے تو تلوار نیام کے اندر رکھے ہیں یہ ہے مسلمان کا کردار......اُس نے کہا! اے علی تم میرے سامنے سے چلے جاؤ' تمہارے والد ابوطالب سے میری دوستی تھی میں اپنے ہاتھ سے تمہارے کو قتل کرنا نہیں چاہتا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کفر اور ایمان میں کوئی رشتہ نہیں ہوا کرتا' اگر تم میری بات نہ مانو گے تو میں تم سے ضرور لڑوں گا۔ اُس نے کہا کہ اچھا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ آپ نے کہا' میں نے یہ سُنا ہے کہ تم سے کوئی تین بات کہتا ہے تو تم ضرور مان لیتے ہو' اُس نے کہا کہ یہ تو اعلان ہے پہلی بات تو یہ ہیکہ تم مسلمان ہوجاؤ' دیکھو کیا انداز ہے بُرے کے دشمن نہیں بلکہ بُرائی کے دشمن ہیں۔۔ اُس نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا' دوسری بات یہ کہ میں تم سے نہیں لڑ رہا تھا تم اپنے کفر کو اپنی حد تک رکھو' طاقت کے زور سے پھیلانے کی کوشش نہ کرو چلے جاؤ' ہم تمہارا پیچھا نہ کریں گے۔ اُس نے کہا کہ یہ بھی نہ ہوگا۔ اب مجبوری آگئی اب تک تو تلوار نیام میں رکھی تھی اب نکالنا پڑا' نہ تم بُرائی کو ختم

کرنا چاہتے ہو' نہ بُرائی کو اپنی حد تک محدود رکھنا چاہتے ہو۔ اب تیسری صورت یہ ہیکہ تمہیں بُرائی پھیلانے نہ دینگے...... مقابلہ ہوا' گردن کاٹ دی اور رسول کے قدموں پر سر کو لاکر ڈال دیا مگر نہ زرہ اُتاری' نہ تلوار لی' نہ مثلہ کیا' نہ اسکا کلیجہ نکالا' لاش ویسے ہی پڑی ہوئی ہے۔ دیکھا آپ نے کہ لڑائی میں بُرائی جائز نہیں...... مقصد جو تھا حاصل ہوگیا' آگے درندگی والی بات نہ ہونے پائے' آگے ہزیمت والا انداز نہ ہونا چاہیے۔ عمرو کی بہن نے لاش کو آکر دیکھا کہ قاتل نے زرہ بھی نہیں لی اور تلوار بھی نہیں لی تو اُس نے اپنے بھائی کی لاش کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بھائی میں نے جب تیرے قتل کی کیفیت سُنی تو میں نے سوچا تھا کہ میں تیری لاش پر اپنی آنکھوں کا آخری قطرہ بھی نچھاور کردوں گی اتنا روؤں گی کہ میری آنکھ میں ایک قطرہ بھی نہ رہ جائے۔ اب تجھے دیکھ کر مجھے اطمینان ہوگیا اور میں اب تجھ پر رو نہیں سکتی اس لئے کہ تیرا جو قاتل ہے وہ نہایت شریف انسان معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت ہیکہ جب تم فاتح ہو جاؤ تو گھر نہ جاؤ' کھیتوں کو برباد نہ کرو' بوڑھوں پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ' بچوں کو کچھ نہ کہو' عورتوں کو نہ چھیڑو...... یہ سب اس لئے کہ لڑائی میں بھی بُرائی جائز نہیں۔

تجارت میں بھی بُرائی جائز نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تجارت ہے اس میں سب چلتا ہے سود بھی چلتا ہے جھوٹا کھاتہ بھی چلتا ہے اصلی مال چلتا ہے نقلی مال چلتا ہے۔۔مگر اللہ کے رسول نے تجارت کر کے بتلا دیا کہ تجارت میں بھی بُرائی نہیں۔ اسلام رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتا' جو بھی مجرم ہوگا اُسے سزا دی جائیگی...... سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ درخواست دیتے ہیں کہ جو مجھے بیت المال سے ملتا ہے وہ کافی نہیں' کچھ بڑھا دیجئے۔ جب حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بڑا اصرار کررہے تھے تو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے انھیں بلوایا اور ایک لوہے کی سلاخ گرم کرنے کا حکم دیا اور وہ گرم جلتا ہوا لوہا ہاتھ لیکر انکے ہاتھ میں دینا چاہا' حضرت عقیل نے کہا یہ کیسے بھائی ہیں

بھائی کو جلاتے ہیں ۔سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں بیت المال سے زیادہ تمہیں دیدوں تو جہنم کی آگ مجھ کو جلائے گی تم کیسے بھائی ہو جو بھائی کو جہنم میں جلاتے ہو' تمہیں بھی بُرائی جائز نہیں ۔ حضورﷺ کی یہی تعلیم تھی ۔(خطباتِ شیخ الاسلام ۔ النبی الامی)

قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت :

﴿فَـاٰمِـنُـوْا بِـاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف ۱۵۸)

پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُس رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اُس کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

اب تا قیامت کوئی شخص حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر رب تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا ۔ اب خُدارسی کا ذریعہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضور ﷺ ہیں ۔۔اول مومن ہیں ۔۔تم سب ان کی اتباع بھی کرو اگر تم ان رسول پر ایمان لا کر ان کے متبع ہوئے تو امید کرو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے ۔

ہمارے لئے بنی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی ومطالب کے بیان' اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر ونواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم ﷺ کو تفویض کیا ۔۔اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر وتشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم وخرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالت مآب کے خلاف ہو۔

قرآنی احکام مجمل ہیں' ان پر عمل کرانے ہی کے لئے تو رب تعالیٰ نے رسولِ اعظم واکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلم کتاب' مبیّنِ کتاب بن کر اور حقیقی شارح ومفسر کتاب بن کر تشریف لائے ۔۔۔گویا رب تعالیٰ نے جب قرآن کو بلا واسطہ نازل نہیں فرمایا

۔۔۔ بلکہ رسول کے ذریعہ عالَم تک پہنچایا۔۔۔اسی سے یہ بات متبادر ہے کہ ہرکس وناکس کو قرآنی آیات کا از خود مطلب متعین کرنے کا بھی حق نہیں۔۔۔ بلکہ ہوا یہ کہ قرآن اتارنے سے پیشتر ایک باوقار' امین وصادق پاکیزہ خصال برگزیدہ رسول کو مبعوث فرمایا گیا اوراس کی سیرت طیبہ پر کامل اعتبار ووثوق کو بھی دین صادق کی دلیل قرار دیا گیا' پھراس باعظمت بزرگ رسول پر قرآن کو نازل کیا گیا اور پھر قرآن کو رسول کی تشریح وتوضیح' اور بیان وتفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی ہدایت کی گئی۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾(النحل ۱۶/۴۴) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اتاری' کہ تم لوگوں پر واضح کردو' جو اُن کی طرف اُترا تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

قرآن مجید کو سمجھنے اور آیات واحکام کے مطالب مقرر کرنے کے لئے حدیثِ رسول سے مفر ممکن نہیں' مثلاً ﴿اقيموا الصلوة واٰتو الزكوٰة﴾ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو) ہی کو لیجئے۔۔ الصلوٰۃ کو اگر لغت عرب کے ذریعہ حل کریں گے تو۔۔۔آپ کو ملے گا کہ صلوٰۃ بمعنی دُعا ۔۔۔صلوٰۃ صلوین کا مفرد ہے اور یہ پیٹھ کی دو رگوں کو کہتے ہیں ۔۔۔صلی اللحم اس وقت کہتے ہیں جب گوشت کو بھونا جائے یا جلانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے۔۔۔ اکثر اہل لغت اسے دُعا کے معنٰی میں لکھتے ہیں۔ صليت له'۔ میں نے اس کے لئے دُعا کی۔ تاج العروس میں ہے:

' الصلوٰة عبادة فيها ركوع وسجود وهذه حقيقة شرعية ' یعنی صلوٰۃ اُس عبادت کا نام ہے جس میں رکوع وسجود ہوتے ہیں اور اس لفظ کا یہ معنٰی حقیقت شرعیہ ہے۔

گویا تاج العروس کی یہ توضیح صلوٰۃ کا مدلول خارج میں متعین ہونے کے بعد ظہور میں آئی ہے۔ ورنہ لغتِ عرب سے تو صلوٰۃ بمعنٰی دُعا سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بتائیے کیا مسلمانانِ عالم' منکرینِ حدیث کے بقول ﴿اقيموا الصلوٰة﴾ کا مطلب خود مقرر

کریں گے اور جتنے نمازی ہوں گے اتنے ہی قسم کی نمازیں پڑھیں گے یا کیا طریقہ ہوگا؟

لامحالہ نہایت بداہت سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم ربّ کائنات کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔۔۔عربی داں صحابہ کی نگاہِ استفسار کتاب وحکمت سکھانے والے، تبیین وتوضیح فرمانے والے، اور قوانینِ الٰہیہ کو اسوہ حسنہ کا نورانی جامہ عطا فرمانے والے رسول کی جانب اُٹھی اور آپ نے اپنے عمل و بیان کے ذریعے مکمل نماز جو خُدائے تعالیٰ کو مقصود تھی ہمیں عطا فرمادی۔۔۔اور ارشاد ہوگیا: **صلوا کما رأیتمونی أصلی** جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے تم سب بھی پڑھو۔

اسی طرح حکم زکوٰۃ پر عمل کرنے کے لئے بھی نصاب کا تعین، کس شئے پر زکوٰۃ ہے اور کس شئے پر نہیں۔ ان سب کی تفصیلی تعیین حدیثِ رسول ہی سے ہوتی ہے۔۔۔اسی طرح حج کو لیجئے۔۔۔قرآن مجید کے ذریعہ حج کے مہینوں کا تعین ہوجاتا ہے۔ عرفات سے لوٹنے کا ذکر مل جاتا ہے۔طواف بیت اللہ کا حکم بھی ہے۔اب دنیا کا کوئی مسلمان حدیثِ رسول سے بے گانہ ہوکر قرآن مجید کی آیۃ کریمہ ﴿**لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا**﴾ (آل عمران ۳/ ۹۷) (اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے) پر کس طرح عمل کرے۔۔۔؟ **اشهر معلومات** یعنی حج کے مقررہ مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں کون مقرر کرے گا کہ حج کب ہوگا؟ عرفات میں کب قیام ہوگا ؟ خانۂ کعبہ کا طواف کس طرح کتنی بار ہوگا؟ کہاں سے طواف کی ابتداء کرنی ہے؟ اور دورانِ طواف کیا کرنا ہے؟ قرآن میں احرام کا حکم بھی ہے مگر اس کی کیا صورت ہوگی، کب، کہاں سے باندھا جائے گا۔ اس کی کیا کیا پابندیاں ہوں گی۔۔؟ ان سب کی وضاحت کیسے ہوگی؟ خدانخواستہ منکرینِ حدیث کی اسکیم چل پڑے تو دنیائے اسلام میں مرکزِ توحید میں جمع ہوکر اس عالمگیر اسلامی فریضہ خُداوندی کی ادائیگی کے مقاصد ہی فوت ہوجائیں اور اسلامی حج محض تفریح اور سیر سپاٹے

جیسی کوئی چیز بن جائے کہ جو جب چاہے ان مہینوں میں حج کرے ۔ جب چاہے قیامِ عرفات کرے ۔ جیسے چاہے احرام باندھے اور جیسے چاہے طواف کرے۔ اس سے اور سب کچھ تو ہوگا، مگر مقصودِ الہٰ فریضہ حج جو اسلام کا اہم رکن ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ اُس فریضہ حج کی کامل ادائیگی کے لئے لامحالہ رسولِ خُدا ﷺ کی سنتِ مبارکہ، حدیث کی جانب نگاہ اٹھانی پڑے گی پھر سنتِ رسول کے ذریعہ حج کے تمام امور واضح ہوکر سامنے آجائیں گے اور **الدین یسرٌ** کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا**﴾ (النساء/۴۳) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

تیمّم کے سلسلہ میں طریقہ تیمّم اور صرف وضو کے لئے تیمّم ہے یا غسل کے لئے بھی ۔؟ قرآن سے اس کی توضیح کہاں ہورہی ہے؟ چنانچہ ایک صحابی کو دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہیں تھا تو انھوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی سے مسح کرلیا اور خیال کیا کہ یہی طریقہ ہوگا، مگر حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو تیمّم وضو کا ہے وہی غسل کا بھی ہے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حکم ابن ابان نے دریافت کیا کہ ام ولد کا کیا حکم ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں دلیل قرآنی دریافت کی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ: ﴿**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ**﴾ (النساء۴/۵۹) (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحبِ امر ہے) کی تلاوت کردی۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا**﴾ (چور اور چورنی ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو) مگر قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ کتنا مال یا دولت چوری کرنے پر قطع ید ہے ۔۔۔ اور ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے یا دونوں ہاتھ بیک وقت کاٹ لئے جائیں ۔۔۔ یا ایک ہی قطع ہوگا تو پہلے کون سا ۔۔؟ داہنا یا بایاں ۔۔۔؟

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (اللہ تعالیٰ نے تجارت کوحلال اور زیادتی کوحرام فرمایا) لغت عرب میں رِبٰـوٰ زیادتی کو کہتے ہیں۔ اب اس کا تعین کیسے ممکن ہے کہ کتنی زیادتی اور کس نوعیت کی زیادتی حرام ہے؟

اب اس کی تشریح وتوضیح مثلاً یہ حدیث پاک: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح ' مثلا بمثل سواءٌ بسواءٍ يداً بيد والفضل ربوٰ (صحيح مسلم كتاب الربوٰ) بیع کرو سونے کو سونے کے بدلے میں' چاندی کو چاندی کے عوض' اور گیہوں کو گیہوں کے عوض' جَو کو جَو کے عوض' کھجور کو کھجور کے عوض' اور نمک کو نمک کے بدلے' جنس بجنس برابر برابر دست بہ دست۔ اور زیادتی ربوٰ ہے۔

یہ اور اسی طرح دیگر احادیث پیش نگاہ نہ ہوں تو بیع اور ربوٰ میں تفریق کس ذریعے سے ہوگی؟

بعض احکامِ حدیث قرآن کی طرح واجب العمل ہیں:

'غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں' جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے۔۔۔ مثلاً:

(۱) 'اذان' قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں' کہ نماز پنچگانہ کے لئے اذان دی جائے' مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعارِ اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) نماز جنازہ' قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں' مگر یہ بھی فرض ہے۔ اس کی بنیاد ارشادِ رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں' مگر تحویلِ قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا۔ یہ بھی صرف ارشادِ رسول ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں' مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشادِ رسول ہی ہے۔ اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی' تو کوتاہی کرنے والے کو تنبیہ کی گئی۔۔۔مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا' اسی اثناء میں ایک

قافلہ آ گیا۔ کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے ۔۔۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿ وَإِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ (الجمعہ۶۲/۱۱)

انھوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ فرمادیں وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

یہ صرف اس بناء پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشادِ رسول بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے۔ اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

(نزہتہ القاری شرح بخاری)

آخر میں ایک اعتراض اور اس کے جواب کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔شیعہ کی طرف سے صحابہ کرام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھوں نے لہو وتجارت کے لئے نماز جمعہ ترک کردی اور اس حال میں مسجد سے نکل کھڑے ہوئے جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں دین وآخرت سے دنیا اور سامانِ رزق کی قدر ومنزلت بہت زیادہ تھی۔ اسی لئے تو وہ حضور ﷺ کو مسجد میں کھڑے چھوڑ کر چلے گئے۔

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اکابر صحابہ جن میں خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ تھے وہ سب حاضر رہے۔ چنانچہ باقی رہنے والوں میں ان کے اسماء صراحت سے درج ہیں۔ نیز یہ واقعہ ہجرت کے بعد بالکل قریبی دور کا ہے جبکہ لوگوں کو صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کا موقع بہت کم ملا تھا۔ اور یہ کمال تو حضور ﷺ کی چشم کرم کا تھا کہ ان کے دلوں میں بجز اللہ تعالیٰ کی یاد کے اور کسی قسم کی حسرت باقی نہ رہی تھی۔ اس مقام تک پہنچنے کے لئے تربیت کی ضرورت تھی۔اس کے لئے وقت درکار تھا۔ اس اثناء میں ان سے لغزش کے صدور کا قوی امکان تھا۔ جب کبھی ان سے ایسی لغزش ہوئی فوراً اس پر انہیں متنبہ کردیا گیا اور ان کی اصلاح کردی گئی۔ اس پیہم تربیت اور فیض صحبت نے وہ اثر دکھایا کہ

انہوں نے جانبازی اورسرفروشی کے میدان میں ایسے عدیم المثال کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آسمان کے ستارے‘ عالمِ بالا کے ملائک اور بہشتِ بریں کی بہاریں جُھوم اٹھیں۔ سروش غیب نے انہیں ﴿لقد رضی الله عن المؤمنين﴾ کا مژدہ جانفزا سُنایا۔ ﴿أولئك هم المؤمنون حقا﴾ کی ایمان افروزنوید فردوس گوش بنی۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص کے طالب العلمی کے زمانہ کوکوتاہیاں بیان کر کے اس کی علمی بزرگی اوراخلاقی فضیلت پر زبان طعن دراز کی جائے۔ یہ کس نے کہا ہے کہ صحابہ کرام اس اسلامی تربیت سے پہلے ہی ہمہ صفت موصوف تھے۔ یہ کس نے دعویٰ کیا ہے کہ آغوش رسالت کی برکتوں کے بغیر ہی ان میں للّٰہیت وایثارخلوص اورتقویٰ کے آثارنمایاں ہوگئے تھے۔ یہ سب کمالات قرآن کریم‘ حاملِ کتابِ مبین ﷺ کی نگاہِ کیمیا کا اثر کا نتیجہ ہیں۔

شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دُعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر چشم یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا
وہ جس کی یاد میں داؤد نے نغمہ سُرائی کی
وہ جس کے نام پر شاہِ سلیماں نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے

قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر

کنز الایمان	امام اہلسنت اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
معارف القرآن	مخدوم الملت حضور محدث اعظم علامہ سید محمد اشرفی جیلانی
البیان	غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی
خزائن العرفان	مفسر اعظم صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی
نور العرفان	حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی
تفسیر نعیمی	حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی
تفسیر ضیاء القرآن	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
جمال القرآن (انگریزی)	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
تفسیر تبیان القرآن	شارح مسلم شریف حضرت علامہ غلام رسول سعیدی اشرفی
تفسیر ابن کثیر	امام حافظ عماد الدین ابن کثیر (ترجمہ متن: ضیاء الامت)
تفسیر مظہری	حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (ترجمہ متن: ضیاء الامت)
تفسیر روح البیان	امام اسمٰعیل حقی ترکی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر الحسنات	حضرت ابوالحسنات سید احمد قادری رضوی اشرفی
تفسیر نبوی	حضرت علامہ نبی بخش حلوانی
تفسیر رضوی	حضرت علامہ غلام رسول رضوی
تفسیر منہاج القرآن	پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد طاہر القادری

مقصدِ رسالت ﷺ

﴿اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلَا تُسۡئَلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ﴾

(البقرۃ ۲/ ۱۱۸) بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوشخبری دینے والا (عذاب سے) ڈرانے والا' اور آپ سے باز پُرس نہیں ہوگی اُن دوزخیوں کے متعلق۔

اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور جو آپ کی ہمہ صفت موصُوف اور با کمال ہستی کو دیکھ کر ہدایت قبول نہیں کرتے اُنھیں کوئی اور معجزہ یا دلیل کیونکر راہِ ہدایت دکھا سکتی ہے۔

اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے دُنیا میں بہت سے انبیاء اور رسولوں کو بھیجا۔ اور ہر نبی و رسول کو پَروردگار عالم جلّ جلالہٗ نے نئے نئے انوکھے اور نرالے کمالات اور عجیب وغریب معجزات عطا فرمائے۔ کسی نبی کو حُسن و جمال دیا تو کسی نبی کو جاہ وجلال' کسی کو سلطنت اور ملک و مال بخشا' تو کسی کو جود ونوال' کسی کو علم وحکمت کا کمال عطا فرمایا' تو کسی کو رفعت وعظمت کی دولتِ لازوال سے مالا مال کر دیا۔ لیکن نبی آخر الزماں خاتم النبیین سرورِ عالم تاجدارِ مدینہ ﷺ کو جب اس خاک دانِ عالم میں بھیجا تو ایسی انوکھی شان اور نرالی آن بان کے ساتھ بھیجا کہ تمام انبیاء ومرسلین کے کمالات ومعجزات ایک ذاتِ بابرکات میں جمع فرما دیا۔ سبحان اللہ۔ کسی نے خوب کہا ہے:

خُدا نے ایک محمد میں دے دیا سب کچھ   کریم کا کرمِ بے حساب کیا کہنا؟

بلکہ بے شمار فضائل ومحاسن ایسے عطا فرمائے کہ جن کی عظمت ورفعت تک کسی کا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حسن وکمال' جاہ وجلال' ملک ومال' جود ونوال' غرض ہر ایک کمال ان کو بخش دیا۔ پھر لطف یہ کہ ہر کمال میں انھیں بے مثل و بے مثال بنا کر بھیجا۔ وہ

سید المرسلین بھی ہیں اور رحمۃ للعالمین بھی ۔ وہ مدثر و مزمّل بھی ہیں، اور طٰہٰ و یٰسین بھی، وہ بشیر ونذیر بھی ہیں اور سراج منیر بھی ۔

اُن کی ہر ادا، ان کی صورت و سیرت، ان کی ذات وصفات، ان کے جسم پاک کا رونگٹا رونگٹا، اور بدن اقدس کا بال بال سراپا کمال ہے ۔ ان کا ہر کمال خُدا کی قسم بے مثل و بے مثال ہے ۔ نبی الرحمۃ ﷺ کی شانِ یکتائی کا کیا کہنا، روزِ ازل ہی میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ومرسلین سے یہ عہد و پیماں لے لیا کہ تم سب تمام زندگی نبی آخرالزماں ﷺ کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہنا ۔ اور ان کی نصرت ورفاقت کے لئے ہر دم کمربستہ رہنا ۔ اور ان پر ایمان لاکر اپنے سینوں کو اُن کی محبت کا مدینہ بنائے رکھنا ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذَ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْآ اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (ال عمران۳/۸۱) اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمھیں اُس کی جو عطا کروں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسُول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اُس کے بعد) فرمایا، کیا تم نے اقرار کرلیا اور اُٹھالیا تم نے اُس پر میرا بھاری ذمہّ ؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ عہد لے لیا کہ جب میرا آخری پیغمبر، شفیع محشر ﷺ جلوہ گر ہو تو تم سب کے سب اُن پر ایمان لانا اور اُن کی حمایت ونصرت کرنا ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ومرسلین اپنے زمانے میں نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہے اور اُن کی مدح وثنا کے گیت گاتے رہے ۔

حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے :

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دُعائیں کیں ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوب میں آیا جسے یوسف نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا
وہ جس کی یاد میں داؤد نے نغمہ سُرائی کی وہ جس کے نام پر شاہِ سلیماں نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے

غرض ہر نبی و رسول اُن کی مدح ثنا کا خطیب، اُن کی عظمت کا نقیب رہا، ہر پیغمبر اُن کی اُلفت و محبت سے خوش نصیب رہا۔۔۔کوئی کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں بتا سکتا کہ وہ کھلتا اور ہنستا ہوا پُھول کتنا عجیب رنگ اور کیسی انوکھی خوشبو رکھتا ہے کہ چمن رسالت کا ہر ہر پرند اُس کی آرزو اور تمنا میں چہچہار ہا ہے اور اُس کی اُلفت و محبت کا دم بھر رہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ بے مثالی کا کیا کہنا، ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام، سلطان کونین کے دربار پُرعظمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! آپ نے تو پوری دُنیا کی سیر کی، تمام پیغمبروں کا دربار دیکھا، ہر نبی و رسول کے جمال کا دیدار کیا، بڑے بڑے سلاطین حُسن و جمال کی شانِ جمال دیکھی، یہ تو بتایئے کہ میرا مثل و مثال بھی کہیں آپ کی نظروں سے کبھی گزرا؟ اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے طبقات زمین کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا، مشرق و مغرب کا کونہ کونہ اور شمال و جنوب کا گوشہ گوشہ دیکھا، بڑے بڑے حُسن و جمال والوں کی شان جمالی کے جلوے دیکھے مگر حضور آپ کے مرتبہ کا نہیں پایا۔

صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو کتنے انوکھے اور دلکش انداز میں نظم فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں :

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِىْ وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءِ
خُلِقْتَ مُبَـرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار، آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا، آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا۔ خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلاّق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

درحقیقت بڑے بڑے بادشاہانِ زبان وقلم بھی آپ کی شانِ جمالی و بے مثالی کی منظر کشی نہیں کر سکے۔ حضرت بلبلِ شیراز سعدی علیہ الرحمہ نے میدانِ نعت میں طبع آزمائی کی تو یہ کہہ کے خاموش ہو گئے

يَا صَاحبَ الجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرُ مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَـــدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَايُمْكِنُ الثَّنـــاءُ كَمَــا كَانَ حَقَّــهُ بعد از خُدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی اے حُسن و جمال کے مالک، اور اے نوعِ انسانی کے سردار! آپ کے روئے مُنیر سے چاند بھی نور کی بھیک مانگتا ہے اور بلاشبہہ چاند کو بھی آپ ہی کے نور سے روشنی ملی ہے ورنہ چاند کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اور نورِ جمالِ محمدی سے چاند کو کیا نسبت؟

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے چاند میں تو داغ ہیں اور اُن کا چہرہ صاف ہے

لَا يُمْكِـــــنُ الثَّنــاءُ كَمَــا كَانَ حَقَّــهُ بعد از خُدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی آپ کی مدح وثنا کما حقہٗ، تو ممکن ہی نہیں ہے۔ بس مختصر بات یہ ہے کہ خُدا کے بعد سب سے زیادہ عزت وعظمت والے، بزرگی اور تقدس والے، اعزاز واکرام والے یارسول اللہ ﷺ آپ ہی ہیں۔

حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں فرمایا:

دع ما ادعتـه النصـاریٰ فی نبیهـــم

والحکم بما شئت مدحاً فیه واحتکم

یعنی اے مسلمان! تو اپنے نبی کے بارے میں وہ بات تو مت کہنا جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہی۔ باقی اس کے سوا تو اپنے نبی کی مدح وثناء میں جو کچھ بھی چاہے کہہ ڈال

اور نہایت عزم اور یقین کامل کے ساتھ کہتا چلا جا۔ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا یا خُدا کا بیٹا کہا۔ مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی کو خُدا یا خُدا کا بیٹا کہے' لیکن اس کے سوا بڑی سے بڑی تعریف وتوصیف اور اونچی سے اونچی مدح وثناء جو کچھ کرسکتا ہے وہ سب کچھ اپنے نبی ﷺ کی شان میں بے دھڑک کرسکتا ہے۔ انھیں خلیفۃ اللہ الاعظم کہو' مالکِ رقاب الامم کہو' ساقی کوثر' شافع محشر' مالک کونین' سلطانِ دارین' قاسم نعمت' مختارِ جنت' جو کچھ بھی کہا جائے سب جائز ودرست ہے۔ بلکہ اُن کے درجات رفیعہ ومراتب جلیلہ کے لحاظ سے یہ سب کچھ کم ہی ہے۔

درحقیقت سچی بات تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا کسی بشر سے کما حقہٗ ممکن ہی نہیں ہے اور یہ حق الیقین رکھیے کہ رحمۃ للعالمین کی مدح وثنا سوائے رب العالمین کے کوئی کرہی نہیں سکتا۔ بڑے بڑے عارفین وبزرگانِ دین نے نعت میں سخن گستری اور طبع آزمائی کی لیکن اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرتے ہوئے قلم رکھ دیا اور دم بخود ہو گئے۔ سلطنت شاعری کے مسلم الثبوت بادشاہ حضرت جامی علیہ الرحمہ جو عشقِ رسول کی ایسی بلند منزل پر ہیں کہ اس منزلِ رفیع کا نظّارہ کرنے میں بڑے بڑے صاحبانِ رفعت کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں۔ بارگاہِ رسول کی پُرعظمت جناب میں مدح وثنا کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے ہمت کی تو اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یعنی میں اگر ہزاروں مرتبہ مشک وگلاب سے کُلّیاں کر کے اپنا مُنھ صاف کرلوں پھر بھی میرا یہ مُنھ اس قابل نہیں ہوسکتا کہ تعریف تو کُجا؟ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا نام مبارک بھی اپنی زبان پر لاسکوں۔ اسی طرح ایک دوسرے عاشقِ رسول نے کتنے والہانہ انداز میں عرض کیا ہے کہ :

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ　　　لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

یعنی میں نے بہت کچھ حضور سرورعالم ﷺ کی مدح سرائی اور تعریف وتوصیف میں لکھا اور کہا، لیکن میرا یہ اعتقاد ویقین ہے کہ میں نے اپنے ان کلمات سے حضور ﷺ کی ذرّہ برابر بھی نہ مدح کی ہے نہ کرسکتا ہوں بلکہ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نامِ نامی واسم گرامی لے لے کر میں اپنے کلام کو اس قابل بنا لوں کہ وہ لائقِ تعریف وتحسین بن جائے۔ امام اہلسنت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

اے رضؔا خود صاحبِ قرآں ہے مدّاح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو بھیجا ہے یعنی آپ مخلوق کی طرف ہمارا عزیز ہدیہ ہیں اور جو شخص کہ شاہی ہدیہ کی قدر نہ کرے وہ یقیناً بادشاہ کے عتاب میں آتا ہے۔ نیز آپ پہلے ہی سے ہماری بارگاہ میں حاضر تھے آپ کی تکمیل کر کے اور نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر بھیجا، اب جو آپ میں عیب نکالے وہ درحقیقت ہم میں عیب نکالتا ہے کیونکہ سند یافتہ شاگرد میں عیب نکالنا درحقیقت سند دینے والے کا انکار ہے۔ ہم نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے تم کو بھیجا ہے یعنی دیگر لوگ اپنا کام کرنے اپنی ذمہ داری پر دُنیا میں گئے اور تم ہمارا کام کرنے ہماری ذمہ داری پر گئے۔ ہم نے آپ کو بہ تقاضائے حکمت، صداقت وحقانیت دے کر، دلائل ومعجزات سے مضبوط کر کے، سچا دین اور قرآن عطا فرما کر بھیجا۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔ تمام نعمت الٰہیہ میں یہ نعمت سب سے افضل ہے۔ وہ چیز بھیجی جاتی ہے جو پہلے سے اپنے پاس ہو، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دنیا میں تشریف آوری سے قبل اپنے رب کے حضور بارگاہِ خاص میں رہے۔ کِس قدر حاضر رہے؟ اس کے متعلق ایک روایت تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ تمہاری عمر کس قدر ہے؟ عرض کیا کہ یہ تو میں نہیں بتا سکتا، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ایک تارا ستّر ہزار

سال کے بعد چمکتا تھا' وہ تارا میں نے ۷۲ ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ ارشاد فرمایا وہ ستارہ ہم ہی تھے ۔۔۔ جو ذات' بارگاہِ خاص میں اس قدر حاضر ہو' اُس کے مراتب کا کیا پوچھنا؟ تِل بھی پُھول کے پاس صرف ایک رات رہ کر بس جاتے ہیں اور پُھول کی سی خوشبو حاصل کر لیتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ کیوں نہ صفات الٰہیہ سے موصوف ہو جائیں؟ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج کے خطبہ میں فرمایا کہ حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کے صفات سے موصُوف ہیں۔

حضور ﷺ مومنوں کے لئے خوشخبری اور بشارت دیتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سچا بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ اگر چہ نبی کریم ﷺ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی' مگر اطاعت کرنے والوں کے لئے بشیر اور نافرمانوں کے لئے نذیر۔ نیز دیگر انبیاء بھی بشیر نذیر تھے لیکن وہ سُن کر اور حضور دیکھ کر' کیونکہ حضور ﷺ نے معراج میں بچشم سَر رب تعالیٰ کو دیکھا اور جنت کی وہ نعمتیں بھی ملاحظہ فرمائیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں' نہ کسی کان نے سُنیں' اور نہ کسی کے وہم وگمان میں آئیں۔ جہنم کی ساری چیزوں کو بھی دیکھا' لہذا دیگر انبیاء کرام کی بشارت کامل ہے اور آپ کی کامل تر۔

حضور ﷺ کی شانِ بشیریت کا ذکر قرآن مجید میں ان پاکیزہ کلمات میں ہوا ﴿**اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا**﴾ (البقرۃ) بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی جب بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوتے تو بات کرنے میں آواز اُونچی ہو جاتی تھی۔ بَھلا رب تعالیٰ کو یہ کب منظور تھا کہ کوئی میرے حبیب کے حضور میں بلند آواز سے گفتگو کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ**﴾

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے' اور اُن کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

سبحان اللہ' کیسا ادب سکھایا کہ اس بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو زور سے بولنے کی بھی اجازت نہیں' حضرت قیس رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بوجہ خوف بارگاہِ نبوت حاضر نہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے ایک روز دریافت فرمایا کہ کچھ روز سے قیس نہیں آئے' لوگوں نے حضرت قیس کے گھر جا کر غیر حاضری کا سبب پوچھا' فرمانے لگے مَیں جہنمی ہو گیا کیونکہ میری آواز اُونچی ہے اور آیت کریمہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ مَاجرا بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا گیا تو فرمایا کہ وہ جنتی ہیں یعنی اب تک جو ہو گیا وہ معاف ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوئے' آپ نے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا' **یاثابت الا ترضیٰ ان تعیش حمیدا او تقتل شهیدا وتدخل الجنة** اے ثابت کیا تم پسند کرتے ہو اس بات کو کہ تم عزت والی زندگی گزارو گے اور تم شہادت پاؤ گے اور جنت میں جاؤ گے۔ انھوں نے عرض کیا **بَلیٰ**' کیوں نہیں۔ مَیں اپنے رب کی عطاؤں پر بڑا خوش ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد جنتی زندگی گزاری' لوگ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور جب دنیا سے کوچ کر جانے کا وقت آیا تو مسیلمہ کذاب سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کیا اور یقیناً حضور ﷺ کی خوشخبری کے مطابق سیدھے جنت میں گئے (ضیاء النبی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ ان کی بیمار پُرسی کے لئے اُن کے گھر تشریف لے گئے' وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اے زید! تم اس بیماری سے صحت یاب ہو جاؤ گے اس کی فکر مت کرو لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم زندہ رہو گے اور تم نابینا ہو جاؤ گے اس وقت تمہارا رویہ کیا ہو گا؟

آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وفادار غلام کی یہ بات سُن کر فرمایا: پھر تمہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا (ضیاء النبی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حالت کفر میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک انصاری صحابی کو شہید کیا۔ یہ اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ سُن کر ہنس پڑے۔ انصار کو بڑی حیرت ہوئی' عرض کی یارسول اللہ ﷺ! قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اور حضور ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا' میں اس چیز کے لئے نہیں ہنسا بلکہ میرے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اُس شخص کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنت میں اُس شہید کے برابر ہے۔ پھر دُنیا نے دیکھا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور جام شہادت نصیب ہوا (دلائل النبوۃ' ضیاء النبی)

صحیح بخاری ومسلم میں حدیث پاک ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضور ﷺ کی دربانی کررہے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے' اندر آنے کی اجازت چاہی' آپ نے فرمایا' اُسے اندر آنے دو اور ساتھ جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ چنانچہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور آپ کو جنت کی خوشخبری دی۔ آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کو جنت کی خوشخبری دی جنہیں عشرۃ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی' حضرت علی مرتضیٰ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضور نبی کریم ﷺ صرف اُن صحابہ کرام کے لئے ہی مبشر نہ تھے بلکہ ہر اس امتی کے لئے جنت کی بشارت عطا فرما چکے جس نے اپنی زندگی کو آپ کے اسوۂ مبارکہ کے مطابق بنایا ہے۔

جس کا جینا مرنا، چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، کردار وگفتار، خلوت وجلوت، ظاہر و باطن آقا ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق ہے اور جس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔

حضور ﷺ گناہوں سے بچاتے اور عذاب آخرت کی خبریں دیتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یٰـاَیُّھَـا الْـمُـدَّثِرُ قُمْ فَـاَنْذِرْ﴾ اے چادر لپیٹنے والے، اُٹھیے اور ڈرایئے۔۔۔حضور ﷺ کی مبلغ اسلام کی حیثیت سے بھی کئی شانیں ہیں۔ حضور ﷺ کا انذار وتبشیر (عذاب آخرت سے ڈرانے اور خوشخبریاں دینے) کا پیکر ہونا بھی پُر حکمت تھا، حضور ﷺ اس آیت ربّانی کے پیکر اتم ہیں۔ ﴿اُدْعُ اِلـیٰ سَبِیْـلِ رَبِّكَ بِـالْـحِـكْـمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ بُلایئے اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ اور مواعظ حسنہ کے ساتھ۔

یہی وجہ ہے حضور ﷺ کے اندازِ تبلیغ سے بہت جلدی ایمان اپنی بہار کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں رچ بس گیا۔

حضور ﷺ نے اپنی شان نذیریت کے ساتھ لوگوں کو جہنم کی تباہیوں سے ڈرایا، کفر اور ظلم کے عذاب سے ڈرایا، لوگوں کو منافقت، بددیانتی کے عذاب سے ڈرایا۔ یہ حضور ﷺ کی شانِ نذیریت ہی تھی کہ جس کی برکت سے عرب کے اُجڑے دیار میں بہار آگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے لی، وحشت کی جگہ اُنس نے لی، انتقام کی جگہ عفو ودرگزر نے لی، خودغرضی کی جگہ اخلاص نے لی، غرور وتکبر کی جگہ تواضع وانکسار نے لی۔

یہی وہ مصطفوی انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی، جس کی برکت سے صحرا نشینوں نے تاریخ عالم کا رُخ موڑ دیا۔ یہ حضور ﷺ کا احسان عظیم ہی تھا کہ آپ کی نگاہ کے فیض سے انسانیت کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے جس کی برکت سے سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ یہ رسول معظم ﷺ کا فضل عمیم ہی تھا کہ جس نے انسان کو ذلت اور رسوائی کی پستیوں سے نکال کر عزت کی راہ کا مسافر بنا دیا۔ انسان آتش دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہی تھا کہ رحمت الٰہی نے ایسی دستگیری فرمائی، اپنے محبوب

حقیقی کو دستگیر بنایا تو اس پیکر رحمت نے گرنے سے بچا لیا۔

سورۂ مدثر میں اللہ تعالیٰ نے اسی محبوب کو فرمایا' اے پیارے ذرا اُٹھیے اس بھٹکی ہوئی انسانیت کو آتشِ جہنم سے ڈرایئے' اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچایئے۔ یہ حکم خُداوندی تھا کہ حضور ﷺ نے انسان کو ملکوتی صفات اپنانے کا وہ نسخہ عطا فرمایا جس کے اپنانے سے بندہ اپنے اخلاق واطوار کو اپنا کر مقام انسانیت کو چار چاند لگا سکتا ہے۔

حضور ﷺ کی نگاہِ نبوت نے دیکھا کہ انسانی اخلاق بد سے معاشرہ کا امن وامان تہ وبالا ہو جاتا ہے تو آپ نے اخلاقیات کو سنوارنے کی ترغیب دلائی۔ حضور ﷺ نے اخلاقی بُرائیوں سے ایسے حکیمانہ انداز سے بچنے کی تلقین فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔

آج کا معاشرہ اخلاقی تباہ کاریوں کی وجہ سے بدامنی کا شکار ہو چکا ہے ہر قسم کے کاروبار میں جھوٹ کی ملاوٹ ہے۔ رشوت وسفارش جیسے جرائم قبیحہ نے ہمارے دفتری نظام کو تہس نہس کر دیا ہے' سچ اور جھوٹ کی پہچان ختم ہو چکی ہے' چغلی وغیبت کرنے پر حضور ﷺ نے وعید سُناتے ہوئے فرمایا **لایدخل الجنة قتات** چغل خور جنت میں نہیں جائے گا (بخاری) جھوٹ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جب آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو' کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے (بخاری)

آج کے دور میں اگر کوئی شخص گناہ کرے تو بڑی بیبا کی کے ساتھ اپنے دوست احباب کو بیان کرتا ہے اور اس میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہے حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری

ساری امت کو عافیت دی جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے، اور بیبا کی میں سے یہ بھی ہے کہ رات کو کسی نے کوئی عمل کیا اور صبح کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا، پھر وہ کہتا ہے اے فلاں میں نے گذشتہ رات یہ کیا، صبح کو وہ اللہ تعالیٰ کا پردہ خود پھاڑ دیتا ہے (بخاری)

زبان کی حفاظت کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور عرض کیا، نجات کس طرح ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا **املك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك علىٰ خطيئتك** اپنی زبان کو قابو میں رکھ تمہارے لئے تمہارا گھر کافی ہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہا۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھ، ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے، اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا جانے لیکن تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو منہ رکھتا ہے آخرت میں اس کی دو زبانیں اُگ آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاق رزیلہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دوزخیوں سے متعلق باز پُرس :
حضور ﷺ نے حق تبلیغ ادا فرما دیا:

﴿وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴾ (البقرة ۲/ ۱۱۸) اے حبیب ﷺ! آپ سے باز پُرس نہیں ہوگی اُن دوزخیوں کے متعلق۔

کفار ومشرکین رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کی صداقت کے بارے میں شک کرتے تھے اور یہ دلیل دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر اس رسول سے کلام کرسکتا ہے تو ہم سے کیوں نہیں کرتا، یا اُسے کوئی بہت بڑا معجزہ کیوں نہیں دے دیتا جس سے اُس کی رسالت وصداقت خود بخود سچ ثابت ہو جائے۔ اُن کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک معجزہ مانگتے ہو، ہم تو بہت سے معجزے اپنے رسول ﷺ کو دے چکے ہیں۔ ایک تو خود رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے کہ جن کی صداقت، پاکبازی، عقل وفہم کے لحاظ سے بے نظیر ہونا یعنی خود اُن کی سیرت مبارکہ کا ایک ایک پہلو معجزہ خُداوندی ہے۔ دوسرا یہ کلام پاک جو ہر لحاظ سے بے مثل ہے، لیکن انہیں صرف وہی لوگ مانیں گے جو خلوص دل سے سچائی کے طلب گار ہیں اور حق کا یقین کرتے ہیں اور وہ لوگ نہیں مانیں گے جن کا نکتہ نظر محض شک پیدا کرتا ہے۔

حضور ﷺ کو کبھی کبھی اس بات کا افسوس ہوتا تھا کہ باوجود کافی دلیلوں کے اہل عرب اور اہل کتاب راہ راست پر کیوں نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا یہ رنج دور کرنے اور تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ ہدایت کو قبول نہیں کرتے اُن کے بارے میں روز قیامت آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا، ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ آپ کا کام اسلام کا پیغام اُن لوگوں تک پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو راہِ حق کی طرف ہدایت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ لوگوں کو حق کی دعوت دیں اور حق کو دلائل سے واضح فرمادیں۔ آپ اپنا کام کئے جائیں، آگے ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا مخاطبین کی ذمہ داری ہے۔ حضور ﷺ سے کوئی سوال نہ ہوگا کہ کافروں نے اسلام کیوں قبول نہ کیا اور دوزخ کے مستحق کیوں ہوئے، زبردستی ایمان قبول کرانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ علم الٰہی میں جن لوگوں کے لئے راہِ راست پر نہ آنا مقدر ہے اور اُن سے دوزخ بھرا جانا طے پا چکا ہے وہ تو آخر ہو کر رہے گا۔ اس عبارت کے تین معنیٰ ہیں ایک

یہ کہ جہنمی کفار کے متعلق آپ سے باز پُرس نہ ہوگی کہ یہ ایمان کیوں نہ لائے کیونکہ آپ نے اپنا فرض تبلیغ پورا انجام دے دیا' نیز تبلیغ آپ کا کام تھا' ہدایت ہمارا کام' ہم اپنے کام کا آپ سے سوال نہ کریں گے کہ انہیں ہدایت کیوں نہ دی۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگلی امتوں کے کفار اپنے انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے' امت رسول ﷺ ان انبیاء کے حق میں گواہی دے گی' اس گواہی پر وہ کفار جرح کریں گے کہ تم نے وہ زمانہ نہ پایا بغیر دیکھے گواہی کیوں دے رہے ہو' جس کی توثیق کے لئے حضور ﷺ تشریف لائیں گے اور آپ کی گواہی پر انبیاء کرام کے حق میں ڈگری ہوگی اور کفار کو بھی اب جرح کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ یہی واقعہ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! تم کلیم اللہ یا روح اللہ تو نہیں کہ قیامت کے میدان میں آپ کا کفار سے مقدمہ ہو' بلکہ آپ حبیب اللہ ہیں' کسی کافر کو آپ کی تبلیغ کے انکار کی جرأت نہ ہوگی اور کسی کو آپ کی گواہی پر جرح کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کو اپنے والدین ماجدین کے متعلق فکر تھی' تو تسکین دی گئی کہ اے محبوب ﷺ آپ سے اس قسم کا نہ حساب کتاب ہوگا نہ سوال و جواب' کیونکہ آپ تو خود معصوم ہیں اور آپ کے سارے اہل وعیال مومن اور گناہوں سے محفوظ اور کیوں نہ ہوں آسمان کا سورج ہزارہا میل سے گندی زمین کو سکھا کر پاک کر سکتا ہے تو وہ دونوں جہاں کا سچا سورج ﷺ اپنے ساتھیوں کو کیونکر نہ پاک فرما دے۔ آپ کے اہل قرابت میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے اُن کا اپنا قصور ہے۔ آپ نے تبلیغ میں پوری کوشش فرما دی۔ لہٰذا آپ سے اس قصور کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ اے محبوب ﷺ اگر کوئی بدنصیب آپ کی بات نہ مانے تو آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا کیونکہ آپ نے تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (المائدہ/۹۲)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی، اور فرمانبرداری کرو اُس رسول کی، اور ڈرتے رہو، پس اگر منہ پھیرو تم، تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنزالایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (نورالعرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی، اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاءالقرآن)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کی تاکید کی گئی اور نافرمانی سے روک دیا گیا تاکہ کوئی شخص کسی تاویل سے اُس کی نافرمانی کی جرأت نہ کر سکے۔ **احذروا** کے معنیٰ ہوئے محتاط رہو، اطاعت کے باوجود شیطان کے شَر سے بچتے رہیں، وہ ہر جگہ ہر وقت پہنچ جاتا ہے۔ ہم سے ڈرتے رہو، اطاعت کر کے بےخوف نہ ہو جاؤ یا احتیاط سے کام لو، اپنی زندگانی ہوشیاری سے گزارو، اپنے ہر عضو، ہر کام پر نظر رکھو، انجن کا ڈرائیور آگے لائن سگنل پر بھی نظر رکھتا ہے اور انجن کے ہر پُرزہ پر بھی نگاہ کئے رہتا ہے۔ تم بھی اپنے جسم و دل کے ہر حال پر نگاہ رکھو کہ دل کدھر جا رہا ہے اعضاء کدھر۔

اگر تم اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو ہمارے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ اُن کے ذمہ تمہاری ہدایت نہیں، اُن کے ذمّہ صرف احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے۔ وہ اپنا کام بہت اچھی طرح کر چکے، تم نہ مانو گے تو سزا پاؤ گے۔ اُن کا کام پورا ہو چکا، اب تمہارا کام باقی ہے، نجات یا عذاب (تفسیر روح المعانی)

حضور ﷺ، رب تعالیٰ کی بے نیازی کے مظہر ہیں اُنھیں کسی بندے کی حاجت نہیں۔ سب کو اُن کی حاجت ہے اگر تمام جہاں گمراہ ہو جائے تو نہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں فرق پڑھ سکتا ہے نہ حضور ﷺ کی نبوت میں۔

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمایئے' اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی' پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمّہ اتنا ہے جو اُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

اللہ اور رسول کی مطلقاً اطاعت کرو' اُن کا ہر حکم مانو۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ مطاع مطلق ہیں۔ اُن کا ہر حکم بہرحال ماننا ضروری ہے۔ آپ کے سوا اور بندے کی اطاعت مطلقاً لازم نہیں بلکہ جائز حکم قابل اطاعت ہیں اور ناجائز' ناقابل اطاعت۔ رسول کے ذمّہ صاف صاف پہونچا دینا یعنی تبلیغ ہے وہ تمہاری ہدایت کے ذمّہ دار نہیں۔ اگر تم سب کافر رہو تو اُن کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہدایت حضور ﷺ کی اطاعت پر منحصر ہے' صرف اُن کی پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (التغابن /۱۲) اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمّہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھو۔ اگر تم خوشی و آرام کے دنوں میں اُس کو بھلا دیا یا غم واندوہ کی تاریک راتوں میں اُس کی رحمت سے مایوس ہو کر بے راہروی اختیار کر لی تو یاد رکھو اُس کا نقصان تمہیں ہی ہوگا۔ ہمارے رسول کی تو یہی ذمّہ داری تھی کہ وہ تمہیں حق کا پیغام پہنچا دے۔ اُس کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔ دُنیا کی مخالفت سے رسول کا کچھ نہیں بگڑتا' اُن کے ذمّہ صرف تبلیغ ہے جو وہ کر چکے ہیں اور رب تعالیٰ جانتا ہے کہ انھوں نے تبلیغ کر دی' وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔

معلم کتاب وحکمت

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ ۲/۱۵۱) جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسُول تم میں سے، پڑھ کر سُناتا ہے تمھیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنھیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔

تعمیر کعبۃ اللہ کے وقت حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دُعا فرمائی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (البقرۃ۔ ۱۲۹) اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسُول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سُنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کردے انھیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اب بتایا جارہا ہے کہ یہ دُعا مقبول ہوئی اور وہ رسول کریم ان تمام صفات سے متصف ہوکر تشریف فرما ہوگیا۔

حضور ﷺ کی ذات تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، اس کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ساری نعمتیں فانی ہیں، ہاتھ، پاؤں، مال ودولت ایک وقت سب جواب دے جاتے ہیں مگر یہ نعمت دین ودُنیا میں باقی رہے گی کبھی ختم نہیں ہوگی، دوسرے یہ کہ دین ودُنیا کی تمام نعمتیں انہیں کی طفیل ہیں **لَولَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ** اے حبیب ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ آسمانوں کو پیدا نہیں فرماتا (ساری کائنات کی تخلیق حضور ﷺ کیوجہ سے ہوئی ہے) یہ حدیث صحیح ہے دیکھوموضوعات کبیر مصنفہ ملاعلی قاری، تیسرے یہ کہ ساری

نعمتیں صحیح استعمال ہوں تو رحمت ورنہ زحمت۔ مال' دولت اور اعضاء ہمارے لئے ثواب بھی ہیں اور باعث عذاب بھی' اُن کا صحیح استعمال سکھانے والے حضور ﷺ ہی ہیں تو گویا کہ آپ نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہمارے اعضاء قیامت میں ہمارے عیب کھولیں گے اور ہمارے خلاف گواہی دیں گے لیکن حضور ﷺ ہمارے عیب چُھپائیں گے۔

اے مسلمانو تمہیں باقی امتوں سے افضل کیا' تمھیں بہتر دین عطا فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میں اپنا یہ بڑا پیغمبر بھیجا جو سَر تا پا رحمت الٰہی ہیں۔ یوں تو اُن کے تم پر لاکھوں احسان ہیں مگر پانچ احسان بالکل ظاہر' ایک یہ کہ وہ تم تک رب تعالیٰ کی آیتیں پہنچاتے ہیں' تمھیں پڑھ کر سُناتے اور پڑھنا سکھاتے ہیں' تمہارے الفاظ صحیح کراتے' تلاوت کے آداب بتاتے ہیں بلکہ اُس کے لکھنے کی جانچ بتاتے ہیں' پھر تمھیں شرک بُت پرستی' کفر وگندے اخلاق' بدتمیزی' عداوت' آپس کے جھگڑے' جدال' جسمانی گندگی غرض کہ ہر ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں کہ عرب جیسے سخت ملک کو جو انسانیت سے گر چُکا تھا اور جہاں کے باشندے انسان نما جانور ہو چکے تھے اُن کو عالم کا مُعلم بنا دیا۔ بُت پرستوں کو خُدا پرست' راہزنوں کو رہبر' شرابیوں کو نشہ محبت الٰہی کا متوالا' بے غیرتوں کو شرمیلا' جاہلوں کو عالم اور نہ معلوم کسے کسے کیا کیا بنا دیا۔ غرض کہ مخلوق کو خالق تک پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ ہی تمہیں کتاب الٰہی کے اسرار اپنے کلمات کے راز سکھاتے ہیں اور تمھیں دین ودُنیا کی وہ سب باتیں بتاتے ہیں جن سے تم بے خبر تھے اور علوم غیبیہ کے وہ دروازے کھولتے ہیں جو آج تک بند تھے' غرض کہ وہ خود بھی رحمت ہیں اور ہزاروں لازوال نعمتیں تمہارے لئے اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اے عرب والو تم پر یہ خاص عنایت ہے کہ یہ نبیوں کے سردار تم میں آئے' تمہاری نسل اور خاندان سے آئے۔ اگر دوسری جماعت میں آتے تو تمہیں اُن کی اطاعت بھاری پڑتی۔ اب تمام جہان تمہارا مطیع ہوگا تم کسی کے مطیع نہ ہو گے۔ اے مسلمانوں تم میں وہ

تشریف لائے جس پر ساری نسل انسانی ہمیشہ فخر کرے گی جن کی وجہ سے انسان، ملائکہ اور دیگر مخلوقات سے افضل ہے۔

قرآن پاک کا تلاوت کرنا بھی ضروری ہے اور اس پر عمل کرنا بھی، کیونکہ تلاوت اور تعلیم کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہوا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ تلاوت کی ضرورت نہیں عمل کافی ہے وہ بھی جُھوٹے اور جو تلاوت پر قناعت کر کے عمل سے بے نیاز ہو جائیں وہ بھی بدنصیب، قرآن کریم صرف عقل یا لغت سے حل نہیں ہوسکتا اس کے لئے تعلیم نبی کی ضرورت ہے کیونکہ فرمایا گیا وہ تمہیں قرآن سکھاتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے قرآن سکھانے کے لئے رسولوں کے سردار (سیدالانبیاء) کو بھیجا۔

حضور ﷺ دوسرے معلموں کی طرح صرف سبق دے کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ ظاہری باطنی پاکی فرماتے ہیں تزکیہ فرماتے ہیں۔ وہ تمہارے جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک فرماتے ہیں کہ تمہیں پاکی کے طریقے سکھاتے ہیں اور تمہارے دلوں کو گندے اخلاق اور عیوب سے اور خیالات کو شرک وکفر وغیرہ سے صاف فرماتے ہیں یا دنیا میں تمہارے فضائل بیان کرتے ہیں کہ تم بہترین امت ہو اور آخرت میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے تمہاری صفائی بیان فرمائیں گے کیونکہ وہ تمہارے ظاہری باطنی حالات سے خبردار ہیں۔ (تفسیر کبیر)

رب تعالیٰ کے افعال کو حضور ﷺ کی طرف مجازاً نسبت کرنا جائز ہے۔ دیکھو پاک فرمانا جو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہاں حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا، دیگر آیات میں رب تعالیٰ کے افعال کو حضور ﷺ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اللہ اور رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ کہیں فرمایا گیا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے، کہیں فرمایا گیا کہ جو اپنے گھر سے اللہ کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا وغیرہ۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے عزت اور دولت دی رسول اللہ اولاد بخشتے ہیں رسول اللہ سب کو غم سے چُھڑاتے ہیں بلائیں دور فرماتے ہیں حضور قحط اور بیماری سے نجات دیتے ہیں مگر یہ سب

نسبتیں مجازی ہیں۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ سزا دیتا ہے حاکم جیل سے رہا کرسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ (ہماری کتاب 'مظہر ذات ذُوالجلال' کا مطالعہ کریں)

حضور ﷺ فقط پاک کرکے ہی تم کونہیں چھوڑتے بلکہ تمہیں یہ کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ تعلیم دیتے ہیں تاکہ ذہن نشین ہوجائے اور کتاب سے قرآن کریم اور تعلیم سے اس کے معنی اور احکام اور اسرار کا سکھانا مُراد ہیں اور حکمت سے صحیح اعمال، قوی دلائل، احادیث، فقہ مُراد ہیں (روح البیان) پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ وہ تمہیں رب تعالیٰ کی ذات وصفات اچھے عقائد صحیح راستہ بتاتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں چھُپ گیا تھا نیز قرآن پاک کے اجمالی کا احکام جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر عمل کرکے بتاتے ہیں۔ یہاں حکمت سے مُراد حدیث شریف ہی ہوسکتی ہے کیونکہ نقوش قرآن لکھنا، الفاظ قرآن پڑھنا، احکام قرآن جاننا، اسرار قرآن سمجھنا تو تعلیم کتاب میں آچکا، نیز زبان سے بتانا عمل کرکے دکھانا قلم سے لکھ دینا بلا واسطہ یا بالواسطہ بتا دینا سب تعلیم کتاب میں داخل ہے لہذا تعلیم حکمت سے مُراد حدیث کی تعلیم ہے چونکہ حضور ﷺ کی حدیث ایسی مضبوط ہے جسے نہ کوئی منسوخ کرسکے نہ اُسے زمانہ مٹا سکے، نہ اُسے کوئی اپنی عقل سے دبا سکے، لہذا یہ حکمت ہے یعنی مضبوط چیز، حضور ﷺ کا کوئی قول وعمل عبث ولغو نہیں، ہر ایک میں ہزارہا فائدے ہیں لہذا حدیث حکمت ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ حدیث کی اور حدیث کے ساتھ فقہ کی بھی ضرورت ہے۔ نیز قرآن کے ظاہری معنی کے علاوہ اس کے باطنی معنی اور معرفت کے اسرار بھی ہیں یہ سب باتیں لفظ حکمت سے حاصل ہوئیں۔

حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے سارے علوم غیبی عطا فرمائے کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ وہ تمہیں سکھاتے ہیں وہ سب باتیں جو تم نہ جانتے تھے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں قیامت تک کے سارے چھوٹے بڑے

واقعات بتائے' یہاں تک کہ جو پرندہ پَر مارے گا یا ذرّہ حرکت کرے گا وہ بھی بتادیا جسے یادرہا اُسے یادرہا' جوبُھولا وہ بُھول گیا۔ (بخاری' مشکوٰۃ' مسندامام احمد)

وہ تمہیں سکھاتے ہیں جوتم نہیں جانتے ہیں۔اس سے مراد یا تو ابتداءِ خلق سے اس وقت تک کے حالات ہیں۔اس وقت سے قیامت تک کے حالات یا جنت ودوزخ ذات وصفات الٰہی' غیبی چیزیں مراد ہیں جن کی خبر حضورانور ﷺ نے سُنائیں یا ہمارے اپنے نفسانی عیوب مراد ہیں جن سے ہم بےخبر ہیں جیسے طبیب ہماری بیماریاں ہم کو بتاتا ہے ایسے ہی رسول ﷺ نے ہم کو ہمارے عیوب پر اطلاع دی اگرچہ حدیث میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں مگر اہتمام کے لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

رسول تعلیم دیتے ہیں ایسی باتوں کی جنھیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔ یہاں تعلیم کا دوبارہ ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم پہلی تعلیم کتاب وحکمت سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مُرادعلمِ لدُنیّ ہے جوقرآن کے باطن اور نبی مکرم ﷺ کے منوّر وروشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے حُصول کا ذریعہ یہ مروّجہ تعلیم وتعلم نہیں بلکہ انعکاس ہے یعنی آفتابِ قرآن کی کرنیں اور ماہتابِ نبوت کی شعاعیں دل کے آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں۔ اولیائے کاملین جوانوارِ نبوت کے صحیح وارث ہوتے ہیں وہ بھی اپنے مُریدانِ باصفا پر اسی قسم کے علوم ومعارف کا القا اور فیضان فرماتے ہیں۔ ان معارف کے حاصل ہونے کا طریقہ صرف القا اور انعکاس ہے اور ذکر الٰہی اور مراقبہ سے ہی دل میں یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے پُرنُور سینہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیضان والقا قبول کرسکے اس لئے حکم دیا کہ میرا ذکر کیا کرو۔ کثرت ذکر سے ہی تم اس مقام پر فائز کئے جاؤگے۔ جہاں انوار وتجلیات کی بےمحابا بارش ہوتی ہے اور دُوری کے حجاب یکسر اُلٹ دیئے جاتے ہیں۔۔۔اللہ تعالیٰ ہم مسکینوں پَر بھی اپنے محبوب مکرم ﷺ کے طفیل یہ انعام فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

رسالت اوراطاعت

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (النساء/٦٤) اورنہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگراس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

اے محبوب ﷺ ہم نے جتنے رسول بھی دنیا میں بھیجے وہ اس لئے بھیجے کہ اُن کی اُمت کا ہرفرد اُن کی اطاعت کرے اور وہ اپنی اُمت کے مطاع مطلق ہوں اور یہ اطاعت باذن الٰہی، بحکم الٰہی ہوکہ جس نوعیت کی اطاعت رب تعالیٰ کی ہو، اُسی نوعیت کی اطاعت نبی کی ہو۔ رسول کی اطاعت مطلقاً لازم ہے۔ بہرحال اُن کی اطاعت حکم ربّانی ہے اُن کی مخالفت اغواء شیطانی۔

آیت کا مقصد یہ نہیں کہ رسول کا بھیجنا صرف اطاعت کے لئے ہے، شفاعت یا رحمت یا بندوں کی حاجت روائی وغیرہ کے لئے نہیں۔۔۔مقصد یہ ہے کہ نبی نافرمانی کئے جانے یا ڈاکیہ کی طرح صرف حکم الٰہی پہنچانے کے لئے نہیں۔ باذن اللہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ رب تعالیٰ کی اطاعت بواسطہ اطاعت نبی کی جاسکتی ہے کہ رب تعالیٰ کا جوفرمان نبی کے ذریعہ پہنچے اُس پر عمل لازم ہے جو اور ذریعہ سے پہنچے، خواب یا الہام تو اطاعت لازم نہیں۔ لہذا حضور ﷺ کے حکم سے روگردانی کرنا آپ کے خلاف سازش کرنا حکم الٰہی کی مخالفت ہے۔

اگرچہ تم بھی دنیا میں آئے ہیں اور رسول بھی دنیا میں آئے ہیں مگر دونوں آمدوں کی منشاء میں فرق ہے۔تم رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے اور وہ تمہاری رشدوہدایت کے لئے۔ جہاز میں مسافر اور کپتان دونوں سوار ہیں مگر مسافر پار لگنے کے لئے اور کپتان پار لگانے کے لئے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے کر سوار ہوتے ہیں کپتان تنخواہ لے کر۔ کشتی اسلام میں تم پار لگنے کو سوار ہوئے، نبی پار لگانے کو۔ اسی لئے نبی کے ہر قول کی اطاعت اور ہر فعل کی اتباع چاہئے۔

قرآن مجید نے چندلفظوں میں ایک طویل بحث کوسمو کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہرمومن پرفرض ہےاوراللہ تعالیٰ کی اطاعت یہ بھی ہے کہ اس کا یہ حکم بھی مانا جائے کہ میرے رسول کی بھی اطاعت کرو۔ جورسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہےاس نے گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی۔ تو رسول کی نافرمانی کرکے اُس نے صرف رسول کی ہی نافرمانی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی کی ہے۔جس کا یہ حکم اس نے تسلیم کرنے سے انکارکردیا ہے کہ میرے رسول کی اطاعت کرو۔ وہ فرقہ جوحضور ﷺ کے اتباع کوغیر ضروری بلکہ اُمت کے لئے مُضر اورنقصان دہ سمجھتا ہے وہ اس آیت کوکیوں نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا ہےتو اُسے کیوں واجب الاتباع یقین نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری تمام مخلوق پرواجب العمل رہے گی بلکہ انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق بھی حضور ﷺ کے مطیع وفرمانبردار رہے جیسے ساری مخلوق رب تعالیٰ کی مطیع ہے کہ وہ اُس کا خالق ہے یوں ہی ساری مخلوق حضور ﷺ کی مطیع ہے کہ حضوران سب کے رسول ہیں۔اسی لئے حضور ﷺ کےفرمان پرسورج لوٹا' اشارہ پرچاند پھٹا' حکم پرجانوروں کنکروں پتھروں لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔

رسول کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کوتمام انسانوں کے لئے اور ہرزمانہ کے انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے کوئی رنگت کوئی زبان کوئی قومیت اورکوئی وطن اس سے مستثنیٰ نہیں۔سب کے لئے آپ ہی ہادی اورمُرشِد ہیں۔جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ سب کے رسول ہیں اوررسول کی تشریف آوری کی غایت بھی بتائی گئی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے تو اب کون ہے جوحضور ﷺ کواپنا رسول توتسلیم کرے اورآپ کی اطاعت سے منحرف ہو۔

یہ تو یہود کا شیوہ تھا کہ بعض آیات تورات کو جواُن کی ہوائے نفس کے مطابق ہوتی تھیں

اُنھیں مان لیا کرتے اور دوسری آیات کا حسب منشا مطلب گھڑ لیتے۔ بہر حال یہ امر واضح ہے کہ قرآن نے سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کو بار بار اتنا دہرایا ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یقین کرنے والے کے لئے سنتِ نبوی سے انحراف کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں۔

رسول کی اطاعت تو ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی عملی صورت بہر حال ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ براہ راست تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ رہا قرآن تو بیشک وہ کلام الٰہی ہے مگر اس میں اصول ہیں، ابہام ہے، اجمال ہے اور جب تک اُس کے اصولوں کی تبیین اور جزئیات کی تعیین نہ ہو ہم اُس پر عمل نہیں کر سکتے، تو قرآن نے اس گتھی کو یوں سلجھایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ (النساء۴/۸۰)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کے واسطہ سے کی جائے۔ اطاعت الٰہی کے لئے اطاعت رسول شرط ہے کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خُدا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی تفہیم وترجمانی کے لئے رسول کے اقوال واعمال وکردار کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن تو کتاب صامت ہے اور رسول قرآن ناطق ہیں۔ کتنا کھول کر بتا دیا کہ اللہ کا مطیع وہی ہے جو اس کے رسول کا مطیع ہو۔ لاکھ دعویٰ کرے اطاعت رسول اور اتباع قرآن کا وہ جھوٹا ہے جب تک رسول کریم کی سنت کا پابند نہ ہو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ یہ شرک کی تعلیم ہے۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اُسی طرح خُدا مان لیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا مان لیا، تب

حضور ﷺ کی تائید اور اُن مَردودوں کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن' روح المعانی وغیرہا) روح المعانی نے فرمایا کہ منافقین نے حضور ﷺ کو مشرک کہا اور بولے کہ حضور فرماتے تو یہ ہیں کہ غیر خُدا کی عبادت نہ کرو اور خود معبود بننا چاہتے ہیں۔

آج جن لوگوں کو حضور ﷺ کی تعریف وتعظیم میں شرک نظر آتا ہے وہ حضور ﷺ کی تعریف پر شرک کے فتوے دیتے ہیں' یہ بیماری آج کی نہیں بلکہ بڑی پُرانی اور موروثی ہے یہ بیماری زمانہ نبوی میں منافقین کو بھی تھی جو اِدھر منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بیماری سے بچائے۔ (آمین)

حضور ﷺ کی نعت تو مَدار ایمان ہے کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء ہے **محمد رسول الله**۔ یہ حضور ﷺ کی نعت ہی تو ہے۔ جس انسان نے یا جس مخلوق نے حضور ﷺ کی کسی قسم کی فرمانبرداری کی اُس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی کیونکہ حضور ﷺ کے سارے کام وکلام رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں' نیز اللہ تعالیٰ نے اس اطاعت کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

فتنہ' انکار حدیث' :

آج کے منکرین حدیث اور دیگر باغیانِ رسول فرقوں کے ذہن میں بھی وہی منافقانہ خیالات ابھر رہے ہیں۔ اور وہ رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ سے الگ' اور کتاب اللہ کو صاحبِ وحی سے الگ کر کے اسلام وشریعت کا شیرازہ منتشر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب دُشمنان اسلام طاقتوں کے ہتھکنڈے اور ان کی مفسدہ پردازیاں ہیں۔ جس طرح اسلام کے دشمنوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں نئے نئے فتنے پھیلا کر اس دینِ حق کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں' اسی طرح چند نام نہاد مذہب بیزار مسلمانوں کو ایجنٹ بنا کر آج کے زمانے میں بھی' انکار حدیث' کی وبا پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں مگر ﴿**يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَه' وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ**﴾

(التوبہ۹/۳۲) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے، اور انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال کو پہنچا دے اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر۔ ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الصّف۶۱/۶) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے، اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پُورا کرنے والا ہے (کمال کو پہنچانے والا ہے)، اگرچہ بُرا مانیں کافر۔

انکارِ حدیث کے فتنے کو بھی علماءِ حق نے دلائل و براہین کی قوت سے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حجیت حدیث، حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات، تدوینِ حدیث اور سنت خیر الانام، سنت کی آئینی حیثیت کے عنوان پر بے بہا لٹریچر تیار ہو چکے ہیں جن سے یہ موہومہ بھی ہوا ہو گیا۔ منکرین حدیث اپنی موت آپ مرگئے۔ یہ سب رب کائنات کا فضل واحسان ہے:

کہیں پھونکوں سے بجھتی ہے تجلی نورِ ایمان کی ہوا رو کے تو کشتی تیز جاتی ہے مسلمان کی

قرآن اجمال ہے حدیث اُس کی تفصیل :

رسول کریم ﷺ کلام الٰہی کے شارحِ حقیقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اُس کے محبوب سے زیادہ سمجھ بھی کون سکتا ہے؟ منکرینِ حدیث کا یہ خیالِ باطل کہ قرآن جب خود مکمل کتاب ہے تو ہمیں حدیث یا کسی اور علم کی ضرورت کیا۔؟ یقیناً قرآن جامع العلوم ہے، ہر لحاظ سے کامل ہے۔ مگر اس کامل ومکمل کتاب سے لینے کے لئے کامل شخصیت بھی درکار ہے، وہ کامل ذات، افضل الخلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ اعتراض بھی سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید کو خود رب تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔ یہ بات بھی درست ہے مگر قرآن آسان ہے حفظ کرنے کے لئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾ ہم شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں، مگر اس کے معانی اور مفاہیم تک رسائی کے

لئے **اولوالعلم ۔۔ قانتین فی العلم** کی شرطیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے قرآن سکھانے کے لئے رسولوں کے سردار کو بھیجا۔ چنانچہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے علم وشعور کا نور حاصل فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے باب العلم حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ' اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ کتابوں سے بوجھل ہو جائیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن میں وہ دقتِ نگاہ حاصل ہے کہ فرمایا' اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو تو اُسے قرآن میں ڈھونڈ لوں' مگر علوم ومعارف کا بحرِ ذخّار اپنے سینوں میں موجزن رکھنے والے ان اولوالعزم صاحبانِ کمال نے کبھی بھی حدیث رسول اور سنت مصطفیٰ سے (معاذ اللہ) برگشتہ ہونے کا خیال نہیں کیا۔۔۔ اور کیوں کر یہ خیالِ فاسد اُن کے قریب آتا کہ علوم وفنون' شریعت ومعرفت کا سارا خزانہ تو انھیں دربار رسول ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔

دلائل شرعیہ کا منتہا:

شیخ محقق علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ مقدمہ نزہتہ القاری شرح بخاری میں 'حجیتِ حدیث' کو اپنے مخصوص علمی پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن خدا کی کتاب ہے واجب القبول ہے۔ یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عز وجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جِلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی۔ اور اگر لکھی لکھائی جِلد بندھی بندھائی کتاب اُتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کتابِ خدا ہے۔ کہیں سے بھی اُڑ کر آسکتی ہے۔ کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے۔ کوئی جنّ' کوئی شیطان' کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں۔ میں فرشتہ ہوں۔ یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔ غرض کہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد' قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی' قطعی' دلیل نہیں رہ جاتی۔ ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ یہ آیت

لے کر آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت' قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نا قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجیے! رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں۔انھیں میں یہ فرمایا۔مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ سُننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا۔اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا' احادیث ہوئیں۔اب کوئی بتائے ایک منھ سے دو قسم کی باتیں نکلیں۔ایک قسم مقبول اور دوسری مردود قرار دینا' غرضکہ حدیث کو نا قابل قبول ماننے کے بعد' قرآن کا بھی نا قابل قبول ہونا لازم ہے۔ (مقدمہ نزہتہ القاری)

کفار ومُشرکین کا رسول سے رشتہ نہیں:

اے محبوب ﷺ جو کوئی آپ کی اطاعت سے منہ پھیرے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ ہم نے آپ کو رسول بنایا ہے۔ ہمارے احکام پہنچانے والا' اُن کے اعمال کا ذمہ دار نہ بنایا۔ نہ آپ سے اُن کے اعمال کے متعلق کچھ پوچھ گچھ ہوگی' توفیق دینا اور پھر حساب لینا ہمارا کام ہے۔﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/۵۴)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر (تا کہ ان کے کفر کے لئے آپ جوابدہ ہوں) ۔۔۔ اے حبیب! آپ کا فرض دعوت حق پہنچا دینا ہے۔آپ نے اپنا فرض باحسن طریق انجام دیدیا۔ اگر یہ لوگ اب بھی کفر وشرک سے باز نہیں آتے تو آپ دلگیر کیوں ہوتے ہیں۔ان کے کفر وشرک کے لئے آپ جوابدہ نہیں **ماجعلناك كفيلا لهم توخذهم** (قرطبی) اے رسول مکرم! ہم نے تم کو ان لوگوں پر ان کے اعمال افعال اقوال کردار پر کسی قسم کا جوابدہ بنا کر نہیں بھیجا۔آپ کا رب تو اُن تمام کو ہر وقت ہر حال میں شروع سے ہی بہت جاننے والا ہے جو لوگ بھی آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی گہرائیوں میں جہاں کہیں بھی ہیں کہ کب کس نے کیا کیا اُس کے اس کرنے کی جزا سزا کیا ہے اور

اس نے یہ کیوں کیا یہ آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔ کسی شخص کو کیا درجہ، مرتبہ، عزت وشان دینی ہے یہ بھی رب تعالیٰ ہی بہتر اور خوب جانتا ہے۔ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ﴾ (الشوریٰ ۴۲/ ۴۸) پس اگر وہ (پھر بھی) رُوگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، آپ کا فرض تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ کفار آپ کی اتنی مخلصانہ کوششوں کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے بلکہ روگردانی کئے ہوئے ہیں تو آپ دلگیر ہرگز نہ ہوں۔ ان کی گمراہی اور تباہی کے بارے میں آپ سے قطعاً کوئی باز پُرس نہ ہوگی۔ آپ کا فرض پیغامِ حق کا پہنچانا تھا۔ آپ نے اپنا فرض باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے۔ اب بھی اگر وہ باطل پر اڑے ہوئے ہیں تو یہ ان کی اپنی بدبختی ہے اور اس کی سزا یہ خود بھگتیں گے۔

محشر میں نبی کریم ﷺ کا کفار سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، لیکن اہلِ ایمان سے آپ کا تعلق واسطہ بھی ہوگا اور آپ اپنی ذمہ داری سے گناہگاروں کی شفاعت بھی کرائیں گے۔

محمد مصطفےٰ محشر میں جب آئے تو یہ غُل اُٹھا گہنگاروں کے حامی، وہ شفیعِ عاصیاں آئے

دینِ حق اور غلبہ اسلام

﴿هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ۹/۳۳ ' الصّف۶۱/۹)

وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اگر چہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۚ﴾ (الفتح۴۸/۲۸)

وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

شانِ کبریائی اور منصب رسالت :

حضور ﷺ' رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں' اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا' رحمت والا' کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول' رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا کاریگر کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت' میرا علم' میری سخاوت' میرا کرم' غرضکہ میری تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی'

لیکن اگر رنگین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمالِ آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الٰہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا، تو رب تعالٰی کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالٰی کی ذات وصفات کو زمین وآسمان کے ذریعہ جانے وہ مُوَحِدْ ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالٰی کو پہچاننا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ، اللہ تعالٰی کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا۔

یہ نُورِ نبی نُورِ خدا ہے واللہ جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ

ان آیات میں اللہ تعالٰی نے اپنی عظمت وشانِ کبریائی اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقامِ رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ اُنھیں یہ منصبِ رسالت پر فائز کرنے والا میں ہوں۔ اللہ تعالٰی نے ہی سارے رسول بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ برقِ غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ ابرِ رحمت بن کر پیاسی دُنیا کو سیراب کرنے کے لئے آیا ہے۔ اے کُفّار! تم نے میرے محبوب کے اسمِ گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دینے پر اصرار کیا۔ اس ورق سے تو تم نے محو کر دیئے لیکن لوحِ محفوظ، عرش وکرسی کے بلند کنگروں، جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان ومحبت کے دلوں پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ ودرخشندہ رہیں گے، وہاں سے تم نہیں مٹا سکتے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ہدایت کا امین اور حق کا علمبردار :

ہدایت کے معنٰی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی، اللہ تعالٰی دونوں معنٰی سے ہادی ہے۔ اہل دُنیا کا اصل اور حقیقی ہادی اللہ تعالٰی ہے۔ کیونکہ اصل ہدایت اللہ تعالٰی

ہی کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ صفاتی نام بھی عطا فرمایا ہے اور ساری کائنات کے لئے ہادی ومُرشد بنایا ہے۔ سب لوگ دنیا میں ماں باپ' استاذ' مشائخ اور ساتھیوں سے مختلف قسم کی ہدایتیں لیتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے کسی سے ہدایت نہ لی۔ رب تعالیٰ نے ہر طرح کی ہدایت دے کر بھیجا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا (روح البیان)۔ ظہور نبوت سے پہلے نمازیں پڑھیں' دوسرے یہ کہ تمہاری ہدایتیں حضور ﷺ کو عطا فرمائیں' یعنی جسے جو ہدایت ملے گی وہ حضور ﷺ سے ملے گی۔ حضور ﷺ کو سرچشمہء ہدایت بنا کر بھیجا۔ جس کے مُقدّر میں اس ظلمت کدہ عالم کو منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا جامع نظامِ حیات اور شریعت بیضا دے کر مبعوث فرمایا ہے جو افراط وتفریط' گونا گوں بدعنوانیوں سے روندے ہوئے گلشنِ انسانیت کے لئے پیغام بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کرسکتی۔ ساری دُنیا انکار کردے اس کی عظمت کا ماہِ تمام چمکتا ہی رہے گا۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر' دلِ عرش پر ہے تری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شئے' نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

سچا دین اور ہدایت حضور ﷺ کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی ' کہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔۔ اگر صرف قرآن سے ہدایت مل جاتی تو حضور ﷺ کو دنیا میں کیوں بھیجا جاتا؟ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کبھی ہدایت اور سچے دین سے الگ نہ ہوئے کیونکہ یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جو اُنھیں ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے الگ مانے وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ درست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی

انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذاتِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا درِ پاک ہے پھر صدیقین، شہداء، صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
﴿اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ﴾ (النسآء/ ۶۹) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیار حق بنایا ہے۔ اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب النبی ﷺ کو خطاب فرماتا ہے:
﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَآ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ﴾ (البقرۃ/ ۱۳۷) اگر لوگ تمہاری مثل ایمان لائیں تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ (اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے)

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام معیاری ایماندار ہیں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو معیاری انسان قرار دیا ہے تو وہ تنقید سے بالاتر بھی ثابت ہوئے۔ ﴿وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ﴾ (البقرۃ/۱۳) اور جب کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایمان لاؤ جیسا دیگر انسان (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔

یہ دوسری دلیل قطعی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیاری انسان اور تنقید سے بالاتر ہونے کی یہ ہے
﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ﴾ (توبہ/۱۰۰) اورسب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنھوں نے پیروی کی اُن کی عمدگی سے، راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہوگئے وہ للہ تعالیٰ سے۔

مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں اور جو عقائد اور اعمال میں اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ اور جو لوگ اُن کے تابع ہیں اُن سب کو رضائے الٰہی کی سند حاصل ہے اب کون ایماندار ہے جو اُن پاکیزہ نفوس کو معیارِ حق اور تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ لوگ معیارِ حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ جس طرح صحابہ کرام کا ہر فعل اور قول نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں رضا الٰہی کے لئے ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

یہاں اُن پاک ہستیوں (مہاجرین و انصار) کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی کی دعوت اُس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس وقت اسلام کی اعانت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو اُن پر فخر ہے جنھوں نے حق کو محض حق کے لئے قبول کیا۔ اور اس کو فروغ دینے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لئے اپنے وطن چھوڑے، اپنے خونی رشتے توڑے، اپنے سر کٹائے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر راضی ہو گیا اور اس کے ان بندوں نے جب دیکھا کہ اُن کے ربّ کریم نے اُن کی ان قربانیوں کو شرفِ قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اس کی شانِ بندہ پروری اور ذرّہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی انھیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص و دیانت سے اُن کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایات ربّانی کا مستحق ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ

کے صحابہ کی شان، ظاہر و باطن کے جاننے والے خدا نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرما دی۔ آپ ذرا سوچیں کہ جن کی توصیف وہ خود کرے، جن کے ایمان کا وہ خود گواہ ہو، جن کے جنت میں جانے کا وہ خود مژدہ سنائے، ایسے پاک لوگوں کی شان میں لب کُشائی شیطان کا کتنا خطرناک دھوکہ ہے۔ صحابہ کرام اس لئے توشمع توحید پر پروانہ وار نثار نہیں ہوتے تھے کہ چودھویں صدی کا بےعمل مسلمان اُن کی مدح وستائش کرے۔ اُن کے پیش نظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول کی خوشنودی تھی اور وہ انھیں حاصل ہوگئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے بعد ساری دُنیا بھی اُن کی شان میں گستاخیاں کرتی رہے تو اُس سے اُن کا کیا بگڑتا ہے۔ البتہ اُن لوگوں کی حرماں نصیبی قابلِ افسوس ہے جو صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے تھے لیکن انھوں نے ادھر سے منہ موڑ کر بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی کر کے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں۔

اس سے ثابت یہ ہوا کہ ان بندگان خُدا کے نقش قدم پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے غیر نہیں بلکہ رب والے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ کے غیر ہوتے تو طلب ہدایت کے وقت یہ بات مکمل ہوجاتی اور رب تعالیٰ فرما دیتا، اے میرے بندے طلب ہدایت کے وقت صرف میری بارگاہ کی ہدایت مانگنا، بندوں کا نام نہ لینا، اگر لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شک کو ہی دور کر دیا اور واضح فرما دیا کہ جو انعام یافتگان کے نقش قدم پر چلا تو وہ صراط مستقیم پر چلا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا **علیکم بسُنّتی** تم پر میری سنت لازم ہے یعنی صراط مستقیم کی ضمانت اسی صورت میں ہے جب تک ذات مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر رہے بھٹک جانے کا شائبہ تک نہ ہوگا پھر دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کے بارے میں فرمایا، یہ جو میری بارگاہ میں بیٹھ کر اپنے قلب و باطن کو نور علیٰ نور کرتے ہیں جو اُن کے نقش قدم پر چلا وہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گا کیونکہ یہ **نجم الاھتدیٰ** (ہدایت کے ستارے) ہیں

ذرا غور کریں کہ حضور ﷺ جو منجانب اللہ پیکر ہدایت بن کر تشریف لائے آپ نے نظام اخلاق کا جو چارٹر دیا ہے آج بڑے سے بڑا کوئی دانشور، قانون داں، سیاستداں ومفکر ایسا چارٹر نہیں دے سکتا ہے جو چودہ سو سال پہلے حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے ہی شب وروز کو انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا دیا۔ حضور ﷺ نے اخلاقیات کے ابواب کھولے تو آپ نے والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، اہل قرابت کے حقوق، ہمسائے کے حقوق، یتیموں کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیماروں کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، عام مسلمانوں کے باہمی انسانی برادری کے حقوق، جانوروں کے حقوق، زبان کی سچائی، دل کی پاکیزگی، عمل میں خلوص، سخاوت، عفت وپاکبازی، امانت ودیانتداری، رحم وکرم، شرم وحیاء، عدل وانصاف، عہد کی پابندی، ایثار وقربانی، عفو ودرگزر، حلم وبُردباری، تواضع وانکسار، خوش کلامی، اعتدال ومیانہ روی، خودداری وعزت نفس، استقامت وحق گوئی، نماز کی ادائیگی، روزوں کی ادائیگی، زکواۃ کی ادائیگی، حج کی ادائیگی، صبر ورضا، توکل واستغناء، طہارت اور طہارت کے آداب، کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، ملاقات کے آداب، چلنے پھرنے کے آداب، سفر کے آداب، لباس کے آداب اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ نے جب منکرات سے بچنے کی ہدایت فرمائی تو جھوٹ بولنے کی ممانعت، جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت، خیانت وبددیانتی، غداری ودغا بازی، بہتان لگانے کی ممانعت، چغل خوری کی ممانعت، غیبت وبدگوئی، خوشامد وبدکلامی، بخل کی ممانعت، حرص ولالچ وچوری کی ممانعت، ناپ تول میں کمی کی ممانعت، رشوت، سفارش، سودخوری، شراب نوشی، بغض وکینہ، ظلم کرنے کی ممانعت، فخر وغرور کی ممانعت، ریاکاری کی ممانعت، خودبینی وخودنمائی، حسد، فحش گوئی، بے ایمانی وبے حیائی کی ممانعت فرمائی۔
(ہماری کتاب ' گناہ اور عذاب الٰہی' کا مطالعہ کریں)

یہ وہ اخلاق رزیلہ ہیں جن کے اپنانے سے گھر سے لے کر معاشرہ میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اخلاق رزیلہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ

نے نسل آدمیت کے سامنے اپنے آپ کو ایک آئیڈیل کے طور پر پیش کیا۔

الغرض حضور نبی الرحمۃ ﷺ اور انعام یافتگان جو آپ کے متبع ہوئے ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے:

ہر لحظہ مومن کی نئی شان نئی آن کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

دینِ حق: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت سے متّصف کر کے مضبوط پائیدار نہ مٹنے والا ناقابل نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ ہدایت سے مُراد قرآن 'دینِ حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم' دین سے مُراد عمل ۔۔ ایسا دین جو حق ہے۔

اسلام ہی دین حق ہے یعنی ناقابلِ نسخ دین ۔۔ باقی تمام نبیوں کے دین قابلِ نسخ تھے منسوخ ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کی رہبری کے لئے رسول بھیجا۔ اس کو نور ہدایت کا امین اور حق کا علمبردار بنایا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دین عمدہ اور خوش گوار ہے' یہ ایک اہم حقیقت کا اظہار ہے' دین حق انسان کے لئے فی الواقع کوئی مصیبت اور ناخوش گوار بوجھ بن کر نہیں اُترا ہے۔ وہ تو انسان کی ایک طلب اور ضرورت ہے۔ وہ اس کے لئے ایک مطلوب شئے ہے' وہ ایک لذت بخش نعمت ہے۔ صحیح معنیٰ میں اس دین کا حامل وہی شخص ہے جسے دین بطور نعمت کے حاصل ہو۔ ہمارا دین تاریکی کے مقابلہ میں روشنی ہے' جہل کے مقابلہ میں علم وبصیرت اور حکمت ہے' موت کے مقابلہ میں زندگی' حیات اور روح ہے۔ اندھے پن کے مقابلہ میں بینائی اور بصارت ہے۔ ذہن وروح کی پراگندگی اور پریشانی کے مقابلہ میں اطمینان وسکون' راحت اور یکسوئی ہے۔ گمراہی کے مقابلہ میں رشد وہدایت اور صراط مستقیم ہے۔ بگاڑ اور فساد کے مقابلہ میں بناؤ اور اصلاح ہے۔ گراوٹ اور پستی کے مقابلہ میں رفعت اور بلندی ہے۔ بے کرداری کے مقابلہ میں اعلیٰ کردار وعمل اور اخلاق کی بلندی ہے۔ جو دین ہمیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور نعمت ہے۔

غلبہ اسلام :

اللہ تعالیٰ نے رسول کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ اس کے لائے ہوئے دین کو غلبہ عطا فرمائے اور سارے عالم میں ڈنکا بجائے۔ اس کے مجاہد میدانِ کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر و سناں سے مغلوب کررہے ہوں۔ اس کے علماء دلیل و برہان سے شرک کے علمبرداروں کو شکست دے رہے ہوں اور اسلامی معاشرہ اپنے پاکیزہ تمدن' اپنی نورانی تہذیب' اپنے منصفانہ نظام معیشت اور اخلاقِ حسنہ کے باعث اسلام کی برتری اور فتح مندی کا پرچم لہرا رہا ہو۔

اسلام چُھپ چُھپ کر وقت گزارنے کے لئے یا باطل سے مصالحت کر کے زندہ رہنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے۔ یہ شمعِ حق کے پروانوں کا دین ہے۔ سارا کفر و شرک اگر اپنی قوتوں کو یکجا کر لے تب بھی وہ ان کو ہراساں نہیں کرسکتا 'ان کو پسپا نہیں کرسکتا۔

اسلام کا غلبہ تمام دوسرے مذاہب پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مُسلم رہا ہے اور جب کبھی ملّت اسلامیہ نے احکامِ الٰہی کو صدق دل سے اپنایا تو سیاسی اقتدار بھی انہی کی کنیز بنا رہا اور جب کبھی انھوں نے احکام الٰہی پر عمل کرنے میں غفلت اور کوتاہی برتی تو ان کا سیاسی زوال بھی شروع ہوگیا۔ اور اسلام کے غلبہ کی یہ بھی ایک روشن دلیل ہے۔

جو دین نبی کریم ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کردے گا۔ یہ غاروں میں چُھپ کر اور گوشہ نشینی میں زندگی گذارنے والوں کا دین نہیں' یہ کشاکشِ حیات سے دامن بچا کر کُنجِ عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا

دین ہے کہ جب وہ پر کُشا ہوتے ہیں تو فضا کی پنہائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔(تفسیر ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان' مذاہب اور نظامہائے حیات پر غلبہ بخشے گا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عہد رسالت میں ہی اسلام کا پرچم مکہ پر لہرانے لگا جو کفر وشرک کا مرکز تھا۔ خلافتِ راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے برِّ اعظموں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شرق وغرب میں کلمہ توحید کی صدائیں بجنے لگیں۔ غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ یا لوگ اس کو قبول کرلیں گے یا اس کی برتری کو تسلیم کرلیں گے۔ مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں بھی نظر وفکر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی رسالت کا بھی گواہ ہے اور اس حقیقت کا بھی گواہ ہے کہ وہ کتابِ ہدایت اور دین رحمت لے کر آیا ہے اور اس بات کا بھی ضامن ہے کہ یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد ان سچائیوں کو ثابت کرنے کے لئے کسی دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے خلاف شرک وکفر نے سر جوڑ کر علانیہ مقابلے بھی کئے ہیں اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے ہیں لیکن اسلام کا نُور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت نبوتِ مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

دنیا میں ہمارے لئے بلندی ہے یعنی اہل ایمان کا گروہ ہی وہ تنہا گروہ ہے جسے بلندی عطا کی گئی ہے۔ فکر کی بلندی اسی کو عطا ہوئی ہے۔ حقیقی علم وحکمت اسی گروہ کے حصہ میں آئی ہے۔ عزم وحوصلہ بھی صحیح معنوں میں اسی گروہ کو عطا ہوا ہے۔ اخلاق وکردار کی بلندی بھی اسی گروہ کی نمایاں خصوصیات ہے۔ حالات خواہ کیسے ہی مشکل اور تکلیف دہ

کیوں نہ ہوں، کوئی طاقت بھی اس سے بلندی کو چھین نہیں سکتی ـــــ باطل سے ساز باز کرنا اس کا شیوہ نہیں ہوتا، ساری انسانیت کو باطل کی غلامی سے آزاد دیکھنا جس کا مقصد ہو، خالق کائنات کی رضا جوئی، جس کی سب سے بڑی آرزو ہو، اس ناپائیدار دنیا کے مقابلے میں آخرت کی ختم نہ ہونے والی زندگی جس کے پیش نظر ہو۔۔ اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تنہا یہی گروہ دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ مشکلات و مصائب سامنے ہوں یا اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے منہ موڑ کر یہ گروہ اپنے کو پستی میں نہیں گرا سکتا۔۔ اہل ایمان اگر ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں غلبہ اور اقتدار بھی عطا فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے: ﴿**وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ**﴾ (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس لئے بھیجا کہ وہ تمام آسمانی اور نفسانی دینوں کے بانیوں پر غالب کرے۔ ہمیشہ غالب رکھے کہ اُن کا چرچہ، اُن کے محامد ان کی نعتیں، تمام دینوں کے پیش واؤں پر غالب رہیں۔ آج بھی قرآن تمام دینی کتابوں پر، مسجدیں تمام دینی عبادت گاہوں پر، حضور ﷺ کا چرچا تمام دینی پیشواؤں پر غالب ہے جو آج بھی دیکھا جارہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر تمام دُنیا میں صرف اسلام رہیگا باقی تمام دین مٹ جائیں گے۔ اسلام کا آفتاب مکہ مکرمہ میں چمکا تو اس پر بہت سے گرد وغبار اور بادل آئے۔ یہاں تک کہ بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا۔ مگر پھر انجام یہ ہوا کہ سارے ملکِ عرب میں اسلام ہی غالب رہا۔ پھر عرب کے وہ لوگ جو تمام دنیا سے ادنیٰ مانے جاتے تھے ایک اُس آقا کی ۲۳ سالہ تعلیم کی برکت سے دنیا سے اعلیٰ ہوگئے۔ جاہل، عالم کے استاد بن گئے۔ چوری

کرنے والے دُنیا کے محافظ بنے۔ بے تہذیب دنیا کو تہذیب سکھانے والے بنے۔ شراب پینے والے اس شراب سے منہ موڑ کر محبت الٰہی کی شراب میں سرشار ہوئے۔۔ اور بُت پرست خُدا پرست اور نہ معلوم کون کون' کیا کیا بن گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جو اصلاح قوم بلکہ دنیا کی اصلاح تھوڑی سی مدت اور بے سروسامانی کی حالت میں فرمائی' اُس کی آج تک کسی قوم کے پیشوا میں مثال نہیں ملتی۔۔ پھر انہی لوگوں کو تخت وتاج کا مالک بنایا' صدیوں تک نہایت دبدبہ سے دُنیا پر راج کیا۔ اور آج اس گری ہوئی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے غُلامانِ مصطفٰی ﷺ تاج کے مالک ہیں۔

اب اگر چہ دنیاوی اعتبار سے مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے معلوم ہوتے ہیں۔ دولت' عزت' سلطنت' علم میں اور قومیں ان سے آگے بڑھ گئی ہیں' مگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دینی غلبہ اب بھی مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔۔اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

مسجد اور گرجا اور مندر کا مقابلہ کرو' تو مسجد روزانہ پانچ مرتبہ آباد ہوتی ہے۔گرجا ہفتہ میں ایک مرتبہ یعنی اتوار کو۔۔مندر روزانہ بعد مغرب' وہ بھی آباد نہیں ہوتا۔۔ایک دو آدمی آکر گھنٹہ وغیرہ بجادیتے ہیں۔ قرآن کی قرأت' کتابت' زیر' زَبر' پیش' ایک ایک کلمہ محفوظ ہے مگر انجیل اور توریت اور وید دُنیا سے غائب ہو چکے ہیں۔ انجیل اصل حالت میں باقی نہیں ہے بلکہ اُس کے کئی ترجمے ہیں اور ہر ترجمہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے۔

جس قدر تفسیریں قرآن کی ہیں اور جو قرأتیں اس کتاب اللہ کی ہیں وہ کسی کی نہیں ہیں' قرآن کے حافظ ہر شہر میں ملیں گے۔ اگر ایک جلسہ میں کوئی شخص ایک آیت کا ایک زبر بھی غلط پڑھ دے تو فوراً لوگ اُس غلطی کو پکڑتے ہیں۔ مگر دوسری کتابوں کا کوئی بھی حافظ نہیں ہے ۔۔ آج دنیا میں حکومت دوسری قوموں کی ہے مگر چونکہ قرآن عربی میں آیا ہے' تو اب بھی ہر جگہ عربی جاننے والے موجود ہیں اگر چہ حکومت سے اس زبان کی کوئی سر پرستی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی سوانح عمری جس شان کی اسلام میں موجود ہے کہ ساری عمر شریف کی ہر حالت، گھر کی اور باہر کی زندگی، اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، ہنسنا، رونا، کلام فرمانا، یہاں تک کہ سارے جسم پاک کا حلیہ شریف کہ داڑھی پاک میں کتنے بال سفید تھے، ایسی کسی مذہب کے پیشوا کی نہیں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ حضور ﷺ کی سوانح عمری ہے، کسی بادشاہ، کسی معشوق، کسی پہلوان، غرضکہ کسی بھی دنیا کے شاندار انسان کی ایسی سوانح عمری نہ لکھی گئی۔

گائے، بکری مسلمان کھاتے ہیں۔ خنزیر ہندو اور عیسائی، یہودی تمام قومیں کھاتی ہیں۔ مگر جو برکت گائے بکری میں ہے وہ خنزیر میں نہیں۔ بتاؤ کہ ہندوستان میں کتنے مارکیٹ گائے اور بکری کے گوشت کے ہیں اور کتنے سُور کے گوشت کے ہیں؟ ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر کروڑوں گائے بکری ذبح بھی ہوتی ہیں مگر گائے اور بکری کثرت سے نظر آتے ہیں۔ تمام قومیں آہستہ آہستہ اسلام کے قانون کو مانتی چلی جارہی ہیں۔ اب تک دوسرے لوگ اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی کیوں اجازت دی گئی ہے، مگر جب عورتوں کی زیادہ پیداوار اور مَردوں کا لڑائی وغیرہ میں مارا جانا دیکھا تو اب سمجھے کہ چند نکاحوں میں یہ مصلحت تھی۔۔ اسلام نے جو حکم دیا وہ نہایت ہی عمدہ ہے۔

غرض کہ دینی غلبہ مسلمانوں کو اب بھی حاصل ہے۔ ہاں، یہ اور بات ہے کہ مسلمان اپنی بدعملی کی وجہ سے دُنیا میں ذلیل وخوار ہو جاویں یا دولتمند نہ رہیں۔۔ اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ اسلام کا۔۔ خُدائے پاک توفیق دے کہ اس اسلام کی رسّی کو مضبوط پکڑیں۔
اگرچہ کفار ومشرکین یا تمام کفّار یا حضور ﷺ کے ذکر سے جلنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت اور غلبہ اسلام کو ناپسند کریں اور دبانے کی کوشش کریں اسلام کو غلبہ حاصل رہے گا۔

مِٹ گئے مِٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اعداء تیرے ۔۔۔ نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

اسلامی انقلاب :

اسلام نے صرف ۲۳ برس کی مدت میں روئے زمین پر اتنا بڑا روحانی اور مذہبی انقلاب برپا کیا کہ پوری تاریخ انسانی میں اتنا محیط، اتنا مکمّل اتنا ہمہ گیر اور اتنا ہمہ جہت انقلاب نہ کبھی چشم فلک نے دیکھا ہے اور نہ کوئی اس کا تصور کرسکتا ہے۔ عقل حیران ہیکہ مکہ مکرمہ کے تیرہ سال قید و بند اور مصائب و آلام کی صعوبتوں میں گزرے اور مدینہ منورہ کے دس سال قتل وخون کے معرکوں میں بسر ہوئے لیکن اِن ہی ۲۳ سال میں دُنیا کا اتنا بڑا انقلات کیونکر رونما ہوا جس نے زمینوں کا جغرافیہ بدل دیا، حکومتوں کے نقشے بدل دیئے، مجد وشرف کا معیار بدل دیا۔ فکر و ذہن کے زاویئے بدل دیئے، دلوں کے تقاضے بدل دیئے، قوموں کی سرشت بدل دی، لذت والم مسرت وغم اور تکلیف و آرام کے پیمانے بدل دیئے۔ یہاں تک کہ چشم زدن میں صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ اپنے ظاہر سے بھی بدل گئے اور اپنے باطن سے بھی، وہ اپنے اندر سے بھی بدل گئے اور اپنے باہر سے بھی، وہ اتنا بدل گئے کہ جسے دیکھ لیا وہ بھی بدل گیا، جسے چُھو دیا، وہ مٹی تھا تو سونا ہوگیا۔ ذرہ تھا تو سورج کی طرح چمکنے لگا۔ جس آبادی سے گذر گئے وہ ایمان ویقین کی خوشبو سے معطر ہوگئی۔ جس ویرانے میں قدم رکھ دیا وہ دہان کے کھیت کی طرح لہلہانے لگی۔ اسلامی انقلاب بیک وقت مذہبی انقلاب، سیاسی انقلاب، خاندانی روایات کا انقلاب، رنگ ونسل کا انقلاب، علم وفکر کا انقلاب، روحانی انقلاب، آئین ودستور کا انقلاب، تہذیبی انقلاب، عمرانی انقلاب، اخلاقی انقلاب، دُنیوی انقلاب، انفرادی انقلاب، اجتماعی انقلاب، علاقائی انقلاب، عالمی انقلاب، اُخروی انقلاب، دائمی انقلاب اور آخری انقلاب ہے۔

عقل انسانی حیران ہیکہ اتنا عظیم انقلاب جس کے اثرات حیات انسانی کے ہر شعبے پر آسمان کے بادل کی طرح چھا گئے ہوں وہ تنہا ایک اُمیّ انسان ﷺ کی ذات سے کیونکر وجود میں آ گیا۔ یہ اتنا ہمہ گیر انقلاب ہے جو دنیا سے لیکر محشر تک سارے بنی نوع انسان پر

ابدی سعادتوں کے دروازے کھولتا ہو' جو دنیوی زندگی کی کامرانیوں کا بھی ضامن ہو اور اُخروی نجات کا بھی پروانہ عطا کرتا ہو۔ دنیا بدلتی رہے گی' نسلیں پھولتی رہیں گی' پھلتی رہیں گی' انسان آتے اور جاتے رہیں گے' آبادیوں کا نقشہ بنتا اور بگڑتا رہے گا' قوموں کی کشتی ڈوبتی اور ابھرتی رہے گی لیکن اسلام کا سکّہ ہر دور' ہر ملک' ہر قوم' ہر حال' ہر زمان میں چلے گا اور ایک ہی نرخ پر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

اسلام کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے اگر ایک طرف کشور کُشا مجاہدین کا اُمنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارضی کا کاروبار سنبھالنے والے فرماں رواؤں کا گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظامِ حیات کا دستور اور شریعت کے قوانین مرتّب کرنے والے فقہا اور مجتہدین ہیں تو دوسری طرف آئین شریعت کی روشنی میں حقوق انسانی کا تحفظ کرنے والے قاضیوں کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی احکام و اخلاق کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری طرف قلوب انسانی کو تجلیات الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک و احسان کا مقدس گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلام کی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلّغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے اندرونی نظام اعتقاد و عمل کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے والے مُجَدِّدین کی جماعت بھی ہے۔ اگر ایک طرف باطنی دُنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیاء' اَغواث' اقطاب' ابدال و اوتاد' نُقباء اور نُجباء کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہری احوال کو درست رکھنے والے علمائے اُمّت اور نائبین رسول کا مقدس گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کریم کو دل کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حُفّاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف اور کلمات کو صحیح تلفّظ اور ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے پڑھانے والے قاریوں کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب اور اُس کے عُلوم و معارف سے

قلوب واَذْہان کو مُنوّر کرنے والے مفسرین ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل وبراہین سے عُقولِ انسانی کو چراغ دِکھانے والے محققین کا طبقہ بھی ہے

اگر ایک طرف پیغمبرِ اعظم ﷺ کے اقوال وافعال کو اُمّت تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رِجال حدیث کے احوال زندگی اور اُن کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کی جماعت بھی ہے۔

اگر ایک طرف اصولِ روایت ودرایت کی کسوٹی پر حدیثوں کو پرکھنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام اور مشاہیر اسلام کے احوال وواقعات سے دُنیا کو باخبر کرنے والے مُورِّخین کی جماعت بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کی فصاحت وبلاغت کو ادبی اور فنّی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے اہلِ معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف اندازِ بیان اور وُجوہ اعجاز کے رُخ سے قرآن حکیم کو خُدا کا کلام ثابت کرنے والے نُکتہ رسوں کا طبقہ بھی ہے

اگر ایک طرف رسولِ اعظم ﷺ کے شمائل وعادات اور فضائل ومعجزات کی تفصیلات سے اُمّت کے قلوب کو سُرور بخشنے والے اصحاب سِیَرہ ہیں تو دوسری طرف اہلِ ایمان کے سینوں میں عشق رسول کی شمع رَوشن کرنے والے نعت گو شعراء اور میلاد خوانوں کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس وتدریس ہیں تو دوسری طرف عقل وحکمت کے دلائل سے اسلام کو مسلح کرنے والے حُکماء ومتکلمین کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف نبوت کے علوم ومعارف کو نقوش وتحریرات کے ذریعہ محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث واستدلال کے میدان میں اسلام کی وکالت کرنے والے مناظرین کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف مساجد میں نمازیوں کی قیادت والے ائمہ کی جماعت ہے تو دوسری طرف نیکیوں کی ترغیب دینے اور بُرائیوں سے روکنے کے لئے دلوں کو پگھلا دینے والے

واعظین کا دستہ بھی ہے۔

ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز وسامان صرف اس لئے وجود میں لایا گیا تا کہ دنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالا دستی حاصل رہے۔

اسلام اور تلوار:

اسلام کا ہمہ گیر انقلاب ہرگز تلواروں سے برپا نہیں کیا گیا۔ یہ سرتا سر فکر وذہن کا انقلاب تھا۔ یہ فطرت انسانی کے اندر چُھپی ہوئی قوتوں کا انقلاب تھا۔ یہ عقیدہ توحید کے ساتھ روحوں کی گرویدگی اور دلوں کی نیازمندی کا انقلاب تھا۔ یہ سچائی کے افق پر پھیل جانے والی اُس روشنی کا انقلاب تھا جس نے عرب کے ذرّے ذرّے کو حقیقت کے عرفان کا آئینہ بنادیا۔

دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ فتح مکہّ کے بعد سارے جزیرہ عرب سے بُتوں کی مصنوعی ہیبت اور فرضی خُداؤں کے اقتدار کا جنازہ اس دھوم دھام سے نکلا کہ حمایت میں تلوار اُٹھانا تو بڑی بات ہے' اُن کی تباہی پر آنسو بہانے والا کوئی بھی نہیں تھا۔

اب عرب کے نئے جغرافیہ میں نہ بُت خانوں کے لئے کوئی جگہ باقی رہ گئی تھی اور نہ بُتوں کے پرستاروں کے لئے۔ سارا عرب نعرہ توحید کے غلغلے سے گونج رہا تھا۔ قبول حق کے لئے دلوں کے دروازے اس طرح کُھل گئے تھے کہ پوری بشاشت کے ساتھ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے اُنھیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے مکّے میں آنا چاہیے۔ وہاں تلوار پیغمبر کے ہاتھ میں نہیں تھی کُفار مکّہ کے ہاتھوں میں تھی۔

طاقت اسلام کے داعی کے پاس ہوتی تو وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور رات کے اندھیروں میں لوگوں کو کلمہ حق کی تلقین کیوں کرتا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مکّے میں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اُٹھے، تیر بھی برسے، اور طاقت بھی استعمال ہوئی لیکن اسلام کو پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی خاموش پیشقدمی کو روکنے کے لئے، اسلام قبول کرنے والوں کا کلیجہ دہلانے کے لئے، پیغمبر کی آواز کو کچلنے کے لئے، اور اپنے بتوں کا نعرہ بلند کر کے عقیدہ توحید کا مذاق اُڑانے کے لئے ......لیکن اس کے باوجود دُنیا نے پہلی بار عشق وعقیدت اور ایمان ویقین کی گرویدگی کا یہ حیرت انگیز تماشا دیکھا کہ لوگ تلواروں کی ضرب سے گھائل ہوتے رہے۔ پتھروں کی چوٹ پر چوٹ کھاتے رہے، زخم پہ زخم سہتے رہے، انگاروں پہ لوٹتے رہے، پگھلتے رہے، گرم گرم چٹانوں پہ جلتے رہے، اور قید وبند کی دردناک اذیتوں میں تڑپتے رہے، سلگتے رہے لیکن کلمہ حق کے ساتھ والہانہ عقیدت کا نشہ تھا کہ اُترنے کے بجائے چڑھتا ہی رہا۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ لذّت وآسائش کا مفہوم سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھولوں کے سیج پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی وارفتگان محبت ہیں جنہیں کانٹوں کی نوک سے گھائل ہونے میں ہی مزہ ملتا ہے۔

نبی کے چہرے میں خُدائے ذوالجلال کا جلوہ دیکھنے والوں نے جلتی ہوئی چٹانوں پر اخلاص ووفا کا نقش ثبت کر کے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام تلواروں کا مذہب نہیں، عشق ووارفتگی کا مذہب ہے۔ اسلام طاقت کا مذہب نہیں، سُپردگی کا مذہب ہے۔ اسلام جارحیت کا مذہب نہیں، صبر وضبط کا مذہب ہے۔ اسلام جبر واکراہ کا مذہب نہیں، محبت ودلربائی کا مذہب ہے۔ اسلام زر، زن، زمین کی رشوتوں کا مذہب نہیں، بلکہ اخلاق کی کشش، کردار کے تقدس، سیرت کی پاکیزگی اور عقیدے کی سچّائیوں کا مذہب ہے۔

مکّے کی سرزمین پر شہیدانِ وفا کے لہو کا ہر قطرہ آج بھی پکارتا ہے کہ پیغمبر نے تلوار چلا کر نہیں بلکہ قرآن سُنا کر اسلام پھیلایا ہے اور مکّے کی گلیوں اور بازاروں میں پتھروں کی چوٹ سے گھائل ہونے والے مظلوموں کا ہر زخم آج بھی آواز دیتا ہے کہ اسلام قبول کرنے

والوں نے خوف سے نہیں، شوق سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل پہلے مومن ہوا، اس کے بعد زبان نے کلمہ پڑھا۔ قہر وجبر سے گردن جھکائی جاسکتی ہے لیکن دل نہیں جھکائے جاسکتے۔ دلوں کے جھکانے کے لئے جلووں کی کشش چاہیے۔شخصیت کی دِلربائی چاہیے۔ کردار کا تقدّس چاہیے۔ سیرت کا جمال چاہیے اور سچائیوں کی ایک ایسی روشنی چاہیے جو دلوں کے مُقفّل دروازے توڑکر اندر داخل ہوجائے۔

جولوگ اسلام پر تلوار اُٹھانے کا الزام رکھتے ہیں وہ مکّے کے مقتل کا معائنہ کیوں نہیں کرتے؟ وہ غارثور میں جھانک کر حق کی مظلومی کا رِقّت انگیز منظر کیوں نہیں دیکھتے؟ وہ شعبِ ابی طالب کے قیدیوں کی دردناک اذیتوں کا سُراغ کیوں نہیں لگاتے؟ وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ مکّے میں اسلام کے پھیلنے کی ابتداء تلوار کے خوف سے ہوئی یا دل کے جذبہ شوق سے؟ وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ کس کے قہر وجبر سے لوگ اندھیری راتوں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چُھپ چُھپ کر مکّے کے کمزور اور نہتّے مسلمانوں نے کِس کے مظالم سے تنگ آکر اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دیا۔ وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ مکّے میں اسلام اُس وقت سے پھیل رہا تھا جب تلوار اسلام کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھی۔ مکّے میں اسلام اُس وقت سے پھیل رہا تھا جب وہ خون کے پیاسوں، قاتلوں، ظالموں اور درندوں کے نرغے میں گھرا ہوا تھا۔ اس لئے اب تاریخ کی اس سچّائی کے سامنے ہر شخص کو اَپنا سر جُھکا دینا چاہیے کہ اسلام دنیا میں صرف اس لئے پھیلا کہ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے۔ لہٰذا جس نے بھی اسلام قبول کیا اُس نے جبر کا نہیں بلکہ اپنی فطرت کا تقاضا پورا کیا۔

شہادتِ رسالت

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۡ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۡ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (النساء/۷۹)

جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے تجھ کو کوئی بُرائی تو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور بھیجا ہم نے آپ کو لوگوں کے پیغمبر اور کافی ہے اللہ گواہ (کنزالایمان)

اے سُننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بُرائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (آپ کی رسالت) کا گواہ (نورالعرفان)

اے عام انسان تجھے دنیا میں جو نعمت پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے، اللہ تعالیٰ کی خلق، اللہ تعالیٰ کے فضل، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہے۔ حسنہ سے مُراد یا تو اُخروی راحت، آرام وغیرہ ہیں یا دنیوی نعمتیں مُراد ہیں جیسے ارزانی، وقت پر بارش، صحت، امیری...... وغیرہ۔

اور اے انسان جو تجھے آفت و بلا پہنچے وہ عموماً تیری اپنی بدکاری بدعملی اور اپنے کسب کے سبب سے ہے۔ یعنی وہ بھی رب تعالیٰ کے ارادے سے ہی ہے مگر تیرے اپنے کسب کی وجہ سے۔ سیئہ سے مراد یا دنیا کی بلائیں مصیبتیں تکالیف ہیں یا اخروی عذاب مراد، جیسے قبر کی تنگی، اندھیرا وغیرہ اور قیامت کی وحشت دہشت بعد قیامت دوزخ کی تکالیف۔

بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بھلائی کو اُس کی طرف نسبت کی جائے اور بُرائی کو بندہ اپنی طرف نسبت کرے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے **﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾** جب میں بیمار ہوتا ہوں پس وہ شفا دیتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت لوگوں کے نفع کے لئے ہے کہ لوگ آپ کی اطاعت

کر کے جنتی بنیں۔ چونکہ جنت صرف انسانوں کے لئے ہے دوسری مخلوق کے لئے نہیں، اس لئے بطور خاص انسانوں ہی کا ذکر ہوا کہ انسانوں ہی کے نفع کے لئے آپ رسول بنائے گئے جیسے رب تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا ﴿رِبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ﴾ حالانکہ وہ تمام مخلوق کا رب، ملک اور الٰہ ہے یا جیسے فرماتا ہے ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾ حالانکہ زمینی چیزوں سے سب مخلوق نفع اُٹھاتی ہے۔

حضور ﷺ تمام خدائی کے رسول ہیں۔ ساری مخلوق کے رسول ہیں، رسولوں کے بھی رسول ہیں۔ ﴿ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴾ اے محبوب تمہاری نبوت سچائی پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے کہ اُس نے تمہارے معجزات، قرآنی آیات سے، گذشتہ کتابوں کی خبروں کے ذریعہ تمہاری نبوت ایسی ثابت فرمادی کہ کسی کو اس میں تامل کی گنجائش نہ رہی۔

اے حبیب ﷺ، اس حقیقت کی صداقت پر خود خُدا گواہ ہے کہ تو اس کی ساری کائنات کا ہادی ومُرشد ہے اور ایسے گواہ کی شہادت کے بعد دنیا بھر کے منکرین کا انکار کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ناگفتہ بہ حالات میں اسلام کا غالب آنا اور دشمنان اسلام کا ہی کچھ مدت بعد اس کی ناموس وعظمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنا اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کی سب سے روشن دلیل ہے۔

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴾ (النساء/۱٦٦)

لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اُسے اُتارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور گواہ (ضیاءالقرآن)

جس ذات پاک نے آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں پر وحی نازل کی، اُسی نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے دوسرے لوگوں کی شہادت

کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔خود اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ اس کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے کہ اسی نے اپنے کمال علم وحکمت سے اُسے اتارا ہے۔اس کتاب کی ہر آیت ہر جملہ بلکہ ہر کلمہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی جلوہ گاہ ہے جو شخص تعصب سے بالا تر ہو کر اس کا مطالعہ کرے گا وہ بے ساختہ کہہ اُٹھے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔

عربی زبان میں **لٰکن** شروع مضمون میں کبھی نہیں آتا بلکہ گذشتہ مضمون پر جو وہم کیا جائے اس کے دفع کے لئے آتا ہے اس لئے یہاں پہلے کچھ مضمون ضرور ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہود کافر آپ کی گواہی نہ دیں تو نہ دیں لیکن اللہ تعالیٰ تو گواہی دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمشہ اس کی گواہی دیتا رہتا ہے اور دیتا رہے گا۔ گواہی تین طرح کی ہوتی ہے۔زبانی گواہی' قلمی گواہی' علامات سے گواہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی نبوت وغیرہ کی گواہی تینوں طرح سے دی۔ حضور ﷺ پر معجزات ظاہر فرمانا' آپ کی نبوت کی علامات قائم کردینا بھی رب تعالیٰ کی گواہی ہے اور توریت وانجیل وقرآن میں آپ کی نبوت کا اعلان فرمانا بھی رب تعالیٰ کی گواہی ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ شاہد یعنی گواہ ہے اور حضور ﷺ مشہود لہ ہیں جن کے حق میں گواہی دی جارہی ہے۔ قرآن کریم وغیرہ مشہود بہ جس کی گواہی ہے۔ اور کفار مشہود علیہ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے موافق قرآن کریم کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے کفار کے مقابلہ میں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی ذات وصفات کے گواہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کی ذات وصفات کا گواہ خود رب تعالیٰ ہے۔ گواہی توحید سُنت رسول اللہ ہے اور گواہی رسالت سُنت الٰہیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی پر فرشتے گواہ ہیں۔ اے محبوب تمہارا گواہ میں ہوں اور میری گواہی کے گواہ سارے فرشتے۔۔۔خیال رہے کہ فرشتوں کی یہ کلمہ خوانی **اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله**' پڑھنا انسان کی پیدائش سے کہیں پہلے کی ہے۔ کیونکہ فرشتے انسانوں سے لاکھوں سال پہلے پیدا ہو چکے ہیں'

چونکہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور فرشتوں کی گواہی میں بہت فرق ہے۔ دونوں گواہیوں کی نوعیّتوں میں بھی فرق ہے مقصد میں بھی فرق ہے اس لئے رب تعالیٰ کے لئے **یشھد** الگ کیا گیا اور فرشتوں کے لئے **یشھدون** الگ لایا گیا۔ جیسے **انك میت وانھم میتون** میں حضور ﷺ کے لئے میت الگ ارشاد ہوا' لوگوں کے **میتون** الگ۔۔۔حضور ﷺ کی موت بمعنی **خروج روح عن البدن** ہے اور دوسروں کی موت بمعنی **ترك روح البدن** ہے۔ ایسے ہی یہاں ہے ﴿**وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا**﴾ اس عبارت میں ربانی گواہی کی اہمیت بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے یا اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔ اگر دنیا میں کوئی بھی تمہاری نبوت کی گواہی نہ دے تو نہ دے' ہم جو اس کے گواہ ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات وصفات افعال وغیرہ سب کے گواہ ہیں یونہی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا گواہ ہے۔

خیال رہے کہ فرشتوں کی یہ کلمہ خوانی ایمان لانے کے لئے نہیں' وہ تو پیدائشی مومن ہیں بلکہ حضور ﷺ کا احترام ظاہر کرنے اور برکت حاصل کرنے' اپنا قرب الٰہی بڑھانے کے لئے ہے۔ جیسے ہم لوگ مومن ہو کر کلمہ طیبہ کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ کلمہ پڑھ کر سوتے ہیں' کلمہ پڑھ کر مرتے ہیں۔ کیوں' ? برکت کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اس گواہی کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھو کہ تین کام وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے فرشتے بھی' انسان بھی' بلکہ اور مخلوق بھی۔ (۱) حضور ﷺ پر درود شریف (۲) حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی (۳) حضور ﷺ کی حمد و ثنا۔۔۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نام محمد ہے (ﷺ)۔ [ہماری کتاب معارف اسم محمد ﷺ کا مطالعہ کریں]

علمی نکات:

(☆) تمام لوگوں کے گواہ انسان' مگر حضور ﷺ کا گواہ خالق انس والجان ہے جیسا کہ ﴿**لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ**﴾ سے معلوم ہوا۔ حضور ﷺ کی تو وہ شان ہے کہ حضرت یوسف

ومریم کوتہمت لگی تو اُن دونوں بزرگوں کی گواہی دو بچوں نے دی۔ مگر محبوب کی زوجہ طیبہ طاہرہ مسلمانوں کی سچی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوتہمت لگی تو خود رب تعالیٰ نے گواہی دی یہ ہے ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ﴾ کا ظہور۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی صرف ایک بار گواہی نہ دی بلکہ برابر دیتا رہا اور قیامت تک دیتا رہے گا۔ تمام آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کا اعلان سارے نبیوں کے ذریعۂ حضور ﷺ کی شہرت بلکہ میثاق کے دن سارے نبیوں سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ پھر ولادت پاک سے پہلے اور ولادت پاک کے وقت تمام عالم میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کی دھوم دھام اور عجائبات کا ظہور، پھر ہزاروں معجزات کا آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہونا، پھر تا قیامت قرآن کی بقا، حضور ﷺ کا عام چرچہ، حضور ﷺ کی محبوبیت، حضور ﷺ کے دین میں اولیاء اللہ، علماء کی کثرت یہ سب چیزیں رب تعالیٰ کی گواہیاں ہیں یہ ہے ﴿اَللّٰهُ يَشْهَدُ﴾ کا ظہور۔

(☆) حضور ﷺ پر صرف قرآن مجید نہیں اُترا بلکہ اس کے علاوہ اور بہت کچھ اُترا حتیٰ کہ حضور ﷺ کی صفات، احوال، افعال، اعمال سب رب تعالیٰ کی طرف سے اُتارے ہوئے ہیں اور رب تعالیٰ ان سب کی حقانیت کا گواہ ہے جیسا کہ ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کے عموم سے معلوم ہوا، اس لئے حضور ﷺ کے کسی فعل شریف پر اعتراض کرنا کفر ہے کہ وہ رب تعالیٰ پر اعتراض ہے۔

دیکھو حضور ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو کفار و منافقین نے اعتراض کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿زَوَّجْنَا﴾ کہا، اے محبوب یہ نکاح تمہارا ہم نے کرایا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی شہادت۔ ہمارے کام نفسانی، شیطانی، رحمانی ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے سارے کام رحمانی ہیں۔

(☆) حضور ﷺ، رب تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت غنا

بھی ہے یعنی مخلوق سے بے نیازی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بھی مخلوق سے بے نیاز بنایا ہے اور صرف اپنا نیاز مند رکھا۔ حضور ﷺ کا دین، حضور ﷺ کا قرآن، حضور ﷺ کی عزت و عظمت کا رب تعالیٰ محافظ و ناصر ہے۔ یہ نکتہ ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ سے حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی عظیم شہادت 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ' :

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۚ﴾ (الفتح ۴۸/ ۲۸)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر، اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (الفتح / ۲۹)

(جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)

اس بیان پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کے الفاظ جملہ اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر مشتمل ہیں۔ **وهو مشتمل علىٰ كل وصف جميل** (ابن کثیر)

یہی وہ کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ پر لکھ دیا۔ کلمہ طیبہ کے دو جزء ہیں۔ پہلا جزء **لااله الا الله** ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو، سارے معبودان باطل کی نفی ہے۔ اسلام کے سارے نظام فکر و عمل کی بنیاد توحید پر ہے۔ زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے۔ وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے یعنی

توحید کے ساتھ حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور شہادت دینا ہے۔ توحید ورسالت کو دل و جان سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے۔

حضور شیخ الاسلام سید الخطباء رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے۔ **لاالہ الا اللہ** دعویٰ ہے **محمد رسول اللہ** دلیل ہے دعوے کو سمجھانے کے لئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ دعوے کو اگر نہیں ماننا چاہا تو دلیل کا انکار کیا جاتا ہے۔ دلیل میں نقص نکالتے ہیں کہ یہ کیسی دلیل دی ہے یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے اس میں یہ کمی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دعوے سے کوئی نہیں الجھا کرتا، الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں۔ لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں **لاالہ الا اللہ** سے کوئی کلمہ گو ٹکراتا ہوا نظر نہیں آتا ہے بلکہ جو ٹکرا رہا ہے وہ **محمد رسول اللہ** سے ٹکرا رہا ہے۔ جو الجھ رہا ہے **محمد رسول اللہ** سے الجھ رہا ہے۔ اگر دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا۔ شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جب تک دعویٰ اس کے کان تک تھا اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر شیطان کبھی نہیں تھا۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے شامل کیا جاتا۔ **لاالہ الا اللہ** کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اُس تک پہونچ سکتیں۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر وہ کبھی نہ تھا۔ جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ **لاالہ الا اللہ** کو دلیل **محمد رسول اللہ** کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں، وہ انکار کر گیا۔ ظاہر ہو گیا کہ **محمد رسول اللہ** دلیل اور **لاالہ الا اللہ** دعویٰ ہے۔ لہذا جو دلیل کا منکر ہوا وہ دعوے کا منکر سمجھا گیا۔ قرآن نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ دلیل کو پہلے منوایا ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا اِدّعا رکھتے ہو، میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو، محبت ہو خُدا سے، پیروی ہو مصطفےٰ کی۔

امتحان ایسا ہی لیا جا تا ہے ۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خُدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے ۔ مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی محمد رسول اللہ کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانے ۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی' ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی ۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چاہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہلبیت کو چاہے اور رسولِ خُدا کو نہ چاہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ وتابعین کو نہ مانے ۔ یہ ناممکن ہے کہ غوث جیلانی' خواجہ اجمیری' داتا گنج' حضرت شاہ نقشبند اور بزرگانِ دین کو ماننے والا امام اعظم' امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل کو نہ مانے ۔

لااله الا الله محمد رسول الله نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔ صحابہ نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ ہم بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ قیامت تک آنے والا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ لفظ 'ہیں' یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں ۔ یہ تو کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ مُردوں والا کلمہ پڑھے ۔ یہ تو زندوں والا کلمہ ہے ۔ **لااله الا الله محمد رسول الله** ۔۔۔۔۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور نفاق کیا ہوگا کہ کہتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانتے ہیں محمد اللہ کے رسول تھے ۔ ارے کم سے کم زبان کو دل کے مطابق تو کرلو ۔

لااله الا الله محمد رسول الله کو کلمہ توحید کہتے ہیں حالانکہ اس کلمہ طیبہ میں توحید اور رسالت کا سبق ہے ۔ **لااله الا الله** کا مطلب ہے' نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا' نہیں ہے کوئی الوہیت والا اللہ کے سوا' نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ کے سوا ۔ ظاہر ہوگیا کہ میرا خُدا وہ ہے جو اپنی الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے ۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمہ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید و رسالت کیوں نہیں رکھا؟

لااله الا الله میں بھی توحید ہے اور **محمد رسول الله** میں بھی توحید ہے ۔

لااله الا الله نے ہمیں یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی الہیت اور الوہیت میں لاشریک ہے اور **محمد رسول اللہ** نے سمجھایا کہ حضور ﷺ اپنے کمالات رسالت ونبوت میں وحدہ لاشریک ہے۔تو وہاں توحید الہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ معلوم ہوا کہ مشرک کی دوقسمیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک، اور جو رسول کی ذات وصفات میں کسی غیر رسول کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔۔۔

لاالہ الا الله دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لاالہ الا الله** کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مثالی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو۔ سب نے کہا، صادق وامین، سچے دیانتدار۔ الغرض بہت تعریف کردی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمھیں تباہ کردینا چاہتا ہے۔میرے کہنے سے مانوگے۔ سب نے کہا کہ آپ کبھی جُھوٹ نہیں بولے، آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو، تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خُدا کو مان لو۔ **قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا** ... **لاالہ الا الله** کہو، فلاح پا جاؤ گے۔حضور ﷺ نے **لاالہ الا الله** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ **لااله الا الله** دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا الله** ہدایت ہے **محمد رسول الله** ہادی ہیں۔ **لاالہ الا الله** ذکر ہے **محمد رسول الله** ذاکر ہیں۔ **لاالہ الا الله** ارشاد ہے **محمد رسول الله** مُرشِد ہیں۔ **لاالہ الا الله** کلام ہے **محمد رسول الله** متکلم ہیں۔۔۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔

لاالہ الا اللہ یہ رسول کا ذکر ہے اور **محمد رسول اللہ** یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ **لااله الا الله** یہ رسول کا کلام ہے اور **محمد رسول الله** یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن نے بھی کہا ہے: اے محبوب ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ**﴾ اے محبوب تم کہو کہ اللہ ایک ہے، تم کہو کہ اللہ بے نیاز ہے، تم کہو کہ نہ وہ کسی کی اولاد، نہ اُس کی کوئی اولاد ہے وہ ﴿**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ**﴾ ہے۔ تم کہو، یعنی یہ تمہاری بات بنے۔ مرضی الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام تو ہمارا ہو اور زبان تمہاری:

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی　　اتنی ہے گفتگو ترے اللہ کو پسند!

ہماری صفات تو تم دُنیا کو بتاؤ۔ اور فرمادو ﴿**اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ**﴾ اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں ﴿**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ**﴾ **لااله الا الله** تم کہو **محمد رسول الله** میں کہوں۔ جو **لااله الا الله** کہے گا وہ سُنت مصطفیٰ ادا کرے گا اور جو **محمد رسول الله** کہے گا وہ سُنتِ کبریا ادا کرے گا۔ جب تک سنت مصطفیٰ نہ پاؤ گے تمھیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے، ہرگز عارف یا موحد نہیں۔ جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامن پاک سے لپٹ کر نہ مانے۔ رسالت کی دستگیری کے بغیر صحیح توحید حاصل نہیں ہوتی۔

جب تک انسان دلیل کو نہیں سمجھتا، دعوے پر ایمان نہیں لاتا۔ جب جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا تب معجزہ نے جادو کو شکست دی تھی اور اس کے بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لا رہے ہیں ﴿**اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ**﴾ ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ وہارون کا رب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ وکمال دیکھا اور ایمان لا رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔۔۔ معلوم ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ۔ جو دلیل کو مانتا ہے اس کو دعوے کو ماننا پڑے گا۔ اور جب تک تم دلیل سے دور رہو گے دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دلیل کو

سمجھ لیا تو دعوے کو ماننا پڑ گیا۔ غزوہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے صفوان ابن امیہ اور عمیر ابن وہب یہ دونوں حطیم کعبہ کے پاس بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب جنگ بدر کے قیدیوں میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل وعیال والا نہ ہوتا، اگر میرے اوپر بارِ قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان ابن امیہ نے کہا کہ ہم تمھارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے مگر اس راز کو کسی تیسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ منصوبے کے تحت عمیر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار رسالت ﷺ نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ تو کہا کہ اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اور صفوان ابن امیہ میں یہ بات نہیں ہوئی؟ مکے کے اندر، کعبے کے قریب، حطیم کے پاس۔۔۔کیا اس نے تمھارے بچوں کی کفالت نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں لیا؟ سُنو عمیر۔تمہارے اور میرے مابین خُدا کا ارادہ حائل ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اتنا سُننا تھا کہ عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہو گیا۔ ایک تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں، مدینے والے نے کیسے جان لیا۔ بات تو ہوئی تھی دو میں، تیسرے نے کیسے جان لیا۔ فوراً پڑھا **اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له، واشهد ان محمدا عبده، ورسوله** کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر کو جو ایمان کی دولت ملی، اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاؤ۔ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتا دی۔ اُن کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہو گئی۔ رسول کے علم غیب کو جب انھوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے مجبور ہو گئے۔ زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔کبھی رسول کے علم غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو دیکھو جب تک عمیر، رسول

سے دور تھے ایمان نہ لا سکے۔ **لااله الا الله** کو مان نہیں سکے۔ اور جب قریب ہو گئے تو مان لیا۔ ظاہر ہو گیا **لااله الا الله** دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے، دعوے کو نہیں مان سکتے۔

دلیل کی کیفیت:

دلیل کا کام اطمینان دینا ہے اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا، بے قراری دینا۔ ہم نے ایک دعویٰ کیا، آپ پریشان ہو گئے۔ یہ کیسے؟ ہم نے دلیل دے دیا۔ آپ دلیل سے مطمئن ہوئے اور معاملہ سمجھ گئے۔ دعوے نے مضطرب بنا دیا، دلیل نے سکون دیا۔

حدیث میں ہے کہ جب عرش پر **لااله الا الله** لکھا گیا تو ہیبت جلال الٰہی سے عرش کانپنے لگا اور جب **محمد رسول الله** لکھ دیا گیا تو اس کو سکون ہو گیا۔ دعوے کا کام مضطرب کر دینا، دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو۔ دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

انسان کے ساتھ نزع کی کیفیت بہت سخت مرحلہ ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ بس ایسا محسوس کرو کہ ببول کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو تو ریشے ریشے کی حالت خراب نظر آتی ہے عجیب وغریب کیفیت ہو گی۔ ایسا محسوس ہو گا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو۔ میرے رسول نے کیا کہا؟ مومن کی روح ایسا نکلے گی جیسے پُھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی۔ دلیل نے سکون دے دیا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بزرگ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو پوچھ لیا، حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں مگر آپ کہتے ہیں کہ روح ایسا نکلے گی جیسے پُھول سے خوشبو نکل جائے۔ سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آ سکا۔ سرکار رسالت ﷺ نے فرمایا سورہ یوسف میں غور کرو۔ جب انھوں نے سورہ یوسف دیکھا تو یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمال یوسفی، مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے

ہوش وحواس ان کے جمال یوسفی میں گم ہو گئے۔ اور انھوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس بھی نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس جمال یوسفی میں گم ہو گئے تھے۔ درد ہوا لیکن محسوس نہ ہوا۔ تکلیف ہوئی' احساس نہ ہوا۔ سارے احساس ادھر متوجہ ہو گئے۔ رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمال مصطفیٰ نگاہوں کے سامنے ہوگا سارے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے روح نکل جائے گی پتہ نہ چلے گا۔ درد ہوگا محسوس نہ ہوگا۔ تکلیف ہوگی' احساس نہ ہوگا۔ **لاالٰہ الا اللہ** نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا جمال مصطفیٰ نے سکون دے دیا۔

دلیل کا کام ہی سکون دینا ہے۔ جہاں دعوے کا جلال و ہیبت ہو' وہاں دلیل جمال ورحمت ہو۔ مگر ایک بات خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آسکتے ہیں انھیں کے سامنے آئیں گے ۔۔۔ اور جو کہتے ہیں کہ نہیں آسکتے' معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انھیں کے لئے مقدر ہو چکی ہیں۔ دوسری منزل قبر کی ہے وہاں بھی جہاں دعویٰ ہے وہیں دلیل ہے۔

حشر کا منظر:

قیامت کے دن رسول کبھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پُل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں۔ بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ اے ملائکہ دیکھو' میرا کوئی امتی اگر جہنم میں جائے اس کو نکالنے کا بندوبست کرو۔ میزان کی بھی خبر رکھو۔ پل صراط کو دیکھو' مگر ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرنا ہے۔ انھیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے انھیں پل صراط پر بھی رہنا ہے انھیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے۔ صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ جب میری امت کے گنہگار جہنم کی طرف لائے جائیں گے اس وقت ان کے

قدم ڈگمگا رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے تو انھیں سکون ہو جائے گا۔ میرا نکالنے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے **لاالہ الا اللہ** نے بے قرار کیا تو **محمد رسول اللہ** نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھری کو لے کر لرزتے ہوئے قدم' دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی؟ کتنا اضطراب ہوگا؟ مگر وہاں تم رسول کو دیکھو گے تو تمھیں اطمینان ہو جائے گا کہ رحمۃ للعالمین تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پُل صراط سے گزر رہے ہوں گے اس وقت تمھارے قدم' تمھاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم رسول کو دیکھ لو گے تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب میری لغزش پا مجھے گرا نہیں سکتی' میرا بازو تھامنے والا پہلے ہی سے موجود ہے۔۔۔ جہاں جہاں دعوے کا جلال ہے وہاں وہاں دلیل کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے۔ **لاالہ الا اللہ** دعویٰ ہے اور **محمد رسول اللہ** دلیل ہے (خطبات برطانیہ)

حضور ﷺ کی صفات جلیلیہ

﴿**یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا**﴾ (الاحزاب۳۳/۴۶) اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاظر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سُنا تا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنزالایمان)

اے نبی مکرم: ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سُنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا۔ (ضیاءالقرآن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے اوراس کے بعد ان جلیل القدر خطابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کوسرفراز فرمایا۔ان کے ذکر سے اگرایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جارہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ۔ ان تندوتیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاضرورت نہیں۔ یہ منہ کھولے ہوئے گرداب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاّح کے سُپرد نہیں کیا جوکم ہمت' دوں حوصلہ' نااہل اورناتجربہ کارہو' بلکہ اس کشتی کا ناخداوہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفات جلیلیہ سے متصف کیا ہے۔ تم صبرواستقامت سے اس کا دامنِ اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحلِ مُراد تک رسائی نصیب ہوگی۔ ساتھ ہی دُشمنانِ اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملادیا جواپنی سازشوں اورحیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بُجھانا چاہتے تھے۔

کرم فرمایئے اب تو خدارا یارسول اللہ　　نہیں ہے کوئی بھی میرا سہارا یارسول اللہ
غنی دوجہاں ہیں آپ'محتاجِ کرم میں ہوں　　نواسوں کا دلا دیجئے اُتارا یارسول اللہ

نداء یا رسول اللہ :

یـا پُکارنے کاکلمہ ہےاورپُکارناچند مصلحتوں سے ہوتاہے۔ رب تعالیٰ نے کافروں کوبھی' مسلمانوں کوبھی' رسولوں کوبھی اورہمارے حضور ﷺ کوبھی پُکارا' مگران چاروں کو پُکارنے کےالگ الگ مقصدہیں۔ کافروں کوپُکارنا اظہارغضب کے لئے ہے' جیسے حاکم مجرم سے کہے'اوبےایمان' 'اوغدار'وغیرہ۔ اورمومنوں کوپُکارناغفلت سے جگانے کے لئے' سوتے کو پہلے جگالیتے ہیں پھرکلام کرتے ہیں۔

انبیاءکرام کوپُکارنا اظہارکرم کے لئے' کیونکہ وہ حضرات ایک آن کے لئے بھی رب تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں' نبی کریم ﷺ نے بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے اُن کا پُکارنا اظہار کرم کے لئے ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اور نبیوں کو رب تعالیٰ نے نام لے کر پُکارا مگر ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمدؐ یا محمدؐ کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا جیسے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ ﴾ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ﴾ ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴾ اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے غلام' نمک خوار ہو' تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔غرضکہ اس **یَا** میں بھی اظہار شانِ مصطفیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محبوب ﷺ کی اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو کہا کریں گے کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ان کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے حبیب کو جگہ جگہ پُکارا تا کہ بتایا جائے کہ یہ تو میری سُنّت ہے۔شرک کیسا؟

مصیبت میں زبان سے میری نامِ پاک کیا نکلا　　　مصیبت خود بنی میرا سہارا یارسول اللہ

حضور ﷺ کو دور یا نزدیک سے پُکارنا جائز ہے اُن کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی' خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے (جآءالحق)

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم' فعل ملائکہ' فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یامحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا **یامحمد ان الله ارسلنی الیك** نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر طالب دُعا ہوئے۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة یامحمد اِنِّیْ قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی اللهم فشفعه فیَّ** ۔اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں

اور تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔۔ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔اس میں نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔

ملّت مشائخ وبزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بُردہ میں ہے :

یااکرم الخلق مالی من الوذ بہٖ سواك عند حلول الحادث العمم

اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں۔

امام زین العابدین اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

یارحمۃ للعٰلمین ادرك لزین العابدین

محبوس ایدی الظٰلمین فی موکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یاسید السادات جئتكَ قاصداً ارجو رضاكَ واحتمی بحماك

اے پیشواؤں کے پیشوا (اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے) میں دلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔

آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں (آپ کی حمایت کا طلبگار رہوں)۔

ان اشعار میں حضور ﷺ کو نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے استعانت بھی اور یہ

نداء دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں **السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** یہاں حضور ﷺ کو پکارنا واجب ہے۔

شانِ رسالت ﷺ :

﴿اِنَّـــا اَرۡسَـلۡنٰكَ﴾ ہم نے تم کو بھیجا۔ یہ نہ فرمایا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا' اس میں راز یہ کہ سارا عالم اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء ﷺ رب تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے بھی ہیں اور بھیجے ہوئے بھی۔ اسی لئے سوائے انبیاء کرام کے اور کسی مخلوق کو رسول نہیں کہا جاتا۔ یوں سمجھو کہ ہم سب دنیا میں آئے۔ وہ دنیا میں بھیجے ہوئے آئے۔ آنے میں اور بھیجے جانے میں بڑا فرق ہے۔ ہم اپنی ذمہ داری پر آئے' حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری پر' اسی لئے فرمایا ﴿اِنَّـــا اَرۡسَـلۡنٰكَ﴾ غرضکہ نہ ہم اور نبی یہاں آنے میں یکساں' نہ یہاں رہنے میں برابر۔ اور نہ یہاں سے جانے میں یکساں' دیکھو نیند وہ چیز ہے جو شاہ و گدا کو ایک کر دیتی ہے۔ مگر نبی اور امتی کو نیند بھی ایک نہیں کر سکتی۔ ہماری نیند غفلت پیدا کرے' وضو توڑ دے۔ ہماری خوابیں سچی بھی ہوتی ہیں جُھوٹی بھی۔ مگر نبی کی نیند نہ غفلت پیدا کرے نہ وضو توڑے۔ اُن کے خواب بھی وحی الٰہی ہیں۔ دیکھو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کے ذبح کا حکم پا کر چُھری اور رسّی سنبھال لی۔ اگر ہم یہ خواب دیکھیں تو بے گناہ بچے کو ذبح نہیں کر سکتے۔ غرض کہ وہ سوتے جاگتے' چلتے پھرتے' اُٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی ہر جنبش رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کی کسی ادا پر اعتراض کرنا اور ان کے کسی عمل کو نظر حقارت سے دیکھنا کفر ہے۔ کیونکہ ان پر اعتراض رب تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے متبنیٰ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بہو سے نکاح کر لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيۡدٌ مِنۡهَا وَطَراً زوجنکها﴾ یعنی اے محبوب زید کی بیوی زینب سے اُن کی طلاق کے بعد زینب کا نکاح تمہارے ساتھ ہم

نے کرایا۔ یعنی اس نکاح پر اعتراض ہم پر اعتراض ہے۔ غرضیکہ ﴿ اَرۡسَلۡنٰكَ ﴾ میں پیارے محبوب کی ایسی چمکتی ہوئی نعت ہے کہ ایمان کو چمکا دیتی ہے۔

حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں :

اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد مشاہدہ سے ہے یا شہود سے یا شہادۃ سے۔ یعنی ہم نے تمہیں دونوں جہان کا مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا یا تمام جگہ میں حاضر بنا کر بھیجا کہ ہر جگہ تمہارا علم و تصرف جاری ہے۔ شاہد کا معنیٰ گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر گواہ ہیں **شاهداً عليهم باعمالهم من طاعه ومعصية شاهدًا عليهم يوم القيامة فهو شاهد افعالهم اليوم والشهيد عليهم يوم القيامة** (قرطبی) یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ اس دنیا میں اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں **تشهد على امتك كقوله تعالىٰ ويكو ن الرسول عليكم شهيدا** (کشاف) یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے ﴿وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا﴾۔ علامہ خازن لکھتے ہیں **اى شاهدا على اعمال امته** : اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ علامہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے: **الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او البصيرة**۔

یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نُور سے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا' اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس

شہادت کوکسی ایک امر پرمحصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اوراس کی تمام صفات کمالیہ پر' کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہے ہو کہ **لاالہ الا اللہ**' توکسی کواس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت' حکومت' شخصی وجاہت' علم اور فضل وکمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں۔حضور ﷺ کی شہادت سے وہ سارے حجاب تارتار ہو گئے اوراس جلیل المرتبت نبی کی شہادتِ توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کوتسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور ﷺ' اس کے عقائد' اس کے نظام عبادت واخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آسکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکارکر دیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا۔اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الہٰ العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بُلانے میں اُنہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کررہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے۔ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو تختہ دار پر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ علامہ ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **شاھدا علی امتك**' یعنی حضور ﷺ اپنی اُمت پر گواہی دیں گے۔ اپنی تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: **اخرج ابن المبارك عن سعيد بن المسيب قال ليس من**

یوم الا ویعرض علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم ولذلك یشهد علیه (مظہری) یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور کی اُمت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں' اسی لئے حضور ان پر گواہی دیں گے۔

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: **فقوله تعالیٰ : شاهداً علی الله بالوحدانیة وانه لااله غیره وعلی الناس باعمالهم یوم القیامة ۔** یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **شاهداً علیٰ من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم و ۔۔۔۔۔ وتؤدیها یوم القیامة اداء مقبولاً فی مالهم وما علیهم** (روح المعانی) یعنی حضور گواہی دیں گے اپنی اُمت پر کیونکہ حضور ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ **ان الله تعالیٰ قد اطّلعه صلی الله تعالی علیه وآله وسلم علی اعمال العباد فنظر الیها لذلك اطلق علیه شاهداً** ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور ﷺ نے انہیں دیکھا ہے' اسی لئے حضور ﷺ کو شاہد کہا گیا۔ اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رُومی قدس سرہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسمِ پاک شاہد رکھا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں **فتــأمـل ولاتـغفل** کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور وفکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

حضور ﷺ محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کوکس نے کس قدر قبول کیا۔ الغرض وہ تمام اَبدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل وخرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ قیامت میں سب کی گواہی دیں گے ﴿**وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا**﴾ نیز تمام انبیاء نے جنت ودوزخ کی گواہی سُن کر دی اور حضور ﷺ نے گواہی معراج میں دیکھ کر دی۔ اسی لئے آپ شاہد حقیقی ہیں۔ عینی گواہی پر تمام سمعی گواہیوں کی تکمیل ہو جاتی ہے کہ پھر کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی گواہی آخری گواہی۔۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ**﴾ دین مکمل ہو چکا ہے۔ سورج کی موجودگی میں کسی چراغ کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ۔۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

دنیا میں ثبوت توحید کا دارومدار حضور ﷺ پر ہے اور آخرت میں تمام خلق کے جنتی دوزخی ہونے کا مدار حضور ﷺ پر ہے۔ وہاں سارے حضور ﷺ ہی کا منہ تکیں گے کیونکہ حضور ﷺ دنیا میں خالق کے گواہ ہیں اور آخرت میں مخلوق کے گواہ۔

گواہ میں بہت صفات ہوتی ہیں مگر تین صفات لازم ہیں:

(۱) گواہ گواہی حاصل کرتے وقت واردات کے موقعہ پر حاضر ہو کر مشاہدہ کرے اور گواہی دیتے وقت حاکم کے روبرو حاضر ہو۔ اسی لئے اُسے شاہد یا شہید کہتے ہیں یعنی حاضر۔

(۲) مدعی کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ گواہ کامیاب ہو تاکہ مقدمہ کامیاب ہو مدعیٰ علیہ گواہ کے ناکام کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہی گواہ پر جرح کرتا ہے وہ ہی گواہ کے علم پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ بے خبر ہے۔

(۳) گواہ پر اعتراض در پردہ مدعی پر اعتراض ہے اسی لئے گواہ کا دشمن مدعی کا دشمن ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ دُنیا میں خلق کے سامنے خالق کے، جنت ودوزخ کے اور تمام غیبی چیزوں کے گواہ ہیں۔ لہذا دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے۔ اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے لہذا ضروری ہے کہ ہر مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہوں، ورنہ گواہی کیسی؟ نیز آج جو حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کر رہے ہیں، سمجھ لو کہ حضور ﷺ کی گواہی اُن کے خلاف ہونے والی ہے اور یہ لوگ مدعیٰ علیہ ہیں، کیونکہ گواہ کے علم کی تنقیص وہ کرے گا جس کے خلاف گواہی ہو۔

نیز حضور ﷺ کے علم اور کمالات کی مخالفت در پردہ رب تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ حضور ﷺ رب تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی گواہی چار طرح کی ہے۔ خالق کے گواہ مخلوق کے سامنے، مخلوق کے گواہ خالق کے سامنے، خالق کے گواہ خالق کے پاس، مخلوق کے گواہ مخلوق کے سامنے۔۔۔ جس کے جنتی ہونے کی حضور ﷺ گواہی دیں، وہ یقیناً جنتی ہے جسے اچھا کہہ دیں، وہ اچھا ہے جسے بُرا کہہ دیں وہ بُرا ہے، جس چیز کو حلال فرما دیں وہ حلال ہے جسے حرام کہہ دیں وہ حرام۔ کیوں کہ گواہ مطلق ہیں۔ اس شاہد رب العالمین کے منہ سے جو نکلے وہ حق ہے۔

حضور ﷺ عالم کے ذرّے ذرّے میں حاضر وناظر ہیں۔ آج حکیم کہتے ہیں کہ دوا کی طاقت مرض سے زیادہ ہونا چاہیے تا کہ مرض کو دبا سکے، ورنہ دوا خود مرض سے دب جائے گی۔ شیطان بیماری ہے اور نبی کریم ﷺ علاج، جب شیطان کو یہ قوت دی گئی کہ ﴿**اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ**﴾ کہ وہ اور اُس کی ذرّیت تم سب کو ہر وقت دیکھتے ہیں اور شیطان سارے عالم پر نگاہ رکھتا ہے کہ جہاں کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور اُس نے آ کر بہکا دیا۔ اب اگر حضور ﷺ کو بالکل بے خبر رکھا جائے تو رب تعالیٰ پر اعتراض ہوگا کہ اُس نے بیماری قوی پیدا کی اور دوا کمزور۔۔۔ لہذا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کو ہدایت دینے کے لئے ہر وقت ہر ایک کی خبر ہو۔

نکتہ : عربی قاعدہ سے ﴿شَـاهِدًا﴾ حال ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کو بھیجا اس حال میں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں، یعنی بھیجنے سے پہلے آپ حاضر و ناظر ہو چکے تھے جیسے کوئی کہے کہ زید ڈاکٹر آیا یعنی آنے سے پہلے وہ ڈاکٹر ہو چکا تھا، تو معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی عالم میں حاضر تھے اور پردہ فرمانے کے بعد بھی حاضر ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ حضور ﷺ تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے رب تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کو مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح، نفوس، اجسام، حیوانات، نباتات، جمادات، جن، شیاطین، فرشتے اور انسان پیدا کئے گئے، ان کے پیدا ہونے کو ملاحظہ فرما رہے تھے اسی طرح تمام مخلوقات کے ہر ہر کام اور سزا و جزا، شیطان کا پہلے عابد ہونا پھر بعد میں گمراہ ہونا، حضرت آدم علیہ السلام کا خطا فرمانا بعد میں توبہ قبول ہونا، جنت میں رہنا بعد میں زمین پر آنا، انبیاء کا دنیا میں آنا، اُن کا تبلیغ فرمانا، قوموں کا اُن کے ساتھ اچھا یا بُرا سلوک کرنا، غرضکہ ایک ایک واقعہ حضور ﷺ کے پیش نظر تھا اسی لئے فرمایا گیا **عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ** جان لیا ہم نے جو کچھ ہو چکا اور ہو گا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ جواب دیں گے 'ہاں'۔ کافر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا؟ اپنا گواہ لاؤ۔ وہ عرض کریں گے **محمد** ﷺ **واُمته، فليشهد انه، بلغ** حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت گواہ ہیں، پس یہ گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے: ﴿**وَكَـذٰلِكَ جَـعَـلْـنَـا كُمْ اُمَّةً وَّسَـطًـا لِّتَـكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ اور ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت الشیخ عبدالکریم شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واما (الشهيد) فانه صلى الله عليه وسلم متصفاً بهٖ والدليل علىٰ ذٰلك قوله تعالىٰ وارسلنٰك عليهم شهيدا فهو الشهيد المطلق للحق والخلق آپ کا نام شہید بھی ہے اور آپ صفت شہید کے ساتھ متصف تھے۔ اس کی دلیل کلام باری وارسلنك ......الخ ہے۔ پس آپ حق تعالیٰ اور خلق کے لئے شہید مطلق ہیں (الکمالات الالھیه فی الصفات المحمدیه)

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واقوى الارواح فى ذٰلك روحه صلى الله عليه وسلم فانها لم يحجب عنها شيئى من العالم تمام روحوں سے قوی تر روح محمدی ہے پس اس سے جہان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں (کتاب الابریز)

علامہ ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں: لافرق بين موتهٖ وحياتهٖ فى مشاهدتهٖ لامتهٖ ومعرفتهٖ باحوالهم ونياتهم وعزائهم وخواطرهم وذٰلك عنده' جلى لاخفابهٖ آپ کے اپنی امت کو دیکھنے اور اس کے احوال و نیات' عزائم وخواطر جاننے میں آپ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب کچھ ان پر بلا کسی پوشیدگی کے واضح ہے (مواہب الدنیہ) یعنی حضور ﷺ حیات ظاہرہ اور بعد انتقال اپنی اُمّت کے احوال' نیات' ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں' تمہارے رسول روز قیامت تم پر گواہ ہیں کہ وہ نور نبوت سے ہر صاحب دین کے رتبہ' درجہ ایمان اور وہ حجاب (جس کی وجہ سے وہ ترقی کرنے سے رُک گیا) کو جانتے ہیں۔ ہر امتی کے گناہوں' اعمال نیک و بد اور خلوص ونفاق سے واقف ہیں۔ لہذا آپ کی گواہی امت کے حق میں از روئے شرع مقبول ومنظور ہے'۔ (تفسیر فتح العزیز)

آیت ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلَ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا'

کے تحت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ فضائل ومناقب اپنے زمانہ میں موجود لوگوں کے متعلق یا ان کے متعلق، جو آپ کے زمانہ میں نہیں، مثلاً اویس قرنی، امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا منقول دجّال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجود یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی اُمت کے اعمال پر مطلع کر دیتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کیا۔ تا کہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکیں (تفسیر عزیزی)

ومعنی شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبته كل متدين اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر مسلمان کے رتبہ سے آشنا ہیں (تفسیر روح البیان)

ای شاهدا على من كفر بالكفر وعلى من نافق بالنفاق وعلى من اٰمن بالايمان آپ کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور مسلمانوں کے ایمان کی گواہی دیں گے (تفسیر مدارک)

لان روح النبی شاهدا على جميع الارواح والقلوب والنفوس بقوله اول ما خلق الله نوری آپ کی روح مبارک تمام روحوں، جانوں اور دلوں کا مشاہدہ کر رہی ہے آپ کا فرمان ہے 'اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا' (تفسیر نیشاپوری)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا ظاہر فرما دی **فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه** پس میں اُسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے اُسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (مواہب لدنیہ، طبرانی شریف)

عالَم میں کیا ہے جس کی تجھ کو خبر نہیں ذرّہ ہے کونسا تیری جس پر نظر نہیں

حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ بیشک وشبہ حیات کے ساتھ باقی ودائم ہیں اور اعمال اُمت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبوں اور متوجہ ہونے والوں کو فیض دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ (حاشیہ اخبار الاخیار)۔

مدارج النبوت میں فرماتے ہیں **وما ارسلنٰك الا شاهدًا یعنی عَالِمٌ و حَاضِرٌ** معلوم ہوا کہ شاہد کا ترجمہ **عَالِمٌ** وحاضروناظر بالکل درست ہے۔

بیضاوی شریف میں **شاهدا** کے تحت ہے **علی من بعثت الیهم بتصدیقهم وتکذیبهم ونجاتهم وضلالهم** آپ تصدیق کرنے والوں، انکار کرنے والوں، نجات والوں اور گمراہوں پر گواہ ہیں۔

جلالین شریف میں ہے **شاهدا علی من ارسلت الیهم** تمام پر گواہ ہیں جن کی طرف مبعوث ہوئے۔ حضور ﷺ ارشادفرماتے ہیں: **ارسلت الی الخلق کآفةً** (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن وحدیث کی رو سے آپ تمام مخلوق کے لئے نبی بن کر تشریف لائے۔ لہٰذا تمام مخلوق پر شاہد ہیں اور تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

حضور زمان ومکان میں جلوہ گر ہیں۔ اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے **اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو نبی اکرم پر سلام کہے (ابن ماجہ، ابوداؤد، سنن کبریٰ) شفاء شریف میں ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام علیك ایها النبی** کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے 'شرح شفا' میں ہے کہ **لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام** اس لئے کہ روح مصطفوی صلی اللہ علی وسلم اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے۔ لہٰذا گھروں میں داخل ہوتے وقت **السلام علی النبی** کہا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّـی اَرىٰ مَالَا تَـرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی، مشکوٰۃ) عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں، دُنیا بھر

میں جس کی موت کا وقت آ جاتا ہے فوراً اسکی روح قبض کرتے ہیں ۔۔۔ منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں ۔۔۔ میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں ۔ مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں ۔۔۔ مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہو، مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے ۔

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کریگا میں اس کا ہمنشین ہوں ۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں ۔ میں اس کا جلیس ہوں، تو رسول اس کے بھی مظہر ۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں ۔ چاہے آپ دیکھو، چاہے نہ دیکھو ۔ مشاہدہ کرو، نہ کرو ۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں ۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں ۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں ۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں ۔

حضور نبی کریم ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے غلاموں اور محتاجوں کی یہ شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وعزتی ربی ان السعدآء والاشقیاء یعرضون علیَّ وان عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائصٌ فی بحار علم الله** (زبدۃ الاسرار و بہجۃ الاسرار) مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سعدا اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے ۔ میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں ۔

نیز فرمایا: **نظرت الی بلاد الله جمعًا کخردلةٍ علی حکم اتصالی**
میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے رائی کا ایک دانہ ہو (قصیدہ غوثیہ)

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے

امام ربانی مجدالف ثانی قدس سرہ السبحانی سرہندی فرماتے ہیں : میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں (تفسیر مظہری)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر' حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر' طبری وابونعیم نے حضرت حارث سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھے فرمایا کہ اے حارث! تم نے کس حال میں دن پایا؟ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہوکر۔ پھر فرمایا' تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا:

کانی انظر الی عرش ربی بارزًا وکانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها وکانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها میں گویا عرش الٰہی کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

محتاج کا جب یہ عَالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا؟ جب اس آفتاب عالمتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت ودوزخ' عرش وفرش' جنتی ودوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں تو آفتاب کونین' سراجاً منیرا ﷺ کی نظر کا کیا پوچھنا' کیا ان کی نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟۔۔۔ہرگز نہیں !

دلِ فرش پر ہے تری نظر' سرعرش پر ہے تری گزر
ملکوت وملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ کے القاب :

مُبَشِّـرٌ : حضور نبی کریم ﷺ مُبَشِّـرٌ ہیں یعنی خوشخبری دینے والے۔ جو اس دین پر ایمان لائے گا' اس کے ارشادات پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوگا۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں **مبشراً لاھل الایمان والطاعة بالجنة ولاھل المحبة بالرؤیة** کہ اہل ایمان اور اہل اطاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدارِ محبوب کی۔

حضور ﷺ' کفار کو قبولیت ایمان کی بشارت دیتے ہیں۔ گنہگاروں کو قبولیت توبہ کی' یعنی اب بھی ایمان لے آو توبہ کرلو بخشے جاؤ گے۔ نیک وکاروں کو جنت کی۔ انبیاء واولیاء کو قرب الٰہی کی بشارتیں دیتے ہیں۔ قیامت میں ہر نبی کی طرف سے بندوں کو مایوس کن جواب ملے گا کہ ہم شفاعت نہیں کر سکتے اور کہیں جاؤ۔ تب حضور ﷺ ہی سب کی ڈھارس بندھائیں گے اور **اَنَـا لَهَـا۔ اَنَـا لَهَا** کہہ کر شفاعت کی بشارت دیں گے یعنی ہاں شفاعت میں کروں گا مت گھبراؤ۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے یہاں حضور ﷺ کی بشارت کو کسی قوم یا کسی وقت سے خاص نہ فرمایا۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

نَـذِیْـر : حضور ﷺ نذیر ہیں۔ نذیر کا معنیٰ ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا۔ یہ بھی حضور ﷺ کی شان ہے۔ حضور ﷺ کافروں کو عذاب سے ڈراتے ہیں' گناہ گاروں کو عتاب سے' نیک کاروں کو ضبطی اعمال کے خوف سے' پرہیز گاروں کو رب تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈراتے اور بروقت آگاہ کرتے ہیں۔

دَاعِیًـا اِلَی اللّٰه : حضور نبی کریم ﷺ کا لقب ﴿دَاعِیًـا اِلَی اللّٰه﴾ بھی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور یہ کام کیونکہ بہت

ہی کٹھن اور دشوار ہے کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لئے بآسانی تیار نہیں ہوتا' خصوصاً مکّہ معظّمہ کے مشرک جنھوں نے غور وفکر کے سارے چراغ گُل کر دیئے تھے' اُن کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر نُور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ یہی حالت یہُود اور دُوسرے اہلِ کتاب کی تھی۔اس لئے ساتھ ہی **بِـاِذْنِـهٖ** ' کا کلمہ بڑھا دیا۔ یعنی اے محبوب! ہم نے اس دُشوار کام کو آپ کے لئے آسان بنا دیا ہے (روح المعانی) اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گونا گوں خوبیوں اور دلفریبیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعتِ زیبا کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی ملکہ موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور دُنیا نے دیکھا کہ عرب کے اُجڈ اور سخت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں' اپنے آباد گھروں' قیمتی مال ومتاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر درِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ والثناء کی طرف کشاں کشاں جارہے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے خالد بن ولید نے میدان اُحد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا لیکن وہی فاتح خالد بن ولید مکہ معظّمہ کو الوداع کہہ رہا ہے اور اپنے گلے میں غلامی کا قلادہ ڈال کر سرکارِ مدینہ کی حاضری کے لئے کوہ ودمن' دشت وصحرا کو عُبور کرتا ہوا چلا جارہا ہے۔ یہی ﴿**وَّدَاعِيًـا اِلَى اللّٰـهِ بِاِذْنِهٖ**﴾ کی شان کا ایک ظہور ہے۔(تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ کا سونا' جاگنا' کھانا' پینا بلکہ ہر ادا داعی الی اللہ ہے۔ دستِ قدرت نے اپنی تمام کاریگری حضور ﷺ پر ختم کر دی کیونکہ حضور نمونہ قدرت ہیں ﴿**لَـقَـدْ كَـانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**﴾۔

اگر چہ پہلے انبیائے کرام نے بھی یہ فرائض انجام دیئے' مگر ان کی تبلیغ میں اور حضور ﷺ کی تبلیغ میں تین طرح فرق ہے۔ اولاً تو وہ حضرات سُن کر یہ کام انجام دیتے تھے اور حضور ﷺ دیکھ کر۔ دوسرے وہ خاص جماعتوں کے نبی اور مبشر ونذیر تھے اور حضور ﷺ تمام عالم کے

بشیر ونذیر، مگر حضور ﷺ قیامت کے لئے، آج جو تبلیغ بذریعہ علماء ومشائخ وقرآن ہو رہی ہے وہ حضور ﷺ ہی کی تبلیغ ہے۔ ان خصوصیتوں کی وجہ سے اس جگہ ان تین صفتوں سے آپ کو موصوف کیا۔ روح البیان میں ہے کہ تمام انبیاء کی اُمتوں کی بروزِ قیامت ۴۰ صف ہوں گی مگر حضور ﷺ کی اُمّت کی (۸۰) صفیں ہوں گی۔

سِـرَاجًا مُّنِیْرًا : حضور ﷺ کو فرمایا گیا ﴿سِـرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ اے محبوب! ہم نے تمھیں سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات ولطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب، روشن اور اتنا روشن کہ دُوسروں کو بھی نور وضیاء کا منبع ومصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے۔ حضرت عارف باللہ مولانا ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **انه صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم کان بـلسانه داعیاً الی الله تعالیٰ وبقلبه وقالبهٖ کان مثل السراج یتلون المومنون بـالـوانه ویتنورون بانوارهٖ** یعنی حضور ﷺ زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مُبارک اور قالب منوّر کی وجہ سے سراج مُنیر تھے۔ اہلِ ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں وتاباں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار سے درخشان راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین (تفسیر ضیاء القرآن)

قرآن کریم میں آفتاب کو **سِـرَاجًـا** فرمایا گیا ہے۔ **سـراجـا وقـمـراً منیرًا** سورج سے سب مُنوّر۔ وہ کسی مخلوق سے منور نہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ سے تمام انبیاء، اولیاء، مشائخ، وعلماء منور ہیں۔

حضور انور ﷺ کسی سے منور نہیں۔ علامہ بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فانك شمس فضل هم کواکبها　　یظهرنا انوارها للناس فی الظلم

چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور ﷺ سے بھی تاریکیِ جہل وکفر دور ہوئی۔ نیز چراغ سے گُم شدہ چیز تلاش کی جاتی ہے حضور ﷺ سے راہ ہدیٰ ملی۔ چراغ صاحبِ خانہ کے لئے رحمت ہے اور چور کے لئے زحمت۔ اسی طرح نور مصطفیٰ ﷺ مومن کی حفاظت اور شیطان چور کی دوری کا سبب ہے۔ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلاؤ مگر اس چراغ کے نور میں کمی نہ آئے گی۔ اسی طرح تمام عالم حضور ﷺ کے نُور سے بنا مگر نور محمدی میں کچھ کمی نہیں۔ آفتاب نکلنے پر سارے چاند وتارے چُھپ جاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کی تشریف آوری پر سب دین چُھپ گئے۔

سب انبیاء ومرسلین تارے ہیں تم مہر مبین　　　سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

چراغ ہر طرف اپنا نور دیتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے اپنا نور ہر طرف دیا ہے۔ چراغ کی لو اوپر کی طرف جاتی ہے اسی طرح سید عالم ﷺ معراج میں اُوپر تشریف لے گئے' ایسے اُوپر کہ جہاں تک کوئی فرشتہ مقرب نہ پہنچ سکا۔ حضور ﷺ کو آفتاب نہ کہا کہ آفتاب اپنی جگہ سے منتقل نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائے۔

رات میں چاند' تارے' گیس' بجلی' روشنی دے سکتے ہیں مگر دن نہیں نکال سکتے۔ سورج رات کو فنا کر کے دن نکال دیتا ہے۔ دوسرے انبیاء ہدایت کے چاند تارے بجلیاں وگیس تھے جنہوں نے روشنی پھیلائی' مگر رات کو دن نہ بنایا۔ ہمارے حضور ﷺ نے تشریف لاتے ہی دن چڑھا دیا۔ اس لئے آپ کو سورج کہا گیا۔ چنانچہ حضور سے پہلے بیک وقت بہت سے نبی جلوہ گر ہوتے تھے۔ جیسے چاند کے ہوتے ہوئے آسمان پر تارے' زمین پر ہزار ہا شمعیں روشنی دیتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ دن نہیں چڑھا تھا۔ ہمارے حضور کے آتے ہی گذشتہ نبوتیں منسوخ اور آئیندہ کے لئے دروازہ نبوت بند ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ آپ سورج ہیں جس نے ہدایت کا دن چڑھا دیا۔

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں　　نور وہ لے کے آیا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چُھپ گئے　　پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

سورج کا قاعدہ ہے کہ منور مخلوق کو بجھا دیتا ہے اور بے نوروں کو چمکا دیتا ہے۔ چنانچہ چاند' تارے' گیس' بجلی' سب کو بجھاتا ہے یا اپنے نور میں چھپاتا ہے۔ مگر بے نور ذرّوں کو چمکاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام نبوتوں کو منسوخ اور تمام نورانی نبیوں کو اپنے دامن نور میں چھپالیا۔ مگر اپنی اُمّت میں صحابہ کرام' اہل بیت اطہار اور قیامت تک کے اولیاء' علماء کو چمکا دیا۔ اسی لئے حضور ﷺ کے بعد نبی نہیں آسکتے۔ مگر قیامت تک اولیاء اللہ وعلماء آئیں گے' کیوں کہ وہ تارے تھے یہ ذرّے۔

ایک سورج بیک وقت ہر جگہ سے نظر آتا ہے۔ یعنی ہر ذرّے میں حاضر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ ایمانی نگاہ سے ہر جگہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس سے حضور کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا بلکہ بعد موت ہر قبر سے حضور ﷺ ظاہر ظہور نظر آتے ہیں۔

سورج ہزاروں مکانات و مقامات کے لاکھوں سامنے آنے والے آئینوں میں اس طرح جلوہ گری کرتا ہے کہ ان میں اپنا سا نور' اپنی سی گرمی' اپنی سی شعاعیں پیدا کر دیتا ہے' حتیٰ کہ کسی آنکھ میں اس آئینے کے مقابل ٹھہرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ ان آئینوں کے سامنے' آنکھیں خیرا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے حضور نے لاکھوں' کروڑوں اولیاء مشائخ وعلماء کے سینے ایسے چمکائے کہ وہ سینے نور کے گنجینے بن گئے۔ وہاں حضور کا نور' حضور کی تجلّی' حضور کی شعاعیں' حضور کی گرمی عشق نظر آنے لگیں۔ ان سینوں کے مقابل کوئی ٹھہر نہ سکا۔

بغداد' اجمیر' بخارا' کچھوچھہ شریف اور تمام اولیاء اللہ کے آستانوں میں ان ہی سینوں کی تجلیاں ہیں' مگر جیسا آئینے کا رنگ ویسی وہاں روشنی۔ سورج ایک ہے مگر آئینے رنگ برنگے۔ کہیں قادریت کا رنگ ہے' کہیں چشتیت کی جلوہ گری' کہیں نقشبندیت کی جھلک' کہیں سہروردیت کی شعاعیں۔ یہ ان آئینوں کے نام اور کام ہیں۔

سورج کا دینا یکساں، مگر چاند تاروں اور زمین کے حصّوں کا لینا مختلف۔ کوئی تارہ تیز روشن ہے، کوئی ہلکا زمین کا کوئی حصہ گرم ہے کوئی ٹھنڈا۔ گرم ملک میں پیداوار اور قسم کی۔ ٹھنڈے ممالک میں پھل پھول وغیرہ اور طرح کے۔ اسی طرح حضور کے نور کی عطا یکساں مگر لینے والوں کے ظروف کی گنجائشیں مختلف۔ حضور ﷺ سے فیض لینے والے کوئی صرف مومن بنے، کوئی متقی، کامل، عارف، کوئی ولی، کوئی مجذوب، کوئی سالک اور بعض خوش نصیب صحابی بنے۔ پھر صحابہ میں کوئی صدیق ہیں، کوئی فاروق، کوئی غنی، کوئی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ سورج کی عطائیں، اس کا فیضان، ایک ہی مخلوق پر مختلف زمانوں میں الگ الگ ہوتا ہے۔ گرمی کا موسم اور اس زمانے کی پیداوار بھی اور۔ سردی، بہار، خزاں، برسات ان سب کے الگ الگ رنگ ہیں۔ دیکھو دینے والا سورج بھی ایک اور لینے والی زمین بھی ایک، مگر نوعیت عطا میں فرق۔ اسی طرح حضور ﷺ کی عطاؤں کا حال ہے۔ کبھی معمولی خدمت پر دریا رحمت جوش میں آ گیا۔ حضرت ربیعہ کو جنت دے دی، حضرت طلحہ پر دوزخ حرام کر دی، حضرت عثمان غنی سے فرمایا جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ غرض مختلف اوقات میں مختلف عطائیں ہیں۔ یہ شان جمال تھی۔ اگر شان جلال دیکھنا ہے تو وہ بھی نظارہ کر لو کہ جمیل کی زکوٰۃ رد فرما دی تو وہ مُرتد ہو کر مرا۔ عتبہ ابن ابولہب پر تجلی جلال ہوئی تو اُسے شیر نے پھاڑا۔ ایک کافر حماقت و تکبر میں بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، فرمایا۔ اس ہاتھ سے نہ کھا، وہ بولا کہ میرا دایاں ہاتھ بے کار ہے۔ منہ تک نہیں آتا۔ فرمایا، اب تک آتا تھا اب نہ آئے گا، چنانچہ وہ مرتے مر گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ آیا۔

مُــنِیْــر : منیر کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں: چمکنے والا، چمکانے والا۔ اگر پہلے معنیٰ لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کا سورج کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب، پھر کبھی تیز کبھی مدھم، کبھی گرہن میں بے نور۔ مگر اے محبوب تم ایسے سورج ہو جو ہمیشہ چمکے گا، نہ تمہارے نور میں فتور نہ تمہارے کمال کو زوال۔ تمہاری چمک میں نہ ہی کمی آئے گی اور نہ کبھی ختم ہو گی۔

دوسرے معنیٰ مُراد ہوں تو مقصد یہ ہوگا کہ تم صرف نور ہی نہیں بلکہ نورگر ہو۔ اپنے غلاموں کو نور بنا دیتے ہو۔ پھولوں کی صحبت میں تل رہ کر بس جاتے اور مہک جاتے ہیں۔ نور کی صحبت پانے والے صحابہ اور اہل بیت یقیناً نورانی ہو گئے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے　　میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حضور ﷺ کو منیر اس لئے فرمایا کہ دنیاوی چراغ کے نیچے یا اُوپر ظلمت رہتی ہے، مگر یہ چراغ ہر طرف روشنی دیتا ہے۔ فرشی چراغ ظاہر کو چمکاتا ہے مگر یہ عرشی صورت اور قلب وجگر سب کو منور کرتا ہے۔ دیگر چراغ ہَوا وغیرہ سے بُجھ جاتے ہیں، اس چراغ کو جو بُجھانا چاہے وہ خود بجھ جائے۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ بعض مشائخ نے کہا کہ قرآن میں سراج کا اطلاق آفتاب پر بھی ہوا ہے اور حضور پر، بہت مناسبت کی وجہ سے۔ وہ سراج آسمان، یہ چراغ زمین، وہ چراغ دنیا، یہ چراغ دین، وہ چراغ بروج، یہ چراغ محافل، وہ چراغ اجسام، یہ چراغ ایمان وعرفان، اس سراج کے طلوع سے لوگ بیدار ہوں، اُس چراغ کے طلوع سے لوگ عدم سے وجود میں آئے (ﷺ)۔ اس چراغ کی روشنی تہہ خانوں میں نہیں پہنچتی، مگر مدینہ کے چراغ کی روشنی ہر بلند وپست، نشیب وفراز، ظاہر وباطن، ہمالیہ کی چوٹی اور تہہ خانہ میں پہنچتی ہے۔۔ غرضیکہ حضور ﷺ، رب تعالیٰ کے خاص سراج ساری مخلوق کے رہبر ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اعز علیه للنبوة خاتم　　من الله مشهود یلوح ویشهد

یہ ہیں وہ جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے۔

فامسی سراجا مستنیرا وهادیا　　یلوح لها لاح الصیقل المهند

یہ نبی آئے روشن چراغ لے کر اور رہنما ہو گئے، وہ اس طرح چمکے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکتی ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

متیٰ یبد فی الداجی البھیم جبینہٗ یلح مثل مصبــاح الدجیٰ المتوقدٖ

اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ ۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کی تو بارش آ گئی ۔حضور ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک چھڑی دی اور فرمایا' اس کو لے کر چلو' یہ عنقریب روشن ہو گی دس گز آگے اور دس گز پیچھے ۔ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو گا وہاں ایک سیاہ رنگ کی چیز دیکھے گا اس لکڑی کے ساتھ مارنا حتیٰ کہ وہ تیرے گھر سے نکل جائے' وہ شیطان ہو گا ۔ آپ گھر کی طرف چل پڑے تو چھڑی روشن ہو گئی وہاں ایک سیاہ رنگ کی چیز ملی آپ نے چھڑی ماری تو وہ بھاگ گئی ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **کان الرسول یریٰ فی الیل فی الـظلمۃ کما یریٰ بالنھار فی الضوء**

حضور ﷺ رات کی تاریکی میں بھی اس طرح دیکھتے جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے

(ضیاء النبی بحوالہ ابن عساکر)

ابن عساکر ہی سے روایت ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : میں کوئی کپڑا سی رہی تھی' رات کا وقت تھا' گھر میں کوئی چراغ روشن نہ تھا کہ اچانک میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی ۔ میں نے بہت ہاتھ مارا مگر سوئی نہ ملی' اچانک حضور انور ﷺ تشریف لائے اور آپ کے آنے سے سارا کمرہ نورٌ علیٰ نور ہو گیا تو مجھے سوئی مل گئی ۔

ہے نور کی تجلی سب کی اندھیریوں میں بِکتا ہے رات ہی کو سودا تیری گلی میں

تعظیم وتکریم رسول ﷺ

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ (الفتح ۴۸/۹) بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشی وڈر سُنا تا' کہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو' اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (کنزالایمان)

بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سُنانے والا (عذاب سے) بَروقت ڈرانے والا' تا کہ (اے لوگو!) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور تا کہ تم اُن کی مدد کرو اور دل سے اُن کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام (ضیاء القرآن)

شَاهِد ' **مُبَشِر** اور **نَذِيْر** کی تشریح پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

تعظیم وتوقیر :

علامہ راغب اصفہانی اس کلمہ **التعزیر** کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں **النصرة مع التعظيم** کہ کسی کی نُصرت واعانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم وتکریم کو بھی ملحوظ رکھنا (المفردات)

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں **التعزير: النصر باللسان والسيف** زبان اور تلوار سے کسی کی امداد کرنا (لسان العرب)

توقیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں **وقر الرجل: بجّله والتوقير التعظيم والنززين** یعنی کسی کی تعظیم واحترام کرنا۔

یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر سچّے دل سے ایمان بھی لاؤ۔ اس کی نُصرت واعانت میں سر دھڑ کی بازی لگا دو۔ اس کے دین کی سربلندی کے لئے اپنے جملہ مادی اور ادبی وسائل کو پیش کردو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب واحترام کو

ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم دین کی تبلیغ اور خدمت کا دعویٰ تو کرو لیکن بارگاہِ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت اور اسی طرح حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔

تعظیم اور توقیر میں کسی قسم کی قید نہیں لگائی گئی بلکہ جو تعظیم شریعت نے حرام فرمائی ہے جیسے تعظیمی سجدہ کرنا اور تعظیمی رکوع کرنا وغیرہ' ان کے سوا جو تعظیم بھی تم سے ممکن ہو وہ کرو۔ کلام میں تعظیم کرو' حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک عظمت سے لو' نصاریٰ کی طرح اپنے نبی کو اللہ اور اللہ کا بیٹا نہ کہو' باقی جو کلمے اور القاب تعظیم کے ملیں کہو۔ اپنی ہر ہر حرکت سے حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار کرو۔ میلاد النبی ﷺ کا جشن منانا اور محفلیں منعقد کرنا بھی تعظیم وتوقیر ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے ان کی تعظیم وتکریم کرنا' حرمین شریفین میں آپ کے مشاہد ومساکن کی تعظیم کرنا' آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دستِ مبارک یا قدم مبارک نے چُھوا یا آپ کے نام مبارک سے پُکاری جاتی ہوں اُن سب کا اکرام کرنا حضور ﷺ ہی کی تعظیم وتکریم میں داخل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کی آل اطہار وذریت طیبہ (سادات کرام) اور ازواج مطہرات کی تعظیم وتکریم اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر کرنا حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات ومشاجرات وقوع میں آئے' ان کی تاویل نیک کرنی چاہیے۔ وہ مجتہد تھے جو کچھ انہوں نے کیا از روئے اجتہاد وخلوص کیا۔ وہ کسی طرح موردِ طعن نہیں ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جہاں حضور ﷺ کی پسند کا ذکر ہو رہا ہو' وہاں اپنی ناپسندگی ظاہر کرنا بھی کفر ہے حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محفل میں اس شخص پر تلوار اُٹھالی جس نے کدو کو اپنی ناپسند قرار دیا۔ حضور ﷺ کے نعلین پاک کی بھی توہین کفر ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ کے آداب :

سورۃ حجرات میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا ضابطہ اخلاق مرتب کیا گیا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے، اور اُن کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

حضور شیخ الاسلام سید الخطباء رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں :

آواز تو فطری چیز ہوتی ہے۔ کسی کی آواز اونچی ہوتی ہے کسی کی زوردار ہوتی ہے، مگر جو فطری چیز ہے اس پر بھی کنٹرول کرنے کا حکم ہے تم بڑی آواز والے ہو مگر نبی کی بارگاہ میں اپنی زبان کو پست رکھنا اور اپنی آواز کو بھی نبی کی آواز پر بلند نہ ہونے دینا۔ نبی کو ایسا نہ پُکارنا جیسا تم ایک دوسرے کو پُکارتے ہو، اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال چھین جائیں اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔

جب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ خود حضور ﷺ کو کئی بار پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہتے ہو، اس کے باوجود ان ادب والوں نے اپنے انداز کو نہیں بدلا۔ رسول کی بارگاہ میں بہت ہی دھیرے دھیرے گفتگو کرتے رہے۔۔۔ صحابہ کرام میں سے کتنے تو ایسے تھے کہ منہ میں کنکریاں رکھ کر بولتے تھے تاکہ آواز بلند نہ ہونے پائے، کیوں؟ اس لئے کہ اگر نبی کی آواز پر آواز بلند ہوگئی تو اعمال چھین جانے کا اندیشہ ہے۔ اس پر آیت نازل فرمادی گئی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ یہ لوگ جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آواز پست کرتے ہیں، اپنی فطری آواز کو دباتے ہیں، جس کو اُبھارنے کی طاقت ہے اس کو

دبا رہے ہیں ۔جس کو بڑھانے کی استعداد ہے اس کو دبا رہے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ تعالیٰ نے تقوے کے لئے چُن لیا ہے۔

جولوگ رسول کی بارگاہ میں اپنی آواز کو پست کرتے ہیں' ادب سے پیش آتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کوتقوے کے لئے چُن لیا ہے۔ ادب والوں کے دلوں میں ہی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ رکھا ہے۔۔ بے ادبوں کو وہ تقویٰ نہیں دے گا۔ تقوے کے بعد مغفرت بھی ہے اور اجرعظیم بھی ہے۔

یہ ضابطہ اخلاق حضور ﷺ کی حیات ظاہری تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک موجود ہے۔ آج بھی بارگاہ رسالت کے وہی آداب وضوابط ہیں جو دورصحابہ میں ہوا کرتے تھے۔

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے ادھر دیکھا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔کہا جاؤ اور اُن دونوں کو میرے پاس لے آو۔ چنانچہ میں اُن دونوں کے پاس گیا اور اُن سے پوچھا' تم کون ہو' کہاں سے آرہے ہو؟ بولے' طائف کے باشندے ہیں۔ **قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتكما ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول الله ﷺ** حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' اگرتم اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں سزادیتا تم محبوب خدا ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔(بخاری)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد بھی آپ کی بارگاہ کا ادب کرنا سنت صحابہ کرام ہے اور اہل مدینہ کا شعار ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے اموی خلیفہ منصور کوسختی سے ٹوک دیا تھا جو مسجد نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کررہا تھا۔ تکریم نبی کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ سرکار کونین ﷺ کو عامیانہ القاب' جیسا کہ بشرمحض' سے یاد نہ کیا جائے۔ ارشاد باری ہے: ﴿**لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا**﴾ رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کوآپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو (النور)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے' تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

معاملہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ابھی قربانی نہیں فرمائی تھی کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو حضور کی قربانی سے پہلے ہی قربانی کر لی اور کچھ صحابہ نے ایسا کیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا' حضور نے ابھی روزہ شروع نہیں فرمایا لیکن انھوں نے روزہ پہلے ہی سے شروع کر دیا۔ رب تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہوا اور فرما دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابھی میرے محبوب نے روزہ شروع نہ کیا' تم نے پہلے کیسے روزہ رکھ لیا؟ ابھی میرے محبوب نے قربانی نہیں کی' تم نے پہلے کیسے کر لی؟ اگر میرے رسول سے پہلے روزہ رکھے گا تو تیرا روزہ بیکار ہو جائے گا اور اگر میرے رسول سے پہلے تو نے قربانی کر دی تو یہ قربانی مقبول نہیں ہوگی۔ رسول سے جو سبقت کر رہا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے سبقت کر رہا ہے۔ رسول سے جو بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو گویا اپنے کو وہ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اے ایمان والو' ایسی بے ادبی نہ کرنا۔ یہ ادب کے خلاف بات ہے کہ جس کام میں رسول ہاتھ نہ لگائیں' اس میں تم خود سے ہاتھ لگا دو۔ ادب کا قانون یہی ہے کہ جس رسول پر ہم اگر زمین پر سبقت کر کے چلیں تو معیوب ہو جائے' رسول سے پہلے روزہ رکھ لیں تو معیوب ہو جائے' رسول سے پہلے قربانی کر لیں تو معیوب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آداب تعلیم فرمائے ہیں کہ تم قول یا فعل یا حکم میں حضور نبی کریم ﷺ سے پیش دستی نہ کرو۔ ادب کرو یہ رسول کی بارگاہ ہے یہاں تمہیں آگے بڑھنے نہیں دیا جائے گا۔۔۔ بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کو یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ 'نبی امتی سے صرف علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں' رہ گیا عمل' تو بسا اوقات بظاہر امتی بنی کے مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں' (تحذیر الناس)

جبریل امین جبین سے جگاتے ہیں آپ کو کس درجہ احترام ہے میرے حضور کا

بارگاہِ رسالت ﷺ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب بھی ملاحظہ فرمائیں' رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کے موقعہ پر مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا پیغام دے کر مکہ معظّمہ بھیجا۔ اُس وقت حدیبیہ میں مسلمان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہے جس نے بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ میرا گمان ہے کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کعبہ نہ کریں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے اُن سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تم نے میری نسبت گمان بد کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال ٹھہرا رہتا اور حضور ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو مَیں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے کہا تھا کہ طواف کرلو مگر میں نے انکار کردیا تھا (زادالمعاد لابن قیم)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ادب قابل غور ہے کہ کفار مکہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ تم بیت اللہ کا طواف کرلو' مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کے بغیر اکیلا طواف کروں۔ اِدھر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوشا حال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو رسول اللہ ﷺ یہ سُن کر فرماتے ہیں کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کرسکتا۔ آقا ہو تو ایسا' خادم ہو تو ایسا۔

صحابہ کرام اور تعظیم :

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے ورنہ ہر چیز بے معنیٰ ہوجائے گی۔ صحابہ عظام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ جذبہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا۔

بخاری 'کتاب الشروط' میں روایت ہے کہ عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا کہ جب بھی سرکار ابد قرار ﷺ تھوکتے تو وہ لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ

کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ہر ایک کی لگن ہوتی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہ دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا:

ای قوم والله لقد وفدت علی الملوك ووفدت علیٰ قیصر وکسریٰ والنجاشی والله ان رایت ملکاً قط یعظمه' اصحابه' مایعظم اصحاب محمدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) محمدًا والله ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلك بها وجهه' وجلده' واذا امرهم ابتدروا امره' واذا توضآء کادوا یقتتلون علیٰ وضوئهٖ واذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده' وما یحدون الیه النظر تعظیماً له'

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا مگر اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیم کے باعث اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔

آخر یہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو محبوب خُدا تاجدارِ دارین ﷺ کے حضور اس قدر نیازمندی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ وہی مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول وفعل کو قرآن نے ہر مسلمان کے لئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سُنایا ہے۔

یہ صحابہ کرام ہیں۔ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا اور اُن لوگوں نے قرآن کریم کو خود صاحبِ قرآن سے پڑھا۔ اُن سے زیادہ قرآن مجید کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ کرام

بھی ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا۔ اگر صحابہ کرام' حضور ﷺ کو اپنے ہی جیسا ایک بشر سمجھتے تو آپ کے لعاب دہن اور وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے' اور ایسی تعظیم وتکریم نہ کرتے کہ شاہانِ عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے تھے۔

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو صحابہ کرام طیب وطاہر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک عام لوگوں کے اجسام کے مثل نہیں ہے۔ وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں۔ چنانچہ وہ فضلات مبارک با برکت سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانیت ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے' فرمایا۔ **انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علیٰ ارواح اھل الجنة فما خرج منھا من شیءٍ استلعته الارض** (زرقانی' خصائص الکبریٰ) ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں (یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے' وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے' اس لئے ہمارا بول وبراز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اُسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اُسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام' حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسوب ہر چیز کا احترام کرنا جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ وہ لعابِ دہن ہو یا وضو کا پانی' اُن کے قریب دنیا جہان کی دولتوں سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ وہ اُن کے محبوب کے ساتھ نسبت رکھتا تھا۔

حضرت ابن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں۔ ہم نے انہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اُن کے اہل خانہ سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اُن بالوں میں سے مجھے ایک بال بھی مل جائے **احب الی من الدنیا وما فیھا** تو وہ بال مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سر انور منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال محفوظ کر لئے (بخاری کتاب الوضو)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بُلایا اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر حضور ﷺ نے بائیں طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا' یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کردو' (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، سیرت رسول عربی)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ بال بنوا رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے تھے۔ یہ سب چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

قیام تعظیمی اور دست بوسی:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں **فاخذت بیدہٖ وقبلتہ' واجلستہ' فی مجلسھا** اور وہ آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چومتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور جب سیدہ آستانہ رسالت ماب پر حاضر ہوتیں **واخذ بیدھا وقبلھا واجلسھا فی مجلسہٖ** تو آپ بھی اُن کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے (ابوداؤد، مشکوٰۃ، مدارج النبوۃ، حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ہم اس سے پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کسی نے کہا، یہ اللہ کے رسول جلوہ گر ہیں۔ **فاخذنا بيديه ورجليه فقبلنٰهما** تو ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا (الادب المفرد)

معلوم ہوا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنا صحابہ کی سنت ہے اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا بھی صحابہ کی سنت ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑے ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے (عالمگیری باب زیارت قبر النبی کتاب الحج)۔

کمال ادب :

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر رہا۔ حضور ﷺ مکان کے نچلے حصے میں ٹھہرے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اہل وعیال اُوپر والے حصے میں رہے۔ ایک رات ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکان کے نچلے حصے میں رہتے ہیں اور ہم اُوپر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ سوچ کر رات ایک کونے میں ہو کر بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ آقا! میں اس چھت پر نہیں رہنا چاہتا ہوں جس کے نیچے آپ موجود ہوں۔ بہرحال اُن کی گذارش پر حضور نبی کریم ﷺ نے اُوپر والے حصے میں رہائش اختیار فرمالی۔ پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور ﷺ کی انگلیاں لگی ہوتیں (مشکوٰۃ، بخاری، سیرت رسول عربی)

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی کیونکہ ان میں وصف حیاء جو منشاء ادب ہے سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ اُن کو غسل کی حاجت تھی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں پیچھے ہٹ گیا پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی حاجت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا (ترمذی)

حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے۔ سلف وخلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔

حضور ﷺ کے منبر شریف کے تین درجے تھے حضور ﷺ سب سے اُوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں بپاس ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کرتے رہے پھر رسول اللہ ﷺ کے جلوس کی جگہ پر چڑھے (وفاءالوفاء)

حضرت اسحٰق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام خشوع وانکسار ظاہر کیا کرتے۔ اُن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور وہ حضور ﷺ کے فراق اور اشتیاقِ زیارت میں رویا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا (شفاء شریف)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے' اور حدود مدینہ منورہ میں بعض حضرات پائخانہ کے لئے نہ بیٹھتے تھے' اس تعظیم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے' مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ دل ہے اور کوئی بھی اس کو منع نہیں فرماتا' اس آیت میں چونکہ عزت وتوقیر مطلق ہے' اس لئے کسی طرح کی اس میں قید لگانا غلط ہے۔

روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ سلطان محمود غزنوی اُس کا نام ادب سے لے کر پُکارتے تھے۔ ایک بار کہا کہ اے ایاز کے لڑکے یہاں آنا' ایاز نے عرض کیا کہ حضور آج کیا قصور ہوا کہ آپ نے اس کا نام نہ لیا' فرمایا کہ میں اُس وقت بے وضو تھا اور یہ نام پاک میں بغیر وضو نہیں لیتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

تعظیم حدیث:

حضور ﷺ کی تعظیم میں سے ایک امر یہ ہے کہ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کی جائے۔ حدیث شریف کے پڑھنے یا سُننے کے لئے غسل اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلب علم کے لئے آتے تو خادمہ دولتخانہ سے نکل کر اُن سے دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہو یا مسائل فقہیہ کے لئے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے خوشبو لگاتے' پھر تبدیل لباس کر کے نکلتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے۔ اثنائے روایت میں مجلس میں عود جلایا جاتا۔ یہ تخت صرف روایت حدیث کے لئے رکھا ہوا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا' میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ہم سے حدیثیں بیان کررہے تھے۔ اثنائے قراءت میں آپ کو ایک بچّھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا۔ آپ کا رنگ زرد ہورہا تھا مگر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ میں نے آج آپ سے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔فرمایا' ہاں۔مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت واحترام کے لئے صبر کیا۔ (مواہب لدنیہ وشفاء شریف)

رحمتِ عالم ﷺ

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ (الانبیاء۲۱/۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جن کمالات صوری ومعنوی، خلقی، وہبی وکسبی سے مشرف فرمایا وہ بلا شک وشبہ بے مثال اور بے نظیر ہیں اور ان کمالات کو قرآن کریم کی آیات طیبہ میں جس انداز سے بیان فرمایا اس کا بھی جواب نہیں۔ ان آیات کو پڑھ کر اگر ایک طرف عبد محبوب کے مرتبہ کمال کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کمالات کے بخشنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی دیکھ کر بے ساختہ دل وزبان سے سبحان اللہ! سبحان اللہ!! کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کمالات اور صفات عالیہ متفرق اور منتشر تھیں اُن سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آئینہ میں حُسن محمدی اور جمال احمدی کی ساری رعنائیاں، اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔

حضور ﷺ کب سے رحمت ہیں؟

اس کو **اَلۡعٰلَمِيۡنَ** نے بیان کر دیا، یعنی جب سے عالم ہے تب سے حضور ﷺ رحمت ہیں۔ جب سے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا ظہور ہے حضور ﷺ کی رحمت کی جلوہ گری ہوئی۔ اولاً تو عالم کا ظہور میں آنا ہی حضور ﷺ کے طفیل سے ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے **لولاك لما خلقت الافلاك** اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا۔ **لولاك لما خلقت الدنيا** اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حدیث قدسی ہے **كُنۡتُ كَنۡزًا مَخۡفِيًّا فَاحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ نُوۡرُ مُحَمَّدٍ** میں خزانہ مخفی تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد کو پیدا کیا۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ **متیٰ وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** مجھے اس وقت شرفِ نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم (ترمذی) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعتِ نبوۃ سے سرفراز کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نور محمدی ﷺ، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سُن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔

ابن قطّان نے اپنی کتاب 'الاحکام' میں حضرت امام علی زین العابدین سے، انھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے، انھوں نے ان کے جدّ امجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہم سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے **قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام** یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحیات سے پوچھا یارسول اللہ **بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیّك** ۔ (رواہ عبدالرزاق بسندہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابر، اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالمِ امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم وابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش وکرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔

سارے جہانوں کے لئے رحمت:

اے محبوب۔ جو کتاب مجید، دینِ حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، آیات بیّنات اور معجزات وبراہین الٰہی، غرضکہ جن ظاہری اور باطنی جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنوں اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرماویں۔

تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا حضور ﷺ ہی کی صفت ہے کسی کو یہ درجہ عنایت نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا ﴿**وَرَحْمَةً مِّنَّا**﴾ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے رحمت ہیں، مگر کب تک اور کس کے لئے رحمت ہیں؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ انبیائے کرام کے لئے فرمایا گیا ﴿**وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا**﴾ یعنی ہم اُس وقت تک کسی ملک وقوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک اُس کی طرف کسی خبر دینے والے رسول علیہ السلام کو نہ بھیج دیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دیگر انبیائے کرام مومنین کے لئے رحمت ہوتے تھے اور اُن کی نافرمانی غضبِ الٰہی کا باعث ہوتی تھی۔ دیکھ لو کہ قوم فرعون، قوم حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کا کیا حشر ہوا اور قوم حضرت نوح علیہ السلام کس طرح غرق ہوئی۔ مگر حضور ﷺ کے لئے فرمایا گیا کہ ﴿**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ**﴾ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا کیونکہ آپ ان میں ہیں۔ غرضکہ اس قدر وسیع رحمت حضور ﷺ ہی ہیں۔

حضور ﷺ کس قدر رحمت ہیں؟ اس کو ﴿**لِلْعٰلَمِيْنَ**﴾ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی

صفت ہے ﴿رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ اور حضور ﷺ کی صفت ہے ﴿رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ یعنی جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اُس کے لئے حضور ﷺ رحمت ہیں بلکہ یوں کہو کہ ربوبیت الٰہی کا جس کسی کو فیض پہنچا وہ رحمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے۔

عَالَم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ کو۔ اب اس میں بہت سی قسمیں ہیں۔ عالمِ امکان، عالمِ امر، عالمِ انوار، عالمِ اجسام، عالمِ ملائکہ...... وغیرہ، پھر عالمِ اجسام میں عالمِ انسان، عالمِ حیوانات، عالمِ نباتات، عالمِ جمادات۔ اِس اَلْعٰلَمِیْنَ کے کلمے سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں۔ ملائکہ کے لئے بھی، جنّات کے لئے بھی، انسانوں کے لئے بھی، اور جانوروں کے لئے بھی، کافروں کے لئے بھی، مسلمانوں کے لئے بھی۔ جہاں جہاں خُدا کی خُدائی ہے ہر جگہ محمد ﷺ کی مصطفائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرشِ مجید کی چوٹی پر، حورانِ بہشت کی پُتلیوں پر، انبیاء ومرسلین، اور ملائکہ ومؤمنین کے دلوں اور زبانوں پر، جنت کے درختوں، پتوں، پھولوں، پھلوں پر، ہر جگہ **لااله الا الله** کے ساتھ **محمد رسول الله** بھی تحریر ہے۔

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا
ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا، تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرما دیا ہے۔ جس طرح ہم اپنی چیزوں پر اپنا نام لکھواتے ہیں کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لیتا اور پہچان لیتا ہے کہ اس کا بنانے والا اور مالک کون ہے۔ بلا تشبیہ اسی طرح ہر چیز پر **لااله الا الله محمد رسول الله** کی تحریر تجلّی فرما کر پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرما دیا کہ اے دُنیا وآخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو! اے جنت النعیم کے جمالستان کا نظارہ کرنے والو! تم ہر چیز پر **لااله الا الله** لکھا دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور **محمد رسول الله** پڑھ کر یہ یقین کرلو کہ خُدا کی عطا سے اس وقت اس چیز کے مالک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسم   رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

زمین وآسمان بلکہ سارے جہان کی ہر ہر چیز جس طرح اللہ تعالیٰ کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اسی طرح ہر ہر چیز پیارے مصطفیٰ سید عالم ﷺ کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی ہے چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا **کل شئیءٍ یعلم انی رسول الله الا کفرة الانس والجن** یعنی ان انسانوں اور جنوں کے سوا جو کافر ہیں ہر ہر چیز مجھے اللہ کا رسول مانتی ہے چنانچہ معجزات نبوت کی روایات بتا رہی ہیں کہ زمین' آسمان' پانی' سورج' چاند' آگ' ہوا' پہاڑ' جانور' درخت ......تمام کائناتِ عالم مدنی تاجدار کی فرماں بردار ہیں۔

سارا جہان حضور ﷺ کا محتاج:

حضور ﷺ سارے عالم کو اپنی رحمت کا فیض پہنچار ہے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں سارا عالم حضور ﷺ کی رحمت کا محتاج ومرہون منت ہے۔ عالمِ مُلک ہو یا عالمِ ملکوت' عالمِ ملائکہ ہو یا عالم جنّ وانس' جمادات ونباتات کی دُنیا ہو یا حیوانات کا عالم' غرض سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے۔

حضور ﷺ ہر ایک رحمت کا سبب ہیں۔ زمین وآسمان کی تخلیق ساری کائنات کو خلعت وجود بخشا' دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں کو پیدا کرنا' انبیاء ومرسلین کو مراتب جلیلہ ومعجزات کثیرہ عطا فرمانا' تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا' اولیاء کاملین اور شہداء وصالحین کو عظیم المرتبت منازل پر فائز کرنا' یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں' مگر ان سب رحمتوں کا سبب حضور ﷺ کی ذات والا صفات ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں حضور ﷺ ہی کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو تمام رحمتوں کا سبب بتایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی' نہ آسمان ہوتا' نہ سارا جہان ہوتا۔ جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا' یقین رکھیے اور ایمان لائیے کہ یہ سب کچھ حضور ﷺ کے طفیل میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ 'اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا درِپاک ہے۔

ہر مرحوم اپنے راحم کا محتاج ہوتا ہے یعنی رحمت پانے والا، رحمت عطا کرنے والے کا محتاج ہوتا ہے۔ رحمت عطا کرنے والا، رحمت پانے والے کا محتاج نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ نے صاف صاف بتادیا کہ حضور ﷺ رحمت عطا فرمانے والے ہیں اور سارا جہان ان کی رحمت پانے والا ہے لہذا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ سارا عالم حضور ﷺ کا محتاج ہے۔ حضور ﷺ عالم میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں آپ صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور ساری خدائی آپ کی محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے سارے عالم کو دربارِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حکم فرمایا کہ سارا عالم شہنشاہ رسالت کا محتاج ہے۔

سارے انبیاء کرام کے لئے رحمت:

انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حضور سے رحمت ملی۔ انبیاء و مرسلین کو مراتب جلیلہ و معجزات کثیرہ عطا فرمانا، تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں جو حضور ﷺ کے سبب سے انھیں عطا کی گئیں ہیں۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اعزاز واکرام ملنا حضور ﷺ کے طفیل، پھر اُن کی خطا کا معاف ہونا حضور ﷺ کی برکت سے، پھر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے پر لگنا حضور ﷺ کی برکت سے، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار کا گلزار ہونا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ دُنبہ آنا حضور ﷺ کے طفیل۔

کشتی نوح میں نارِ نمرود میں بطن ماہی میں یونس کی فریاد میں
آپ کا نام نامی اے صَلِّ علیٰ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آ گیا

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لئے رحمت :

روح البیان نے اسی آیت کے ماتحت ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبریل ہم تو ﴿رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ہیں اور تم بھی عالم میں ہو، بتاؤ تم کو ہم سے کیا رحمت ملی؟ عرض کیا یا حبیب اللہ! میں تمام انبیاء علیہم السلام

کے پاس وحی لے کر جاتا رہا اور تمام زندگی بندگی کرتا رہا ہوں لیکن اب تک مجھے اپنے انجام کار کی خبر نہ تھی' ابلیس کا انجام دیکھ کر اپنے خاتمہ کی طرف مطمئن نہیں تھا لیکن آپ کی وجہ سے مجھ کو امن مل گیا اور اطمینان حاصل ہو گیا' میں جب سے آپ کی خدمت میں وحی لانے لگا تو ربّ کریم نے میرے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ﴿ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مَّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴾ یعنی جبرئیل دربار الٰہی میں صاحب مرتبہ ہیں' مقتداء ہیں' امین ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد مجھے اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین ہو گیا۔ آپ کی رحمتوں میں سے مجھے جو یہ رحمت عطا کی گئی یہ سب رحمتوں اور نعمتوں سے میرے نزدیک بڑھ کر ہے۔

مؤمنین پر رحمت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمت جامعہ سے نوازا ہے۔ مؤمنین پر تو مصطفائی رحمت کا کیا کہنا' قرآن مجید نے فرمایا ﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْم﴾ یعنی آپ مؤمنین پر انتہائی مہربان اور بیحد رحم فرمانے والے ہیں۔ اہل ایمان کی ذراسی تکلیف رحمۃ للعالمین کو بے چین و بے قرار کر دیتی ہے ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ ہر دردمند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی ہے' کسی غم زدہ اور دُکھ درد کے مارے کو دیکھ کر غایت رأفت سے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور نوک مژگانِ پاک پر درّ یتیم سے ارجمند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہ رب العالمین میں گرتے ہیں تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ غم واندوہ کی کالی گھٹائیں کافور ہو جاتی ہیں۔ گواہ ہے کہ اُمت پر ذراسی مشقت بھی حضور ﷺ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ دنیا و آخرت میں نہایت ہی بلند درجات جو اہل ایمان کو عطا ہوئے یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب حضور ﷺ کی رحمت ہی کا صدقہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ اُمت سب اُمتوں سے کمزور' عمریں کوتاہ' اعمال کم' پھر بھی ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ﴾ کا شرف اور **خیر الامم** کا خطاب ملا۔ یہ حضور ﷺ ہی کی رحمت کا صدقہ ہے اور آخرت کے بارے میں تو کیا پوچھنا؟ روایت ہے کہ جس وقت قیامت میں سب اگلی اُمتیں اور اگلے انبیاء تشریف لے چلیں گے تو ایمان والوں کے ساتھ آگے آگے

ایک نور چلے گا اور اگلے انبیاء کے ساتھ ساتھ دو دو نور ہوں گے مگر جب حضور ﷺ کی اُمت مومنہ کا گزر ہوگا تو اس شان سے کہ ہر مومن کے آگے آگے دو دو نور چل رہے ہوں گے۔قرآن مجید فرماتا ہے ﴿ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾ یعنی اس اُمت کے مؤمنین کے آگے اور دائیں دو دو نور دوڑتے ہوں گے۔ سب سے پہلے یہی اُمت دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگی سب سے پہلے یہی اُمت جنت میں داخل ہوگی اور ملائکہ ان کا استقبال فرماتے ہوئے تحفہ مبارکباد پیش کریں گے۔

کفار پر رحمت:

حضور ﷺ کی رحمت سے کفار بھی محروم نہیں رہے کفار کو بھی ہر طرح سے رحمت ملی۔ حضور ﷺ سے پہلے اگلی اُمتوں پر اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے دُنیا میں عذابِ الٰہی آتے تھے، دنیا میں گناہوں پر رسوائی ہوتی تھی اور وہ بالکل برباد کر دی جاتی تھیں۔قوم عاد کو ہوا اُڑا لے گئی۔قوم ثمود زلزلہ سے برباد کر دی گئی۔قوم لوط کی بستیاں اُلٹ پلٹ کر دی گئیں۔ قوم نوح طوفان میں غرق کر دی گئی۔ بنی اسرائیل کے مجرمین خنزیر و بندر بنا کر ہلاک کر دیئے گئے۔قرآن مجید میں ہے ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ (انبیاء) یعنی بہت سی وہ بستیاں جن کے باشندے ظالم تھے ہم نے اُنھیں کچل کر چُور چُور کر دیا اور اُن کے بعد دوسری قوموں کو اُن کی جگہ پیدا کر دیا۔

رحمۃ للعالمین کی رحمت کا جلوہ دیکھو! کفار مکہ نے کیسے کیسے ظلم کے پہاڑ توڑے، شرک و بت پرستی کرتے رہے۔ اللہ و رسول پر غلط اور گندی تہمتیں لگاتے رہے اور ایسے ایسے ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیان کا مظاہرہ کیا کہ زمین اُن کی بداعمالیوں سے لرزہ براندام ہوگئی، مگر ان گناہوں اور جُرموں کے باوجود نہ اُن پر آسمان سے پتھر برسائے گئے، نہ اُن کی بستیاں اُلٹ پلٹ کی گئیں، نہ اُن کی صورتیں مسخ ہوئیں، بلکہ حد ہوگئی کہ کفار مکہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ۔ اگر قرآن حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔مگر پھر بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت نے اُن کافروں کو بچا لیا اور خداوند عالم نے اعلان فرمایا ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾

اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا کیونکہ آپ اُن میں تشریف فرما ہیں۔

قیامت میں بھی مقام محشر سے نجات دلانا اور حساب شروع کرانا حضور ہی کے دم سے ہوگا۔ ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب میں کمی ہوئی۔حضور کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ابوطالب پر عذاب میں کمی ہوئی۔

شرح قصیدہ بردہ خرپوتی میں ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت سات طرح ہوگی۔ تین سے کفار بھی فائدہ اُٹھائیں گے اور چار قسم کی شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے، بعض گنہگاروں کے لئے اور بعض نیک کاروں کے لئے۔

غُلاموں پر رحمت:

عرب میں خصوصاً اور ساری دُنیا میں عموماً لونڈی غلاموں کو جانوروں سے بھی کمتر اور بدتر سمجھا جاتا تھا۔ رحمۃ للعالمین فرماتے ہیں کہ 'اے لوگو! یہ تمہارے لونڈی غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔لہٰذا خبردار تم ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ جو تم خود کھاتے ہو اسی میں سے اُنھیں بھی کھلاؤ اور جو لباس تم خود پہنتے ہو اسی قسم کا لباس انھیں بھی پہناؤ۔اور اُن سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرو جو اُن کی طاقت سے باہر ہو۔ اگر تم ایسے مشکل کاموں کی فرمائش کرو تو خود بھی اُن کی مدد میں لگ جاؤ اور اُن کا ہاتھ بٹاؤ۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ برسہا برس سے اُن کے والد حارثہ اُن کے فراق میں رویا کرتے تھے اور تلاش کرتے پھرتے تھے۔آخر مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی' باپ بیٹے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر خوب روئے۔مہربان باپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ میرے نورِ نظر زید کو مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ جتنی قیمت طلب کریں میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ رحمت عالم نے فرمایا کہ مجھے قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بخوشی زید کو اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو تم اس کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو' مگر جب زید کے والد حارثہ نے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو زید نے

رحمتِ عالم کے جمال نبوت کو ایک نظر دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حُسنِ اخلاق اور نیک سلوک کی پُرانی یادیں دل میں چٹکیاں لینے لگیں اور زبانِ حال سے عرض کرنے لگے:

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا مُنھ کیا دیکھیں   کون نظروں میں جچے دیکھ کر تلوا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال   جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

زید نے اپنے باپ حارثہ سے صاف صاف کہدیا کہ میں اپنے اس رحیم وکریم آقا کی غلامی پر ہزاروں آزادیوں کو قربان کرتا ہوں اور اے میرے شفیق باپ' میں کسی حال میں بھی اپنے اس آقا کی چوکھٹ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حارثہ نے اپنے بیٹے زید کی اس والہانہ محبت رسول پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے لختِ جگر:

مجھ سے نہ پوچھ میرا حال' سُن میرا حال کچھ نہیں
تیری خوشی میں خوش ہوں میں تجھ سے سوال کچھ نہیں

جب حارثہ چلے گئے تو رحمۃ للعالمین نے زید کو آزاد کر کے اپنا منھ بولا بیٹا بنالیا اور آخری دم تک اپنے اس فرزندِ معنوی کو ایسا نوازا کہ اُن کے بیٹے اُسامہ کو جو غلام زادے تھے اور اپنے نواسے حسنین کو جو امام زادے تھے' دونوں کو اپنے دوش بنوت پر بٹھا کر مجمع عام میں تشریف لاتے تھے۔ شفیق جونپوری مرحوم نے اس انوکھے تاریخی واقعہ کو دو شعروں میں اس طرح سمویا ہے۔

جس جگہ تذکرۂ فخرِ انام آتا ہے   جلی حرفوں میں اُسامہ کا بھی نام آتا ہے
ایک کاندھے پہ ہے لختِ جگرِ شیرِ خُدا   دوسرے کاندھے پہ فرزند غلام آتا ہے

یہ ہے غلاموں پر رحمۃ للعالمین کی رحمت۔ ایک کندھے پر غلام زادے اور دوسرے کندھے پر امام زادے کو بٹھا کر اپنی اُمت کو یہ تعلیم فرمارہے ہیں کہ دنیا والو دیکھ لو! رحمۃ للعالمین کی نگاہ رحمت میں غلام کا بیٹا اور بیٹی کا بیٹا دونوں برابر ہیں۔

عورتوں اور بچوں پر رحمت:

عرب میں خصوصاً اور ساری دنیا میں عموماً عورتیں اس قدر بے وقعت تھیں کہ سماج میں

ان کا کوئی مقام ہی نہیں تھا اور بے گناہ بچیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔مگر رحمتِ عالم نے اپنی تعلیمِ رحمت سے ایسا انقلابِ عظیم پیدا فرمایا کہ دنیا کی ٹھکرائی ہوئی عورت مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوگئی اور اس کے حقوق قیامت تک کے لئے قائم و محفوظ ہو گئے اور زندہ درگور کی جانے والی بچیاں ساری دُنیا کی نگاہِ محبت و شفقت کا مرکز بن گئیں۔ عورتوں اور بچوں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ حضورﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میں نماز شروع کرتا ہوں اور یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں گا مگر کسی بچے کی رونے کی آواز میرے کانوں میں آجاتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ بچے کے رونے اور اس کی ماں کی بے چینی پر جو نماز میں شامل ہے مجھے رحم آجاتا ہے (مسلم)

بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت:

بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں **لو لاضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت العمة الیٰ ثلث اللیل** یعنی اگر بوڑھوں کے بُڑھاپے اور بیماروں کی بیماری کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔ اسی طرح جب اسلامی لشکروں کو روانہ فرماتے تو نہایت سختی کیساتھ یہ ہدایت فرماتے کہ خبردار! گر جاؤں' عبادت خانوں کے راہبوں' بوڑھوں' عورتوں اور بچّوں کو کبھی ہرگز ہرگز قتل مت کرنا۔ جنگی سپاہیوں کو قتل کے بعد اُن کے ہونٹ' ناک' کان وغیرہ مت کاٹنا۔ضعیفوں' کمزوروں اور بیماروں کے ساتھ نہایت ہی رحم و کرم کا برتاؤ کرنا۔

جانوروں اور درختوں پر رحمت :

رحمتِ عالم نے صرف انسانوں ہی پر رحم کا حکم نہیں فرمایا بلکہ جانوروں اور درختوں پر بھی آپ اس قدر مہربان تھے کہ اپنی اُمت کو جانوروں اور درختوں پر بھی رحمت کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ خبردار! بے زبان جانوروں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو۔ نہ بلاضرورت انھیں مارو' اور اگر مارنے ہی کی ضرورت پڑ جائے تو ہرگز ہرگز جانوروں کے چہروں پر نہ مارو اور ان جانوروں کے گھاس' چارہ اور دانہ پانی میں ہرگز

ہرگز کمی وکوتاہی نہ کرو۔کسی جانور کو بھوکا پیاسا ذبح مت کرو' اور نہ کُند چُھری سے ذبح کرو بلکہ ہر طرح ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ درختوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بلاضرورت ہرے بھرے درختوں خصوصاً پھل والے درختوں کو ہرگز ہرگز مت کاٹو۔اُن درختوں کو بھی مت کاٹو جو سرِ راہ ہیں اور مسافر جن کے نیچے سایہ حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم رحمت :

حضور ﷺ کی رحمت کا کہاں تک شمار کیا جائے۔ارشاد فرماتے ہیں کہ **اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ** یعنی :

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر   خُدا مہربان ہوگا عرشِ بریں پر

اور ایک حدیث میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ **لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ** (مشکوٰۃ) یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔

حضور ﷺ کب تک رحمت ہیں؟

اس کو بھی **اَلْعٰلَمِیْنَ** نے ہی بیان کر دیا کہ جب تک عالم ہے تب تک رحمتِ مصطفیٰ ﷺ ہے' یعنی اس جہان میں حضور کی رحمت قیامت میں' میزان پر' حوض کوثر پر' جنت میں اور گنہگار مسلمانوں پر جہنم میں ......غرضکہ ہر جگہ اُن ہی کی رحمت ہے۔ روح البیان میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہماری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور ہماری وفات بھی' صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ ﷺ! زندگی پاک تو ظاہر ہے کہ بہتر ہے' وفات شریف کس طرح بہتر؟ فرمایا کہ ہماری قبر انور میں ہر جمعہ اور دوشنبہ کو تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے' نیک اعمال دیکھ کر تو ہم رب تعالیٰ کا شکر کریں گے اور بُرے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے دُعائے مغفرت کریں گے۔

کوئی رحمت پانے والا اس وقت تک رحمت نہیں پا سکتا جب تک رحمت عطا کرنے والا موجود نہ ہو۔ یہ سارا عالم ابھی تک موجود و باقی ہے اور رحمت پا رہا ہے تو ثابت ہوگیا کہ اس عالم کو رحمت عطا کرنے والے حضور ﷺ بھی یقیناً موجود' زندہ اور باقی ہیں۔

حضور ﷺ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے۔ تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موجود فرمایا' پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں اسی طرح نور محمدی سے سارے جہان کو پیدا فرمایا۔ اگر کسی درخت کی جڑ کٹ جائے تو شاخیں فوراً مُرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ اگر حضور ﷺ کو مُردہ' اور مٹی میں مل جانے والا مان لیا جائے تو گویا سارے عالم کی جڑ کٹ گئی۔ پھر سارا عالم کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ لہٰذا عالم جب شاخ ہے تو اس کی بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی جڑ یعنی حضور ﷺ بھی زندہ وموجود اور باقی رہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ' نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اہل سنت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل حق کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام لوازمِ حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات جسمانی حیات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور قسم قسم کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہیں' سنتے ہیں' کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اپنی اُمتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طرح طرح کے تصرفات فرماتے ہیں اور فیوض وبرکات پہنچاتے ہیں اور دنیا میں بہت سے خوش نصیبوں کو اپنی زیارت ودیدار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ' فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے لیکن اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا جسم پُرنور بھی روحانی ہے

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اجسام قبروں میں سلامت رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن بکثرت

درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود شریف آپ کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے گا؟ قبر میں تو آپ کا جسم شریف بکھر چکا ہوگا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ** (مشکوٰۃ) اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ **فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ** (مشکوٰۃ) یعنی تم یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے' کیونکہ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو روزی بھی ملتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ **اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ** (انباء الاذکیاء) یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ　　مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

عالم مَا کان ومَا یکُون:

رحمت فرمانے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جن پر رحمت فرماتا ہے ان کا علم بھی رکھتا ہو کیونکہ رحمت فرمانے والا جن چیزوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا اُن پر رحمت کس طرح فرمائے گا؟ تو اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ازل سے ابد تک ساری کائنات عالم اور تمام مخلوقات الٰہیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں کیونکہ اگر وہ سارے جہان کو نہ جانیں تو پھر سارے جہان پر رحمت کس طرح فرمائیں گے؟ لہذا جب یہ ایمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو اس بات کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ آپ **عَالِمُ الْعَالَمِیْن** بھی ہیں یعنی سارے عالم کو جانتے ہیں اور سب کو اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**﴾ اے محبوب! اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمادیا ہے جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ کے اُوپر بہت ہی بڑا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین تو تسلیم کرے اور **عالِم ماکان وما یکون** نہ مانے تو وہ ایسا ہی ہے کہ دھوپ اور دن کی روشنی کو تو تسلیم کرتا ہے مگر سورج کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے خطبہ میں اس آیت کریمہ کی محققانہ تشریح فرماتے ہیں:

عالمین کی تشریح: خالق کائنات بھیجنے والا ہے' جس کو بھیجا جارہا ہے وہ ہیں رسول عربی ﷺ اور جس کی طرف بھیجا جارہا ہے وہ ہے عالمین۔

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے — یہ اُن کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بلکہ یوں کہیے: وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں — بہ فیض رحمۃ للعالمین' رحمت ہی رحمت ہے

کرم سب پر ہے کوئی ہو' کہیں ہو — تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

شریک عیش وعشرت سب ہیں لیکن — مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے — جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

یہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالم نباتات' عالم حیوانات' عالم جمادات' عالم ناسوت' عالم طاغوت' عالم ملکوت۔ یہاں کا عالم' وہاں کا عالم' زمین کا عالم' آسمان کا عالم' اس دنیا کا عالم' آخرت کا عالم' مشرق کا عالم' مغرب کا عالم' شمال کا عالم' جنوب کا عالم' جوانی کا عالم' بچپنے کا عالم' جتنے عالم ہوسکتے ہیں اُن سب کو شامل کرلو تو عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہو تو ﴿**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ**﴾ سے سمجھو۔ تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے عالم کا رب ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں رسول کا تقرب:

رب تعالیٰ نے بھیجا' رسول کو بھیجا' عالمین کے لئے بھیجا ۔۔ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہی بھیجتا ہے اور جس کو بھیجتا ہے اُس کو اپنا بنا کر بھیجتا ہے۔ اسی لئے بھیجنے سے پہلے بڑا اہتمام برتا گیا۔ رسول کریم نے بہت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا **اول ما خلق اللہ نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور' **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** میں نبی تھا اور حضرت آدم روح وجسد کی منزلیں طے کررہے تھے۔ **کنت نبیا وآدم بین الماء والطین** میں نبی تھا اور حضرت آدم آب وگل کی منزلیں طے کررہے تھے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہو گیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ شمال نہ جنوب، نہ مشرق نہ مغرب، نہ فرش نہ فرشی، نہ آگ نہ آتشی، نہ باد ہے نہ بادی، نہ آب ہے نہ آبی۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا، ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا، ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے، ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں۔۔۔ ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نورِ محمدی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وکونه ﷺ رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلوٰة والسلام واسطة الفيض الالٰهى على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم اول المخلوقات وفى الخبر اول ما خلق الله تعالىٰ نور نبيك يا جابر ٗوجاءٗ الله تعالىٰ المعطى وانا القاسمٗ وللصوفية قدمت اسرارهم فى هذا الفصل كلام فوق ذالك (روح المعانی)

یعنی حضور ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالمِ امکان کی ہر چیز کو حسبِ استعداد جو فیضِ الٰہی ملتا ہے وہ حضور ﷺ کے واسطہ سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، اور دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں۔

شاعرِ مشرق نے حاملِ لواء الحمد اور صاحبِ مقامِ محمود کی مدح سرائی میں جب یوں گل فشانی کی ہو گی تو کیا عجیب سماں ہو گا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے　　غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سیناء
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

معلوم ہوا کہ بھیجنے والے نے بھیجنے سے پہلے اپنے قریب کیا اور بہت قریب کیا اور ایسے وقت میں قریب کیا کہ کائنات کی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس قربت کے انوار و برکات

اور حسنات وتجلیات کے ظہور کا عالم کیا تھا۔ اتنا قریب' کس کے قریب؟ قادر مطلق کے قریب' کس کے قریب؟ عالم الغیب والشہادۃ کے قریب۔ کس کے قریب؟ خالق کائنات کے قریب۔ کس کے قریب؟ مختار کائنات کے قریب' نور مطلق کے قریب۔۔ اس قربت سے رسول صفات الٰہیہ اور کمالات الٰہیہ کے مظہر کامل بن کر آئے۔

رحمۃ للعالمین ہونے کے لئے کیا ضروری ہے؟

رسول سارے عالم کے لئے مہربانی' ہر وقت کے لئے مہربانی' ہر ہر ساعت کے لئے مہربانی' ہر ہر لمحے کے لئے مہربانی۔۔ اب ذرا غور کرو کہ ہر ایک کے لئے مہربان ہونے کے لئے ضروری کیا ہے؟ ساری کائنات جس میں ماضی و مستقبل سب شامل' جس میں اولین وآخرین سب شامل' جس میں ابتداء وانتہاء سب شامل' ابتدائے کون سے انتہائے کون تک سب شامل' اس کے لئے مہربان ہونے کے لئے کیا چیز ضروری ہے۔

مہربان ہونے کے لئے باحیات ہونا (زندہ ہونا)' موجود ہونا ضروری۔ ہر ہر ساعت کے لئے مہربان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام موجودات عالم کے قریب بھی ہو۔ تمام موجودات عالم کے قریب حاضر ہو' ورنہ وہ مہربان نہیں ہوسکتا۔ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو۔ دیکھ بھی رہا ہو کہ مصیبت زدہ کا کیا حال ہے؟ رحمت کے لئے ہر زبان کا علم ضروری ہے۔ اگر ہر زبان کا وہ عالم نہیں ہے تو سب کے لئے مہربانی نہیں بن سکتا۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہو۔

ہر ہر تکلیف کو وہ سمجھے اور اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مریض کو مرض کیا ہے۔ اگر یہ علم نہیں ہے تو وہ سب کے لئے مہربانی نہیں ہوسکتا' تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کے لئے عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ مہربان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مرض کو بھی جانے اور علاج کو بھی جانے۔ اشد ضروری ہے کہ جو علاج ہو وہ کائنات کے جس گوشے میں ہو وہ اس کی نظر میں ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ کیا مہربانی کرے گا' بلکہ وہاں سے لانے پر قادر بھی ہو۔ ایسا قادر کہ اشارہ کردے تو وہ چیز خود ہی دوڑتی ہوئی چلی آئے۔ لہذا ساری کائنات پر

قادر بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات پر مختار بھی ہونا چاہئیے۔ ساری کائنات میں حاضر وناظر بھی ہونا چاہئیے' ساری کائنات کا مالک بھی ہونا چاہیے' ساری کائنات کا عالم بھی ہونا چاہئیے' ساری کائنات میں موجود بھی رہنا چاہیے' ساری کائنات میں باحیات بھی رہنا چاہئے۔ تو جب یہ سب ہوگا تب وہ سب کے لئے رحمت بن سکیں گے۔
﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو لیکن سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر۔ لہذا جت تک عالم رہے گا اس وقت تک تم موجود رہو گے۔ رسول کے سوا ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور نور محمدی کو پیدا کر دیا گیا **اول ما خلق نوری** میرا نور خُدا کی پہلی مخلوق ہے۔ یعنی عالم پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ عالم ہوا ور رحمت نہ ہو۔ اب اگر رسول کریم کے نور مبارک کی تخلیق عالم کی تخلیق کے بعد فرمائی جاتی تو ایک ساعت تو ایسی ضرور مل جاتی جبکہ عالم ہوتا مگر رحمت عالم نہ ہوتے۔ ایسی صورت میں حقیقی معنوں میں رسول کریم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے' اس لئے کہ عالم کی بعض چیزیں اپنے بعض اوقات میں دائرہ رحمت سے الگ نظر آئیں۔ مگر رب تعالیٰ نے یہ منظور نہ کیا۔ پہلے نور رحمت عالم کو پیدا کیا اور پھر عالم کو پیدا کیا۔ پھر میرے محمد رسول اللہ ﷺ کو عرش کی پیشانی کا ستارہ بنا دیا۔ معلوم یہ ہوا کہ سرکار عربی جب سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ سارے عالم کے لئے مہربانی ہیں تو اپنے وجود میں سب پر مقدم بھی ہوں۔ اب آیت کا تفصیلی ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے تجھے سارے عَالم کا عالم بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں حاضر وناظر بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں موجود بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مالک بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مختار بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مقتدر اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا خدا یہ سب بنا سکتا ہے؟ جب خدا یہ سب بنا سکتا ہے' تو اب کون روکے گا کہ نہ بنائے۔

رؤف ورحیم اور رحمت:

حضور ﷺ مومنین کے لئے رؤف ورحیم اور عالم کے لئے رحمت ہیں۔

﴿وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ﴾ رحمت عجیب چیز ہے۔اگرحضور ﷺ کے لئے تنہا رحیم کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مفہوم کچھ اور تھا' مگرحضور ﷺ صرف رحیم ہی نہیں ہیں رحمت بھی ہیں۔اور رحمت ہیں تو سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ رحیم کہتے ہیں رحمت والے کو' جس کے رحمت قریب ہوجائے وہ رحیم ہے۔تو کیا رحیم سے رحمت دور ہوسکتی ہے؟ پانی سے پانی الگ نہیں ہوسکتا' ٹھنڈک سے ٹھنڈک دور ہوجائے ایسا نہیں ہوسکتا' گرمی سے گرمی کیسے نکالی جائے گی' رحمت سے رحمت نہیں نکل سکتی۔تو رسول تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو کہ کبھی تمہارے دامن سے مہربانی الگ نہیں ہوسکتی۔ ہر وقت تم رحمت ہو۔ ہر آن میں تم رحمت ہو' اور ایسی رحمت ہو' اپنے لئے بھی رحمت ہو' پرائے کے لئے بھی رحمت ہو' دشمن کے لئے بھی رحمت ہو' دوست کے لئے بھی رحمت ہو' سارے عالم کے لئے رحمت ہو۔ اس میں دوست اور دشمن میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی شانِ رحمت کا اظہار فرماتے ہیں: **انما انا رحمة مهداة** یعنی میں وہ رحمت ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔

میرے رسول کی رحمت تو عام ہے۔ رسول کی رحمت کفار مکہ سے پوچھو' اور اس منظر کو یاد کرو کہ میرا رسول مکے کی سرزمین پر فاتحانہ شان سے آیا تھا۔ وہ قوم جس نے رسول کو اپنے وطن میں رہنے نہ دیا' وہ قوم جس نے رسول کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے' وہ قوم جس نے مدینہ میں بھی چین سے رہنے نہ دیا تھا' وہ قوم جس نے رسول کے چاہنے والوں کے سینے پر پتھر رکھا تھا۔ وہ قوم جس نے رسول کے چاہنے والوں کو آگ کے حوالے کیا تھا' آج وہ قوم محکوم اور مفتوح کی حیثیت سے سامنے ہے اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش شجاعت شباب پر ہے **اليوم يوم الملحمة اليوم يوم الملحمة** آج خون بہانے کا دن ہے' آج انتقام لینے کا دن ہے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں مگر میرا رسول یہ کہہ رہا ہے **اليوم يوم المرحمة اليوم يوم المرحمة** آج رحمتوں کا دن ہے۔آج احسان کرنے کا دن ہے' آج معاف کرنے کا دن ہے' آج مہربانی کا دن ہے ۔۔ رسول واقعی آپ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔دُنیا کے سلطانوں کا طریقہ یہ ہوتا

ہے کہ وہ جب کہیں جاتے ہیں تو دارِامن کو دارِفتنہ بنا دیتے ہیں اور یہ نبی کی رحمت ہے کہ دارِ فتنہ کو دارالامان بنارہی ہے۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

ایک مرتبہ کفار کے لئے جب بددعا کرنے کی التجا کی گئی تو حضورﷺ نے فرمایا **انما بعثت رحمة ولم ابعث عذابا** یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

رسول کی رحمت کو اگر دیکھنا ہے تو میدان طائف میں دیکھو۔ وہ قوم جس نے رسول کو تقریر نہ کرنے دیا۔ جس نے آپ کے اُوپر پتھر برسائے' اور پھر ایک وقت آیا کہ' ملک الجبال' پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے: اے اللہ کے رسول آپ حکم دیجئے اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے! اِن دونوں پہاڑوں کو اگر چاہیں تو میں ملا دوں۔ یہ قوم ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جائے۔ ایسے وقت میں انتقامی جذبہ کتنا جوش و شباب پر ہوا کرتا ہے۔ مگر میرے رسول نے کہا میں یہ نہیں چاہتا یہ ہلاک ہو جائیں اور اُن پر قوم نوح' قوم لوط اور قوم مدین کا عذاب آجائے۔۔ میں اِن پر عذاب نہیں رحمت چاہتا ہوں۔۔ اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے تو عذاب نہ دے بلکہ نجات دیدے' ہدایت دے دے' اے دینے والے اگر تو کچھ دینا چاہتا ہے تو راہ مستقیم پر لگا دے۔ پیارے رسول کے کیا پیارے الفاظ ہیں۔**بل ارجو ان اخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده' لايشرك به شيئا** میں یہ نہیں چاہتا کہ اُن کو مٹا دیا جائے' میں یہ نہیں چاہتا کہ انکو نیست و نابود کر دیا جائے' میں یہ نہیں چاہتا کہ دھرتی سے انکے نام ونشان کو مٹا دیا جائے۔۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اولاً تو انھیں ایمان والا بنا دیا جائے اور اگر اُن کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو کم سے کم اُن کی پشت سے ایک ایسی قوم نکلے جو ایک خدا کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ علماء کہتے ہیں کہ رسول کی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ یہ ایمان لانے والے ہیں' اور اُن کی پشت میں ایمان لانے والے بھی ہیں' ابھی پیدا نہیں ہوئے' ابھی پشت ہی میں ہیں مگر رسول انھیں ابھی سے بچا رہے ہیں۔

رحمۃ للعالمینی کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کفر وشرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو پھر نورِ توحید سے جگمگا دیا۔ بندے کا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا۔ اس کا دل جو دنیا بھر کی خواہشات کا کباڑ خانہ بنا ہوا تھا اسے تمام آلائشوں سے پاک کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا روشن چراغ اس میں رکھا۔ انسانیت کا کاروان اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا اُسے اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اُسے منزل تک لے جاسکتی تھی۔ صرف اسی پر بس نہیں' بلکہ مسافر کے دل میں منزل کا اتنا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ہر طرف سے پہلو بچا کر اپنی منزل کی طرف بیتابانہ وار گامزن ہو گیا۔

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ اے محبوب ہم نے سارے عالم کے لئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس میں دوست ودشمن کی تفریق نہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے' انبیاء کرام آئے ایک قوم کے لئے رحمت' ایک زمانے کے لئے رحمت' ایک ماحول کے لئے رحمت ۔مگر میرا رسول آیا تو سارے عالم کے لئے رحمت۔ اولین وآخرین کے لئے رحمت' انبیاء ومرسلین کے لئے رحمت' تمام کائنات کے لئے رحمت ۔۔مگر رحمت اور ہے اور محبت اور ہے۔ محبت ورأفت کی جب بات آئے گی تو ﴿بِـالۡـمُـؤۡمِـنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ یہ تو صرف مومنین کا مقدر بن چکی ہے۔ رسول کی محبت اگر ہوگی تو ایمان والوں سے ہوگی۔ رحمت تو سبھی کے ساتھ ہے مگر محبت صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب رسول سب کے لئے رحمت ہیں تو اس رحمت سے سب کو فائدہ ہوا کہ نہیں؟ دیکھو بارش سب کے لئے رحمت۔ بارش ہوئی تو ہر جگہ ہے۔ رئیسوں کے ایوانوں پر بھی' غریبوں کی جھونپڑیوں پر بھی' چٹیل میدان میں بھی اور سبزہ زاروں پر بھی۔ برسنے کا ایک ہی انداز مگر کیا سب کو یکساں فائدہ ملتا ہے؟ اور اگر سب فائدہ حاصل نہ کر سکیں تو فائدہ دینے والے کا کیا قصور ہے؟ یہ کیا بات کہ اسی آگ میں لوہا گیا تو سرخ ہو کر نکلا اور پتھر گیا تو سیاہ ہو کر نکلا۔ جس آگ نے لوہے کو سرخی دی تھی اس نے پتھر کو سیاہی کیوں دی؟ تو یہی جواب دو گے لوہا سرخ ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا پتھر کے مقدر میں سیاہی تھی۔ جس رسول نے صدیق اکبر کو آسمان صدق وصداقت کا آفتاب بنایا' وہاں سے

ابوجہل کچھ نہ لے سکا۔ جس رسول نے فاروق اعظم کوفرقِ انسانیت کا تاجدار بنایا' اُس رسول سے ابولہب کچھ نہ لے سکا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ دینے والا تو سبھی کو دینے آیا تھا' لینے والوں میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ دینے والا یک ہی انداز سے دیا کرتا ہے۔ الغرض بارش ہر جگہ ہوئی' اب اگر کوئی فائدہ نہ اُٹھائے تو برسنے والے کا کیا قصور؟ دریا کے کنارے کوئی پیاسا مر جائے تو دریا کا کیا قصور؟ دسترخوان لگا ہوا ہے کوئی بھوکا مر جائے' تو کھانے کا کیا قصور؟ ہاتھ میں دوا لئے ہو' اور بے دوا مر جائے تو اس میں دوا کا کیا قصور؟ (تلخیص: خطبات برطانیہ)

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں
بہ فیض رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے

رحمت اور اسوۂ حسنہ: ہمارے رسول سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور تمام عالم کو اپنی رحمت کی دولتوں سے مالا مال فرما دیا اور اپنی انمول تعلیم و رحمت کے ساتھ ساتھ رحمتِ عامہ کے بے شمار عملی نمونے بھی دُنیا کے سامنے پیش فرمائے۔ تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ تم رحمۃ للعالمین کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو' لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رسول کے دامنِ رحمت کی لاج رکھو اور ہر دم ہر قدم پر خدا کی مخلوق کے لئے اپنے دلوں میں رحم و کرم کا جذبہ رکھو۔ اور خود بھی اپنے عمل سے دُنیا کو بتا دو کہ ہم رحمۃ للعالمین کے غلام ہیں اور دُنیا والوں کے سامنے رحم و کرم کے ایسے ایسے نمونے پیش کرو کہ تمہارے دُشمنوں کے سینوں میں پتھروں سے زیادہ سخت دل بھی تمہاری رحمتوں کو دیکھ کر موم سے زیادہ نرم بن جائیں۔

کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے رسول تو غریبوں' مفلسوں' یتیموں' بیواؤں' پڑوسیوں' یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی سراپا رحمت ہیں مگر آج تمہارا عمل و کردار کیا ہے؟ جب تم اپنے دسترخوانوں پر عمدہ عمدہ اور نفیس ولذیذ غذائیں کھانے کے لئے بیٹھتے ہو تو کیا تمھیں اُمتِ رسول کے اُن بھوکے غریبوں' یتیموں اور بیواؤں کی یاد آتی ہے جنھیں کئی کئی دنوں سے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ملا ہے؟

جب تم سردیوں میں اپنے نرم نرم گدّوں اور گرم گرم لحافوں میں سُکھ اور چین کی نیند سوتے ہوتو کیا تمھیں اس وقت اپنی ملّت کی وہ غریب بیوائیں بھی یاد آتی ہیں؟ جو اپنے جھونپڑیوں میں پھٹی پُرانی چادر میں لپٹ کر پاؤں سکوڑے ساری رات جاگ کر بسر کر دیتی ہیں۔

جب تم عید کے دن اپنے بچّوں کو نہلا دُھلا کر اچھے اچھے کپڑے پہنا کر اُن کی انگلی پکڑے ہوئے خوش خوش عید گاہ کو جاتے ہو' تو کیا تمہیں اُمتِ رسول کے وہ یتیم بھی یاد آتے ہیں جن کے ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے اور وہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں میں حسرت سے سب کا مُنھ تک رہا ہے اور دل ہی دل میں کُڑھ رہا ہے کہ کاش آج میرا بھی باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی آج مجھے اسی طرح انگلی پکڑے عید گاہ لے جاتا۔ ہم میں کون ہے جو یتیم کی خبر گیری کرے!

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی اُس کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

ہم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دیا ان کے مقدس راستے سے دور ہو گئے۔ ہمارے دلوں سے ایمان رحمت و اسلامی اخوت فنا ہوگئی۔ آج نہ ہمیں غریبوں کی پروا ہے نہ بیواؤں اور یتیموں کا خیال ہے۔ نہ بھوکے پڑوسیوں کا غم ہے۔ پھر ہم بھلا کس مُنھ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے فرمانبردار اُمتی ہیں۔

اپنے دلوں کی دُنیا میں ایمانی انقلاب پیدا کرو اور رحمۃ للعالمین کی سچی اطاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین اور حیات کا شعار بناؤ۔ اور رحم و کرم' الفت و محبت' مہربانی و اخوت کے چراغوں سے اندھیری دُنیا کو روشن کرو اور ساری دُنیا کو رحمۃ للعالمین کا یہ پیغام سُنا دو

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خُدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

آپ خود غور فرمایئے کہ جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور ﷺ کے دامنِ رحمت کو تھاما' حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کو صدقِ دل سے قبول کیا اور حضور ﷺ کے پیش کردہ نظامِ حیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گمراہ تھے لیکن اس نورِ مبین سے اکتسابِ نور کرنے کے بعد ظلمت کدہِ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے۔ جاہل تھے لیکن اس چشمہِ علم و عرفان سے سیراب ہونے کے بعد دُنیا

کے جس جس گوشہ میں گئے علم وحکمت کے چمن کھلاتے گئے۔ گنوار اور اجڈ تھے لیکن پاکیزہ تہذیب وتمدن کے بانی بن گئے۔ جہانگیری وجہانبانی کا ایک اچھوتا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں کسی ایسے بادشاہ کی گنجائش نہیں جو مطلق العنان ہو۔ جو قانون کی گرفت سے بالاتر ہو جو سب کا محاسبہ کر سکے لیکن اس سے باز پُرس کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہو بلکہ جو قوم وملک کا سربراہ ہوگا اُسے خلیفہ کہا جائے گا جس کا معنیٰ نائب ہے اور نائب وہ ہوتا ہے جسے کسی نے مقرر کیا ہو اور جس پر لازم ہو کہ وہ جو کچھ کرے گا اپنے مقرر کرنے والے کی منشاء اور ہدایت کے مطابق کرے گا۔ ان رحمتوں سے وہ افراد اور قومیں سرشار ہوئیں جنھوں نے حضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کیا اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔

الٰہی ہمیں اپنے محبوب کی رحمت وحظ وافر عطا فرما اور حضور ﷺ کے لطفِ پیہم سے ہمارے دنیوی اور اخروی کاموں کو آسان فرما۔ آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

رسالت اور رحمت الٰہی کا مژدہ

﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/۱۰۵) اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اُسے اُتارا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ اُترا ہے اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر (رحمتِ الٰہی) کا مژدہ سنانے والا اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (الفرقان ۲۵/۵۶)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔

یہ کتاب سراپا حق ہے۔ اس میں کسی طرح کی آمیزش نہیں ہوئی۔ آپکا کام پیغام حق سُنا دینا ہے اگر کوئی آپکی دعوت پر لبیک کہتا ہے تو یہ اس کی اپنی سعادت ہے اور اگر کوئی قبول نہیں کرتا تو اس کی بدنصیبی و بدقسمتی۔

اے کفار مکہ، نئے نئے فضول مطالبے کرنے والو کیا تم اس معجزے اور قدرتِ الٰہیہ کے حیران کُن عجیب شاہکار کی قدر نہیں کرتے کہ ساری کائنات عربی و عجمی کے لئے ہم نے اپنی رحمت برکت قدرت اور حق کے ساتھ نازل فرمادیا اس قرآنِ ازلی قدیمی کو سچائی، درستی، حفاظت، ہدایت کار والا عرش سے آسمان دنیا پر اُتارا۔ جبریل علیہ السلام کو دیا اور جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو دیا اور نبی پاک ﷺ نے اپنی اُمت کو دیا اس طرح یہ قرآن حق ہاتھوں میں ہی اُترتا رہا۔ حق تعالیٰ کا حق قرآن، حق کے ساتھ، کائناتِ مخلوق کی سب سے بڑی حق ذات محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس نازل ہوا۔ اس لئے یہ باقی رہنے والا حق ہے۔ عزت وحرمت اس کا حق ہے۔ یہ ہر فنا اور تغیر تبدل جوڑ توڑ ملاوٹ بناوٹ سے محفوظ ہے اس لئے اسی سے ہدایت لینا حق ہے۔ یہ قرآن مجید حق اصل ثابت ہے جو پوری کائنات کے ناموسِ وجود میں موجود ہے جس سے ہستی وجود قائم ہے۔ لہذا دامنِ مصطفیٰ میں آکر اس قرآن مجید پر ایمان لاو۔ اے پیارے نبی آپ کی صداقت حقانیت کی اس سے بڑی اور کیا نشانی ہوگی کہ ہم نے آپ کو صرف اسی لئے فرش انسانیت پر بھیجا کہ آپ ہماری طرف سے پورے اختیار دیکر بھیجے گئے ہیں کہ جس کو چاہو آخرت کے خوف وڈر کی نذارت دو آپ با اختیار مبشر ونذیر ہو۔ آپ کی بشارت ونذارت کبھی رد نہیں ہوسکتی۔ آپ کی خوش خبری رب تعالیٰ کی خوشخبری ہے اور آپ کی پکڑ رب تعالیٰ کی ہی پکڑ ہے۔ آپ جس کو جو چاہیں دنیا آخرت کی نعمتیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں۔ جس کو دے دیں اُس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ جس کو پکڑ لیں اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا، جس کو دوزخ سے چھڑا لیں پھر اس کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں اور جہنم سے ڈر سناتے ہیں آپ کسی نبی کی بشارت نہیں دیئے کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ لہذا اس آیت سے قادیانی دلیل نہیں پکڑ سکتے کیونکہ یہاں بشارت کو ڈرانے کے ساتھ ذکر کیا ہے نہ کہ تصدیق کے ساتھ۔ جہاں حضور ﷺ کی تصدیق کا ذکر ہے وہاں بشارت کا ذکر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیارے محبوب کو کئی معزز القابات سے خطاب فرمایا ہے

اور بے شمار صفات سے متصف فرمایا ہے۔ ان معزز القابات میں شان مبشریت بھی شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جہاں دوزخ کے عذاب اور غضبِ الٰہی سے بچنے کی تلقین فرمائی وہاں بیشمار خوشخبریاں بھی عطا فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی حکیمانہ بصیرت سے جس انداز سے اپنے غلاموں کی تربیت فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس چیز نے آپ کے غلاموں کو عمل خیر کی طرف راغب کر دیا۔ یہ حضور ﷺ کی حکیمانہ بصیرت ہی کا فیض ہے کہ ہزاروں گم گشتہ راہوں کو جنت کا راہی بنا دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اضمنوا لی ستًا من انفسکم اضمن لکم الجنة اصدقوا اذا احدثتم واوفوا اذا وعدتم وادوا اذا اٰتمنتم واحفظوا فروجکم وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم** (مشکوٰۃ) تم مجھے اپنے آپ کی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اُسے ادا کرو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو، اپنے ہاتھوں کو (ظلم وزیادتی) سے روکو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں تو نبی گزرنے لگے حتیٰ کہ کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی، کسی نبی کے ساتھ دو آدمی، کسی نبی کے ساتھ جماعت اور کسی نبی کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا۔ میں نے امید کی یہ میری امت ہے تو مجھ سے فرمایا گیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا گیا دیکھئے تو میں نے دیکھا بہت بڑی خلقت ہے جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا، کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان کے ساتھ ان کے آگے ستر ہزار افراد ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اُن میں شامل کر دے۔ پھر دوسرے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ اُن میں شامل کر دے۔ فرمایا تم سے پہلے عکاشہ جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے نکلوں گا۔ جب میری اُمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائے گی تو میں اُن کا قائد ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے تو میں اُن کی طرف سے خطیب ہوں گا اور جب وہ رو کے جائیں گے تو میں اُن کی سفارش کروں گا اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں اُن کو خوشخبری دوں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک روز میرے رب نے میری امت میں سے مجھے ستر ہزار مسلمان ایسے دیئے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر اس تعداد سے زیادہ کے متعلق عرض کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' میں نے زیادہ کے لئے استدعا کی اور میرے رب نے اس قدر عطا فرمایا۔ اس قدر کی وضاحت فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو کھولا دونوں بازوؤں کو پھیلایا اور کلاوہ بھرا (ضیاء النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بھلائی کرنے والا بیٹا جب اپنے والدین کے چہرے کو نظر محبت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس نظر کے عوض مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اگر سو دفعہ دیکھے' فرمایا ہاں' اللہ تعالیٰ بڑا پاک ہے (مشکوٰۃ)

انہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر والدین کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں وہ قیامت کے روز اس طرح میرے قریب ہوگا اور اپنی انگلیاں اکٹھی فرمائیں۔ یہ اتصال اور مصاحبت جنت میں مراد ہے۔

ہم نے پچھلے صفحات میں زیر آیت ﴿**اِنَّـا اَرْسَـلْـنٰكَ بِـالْـحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْـئَـلُ عَـنْ اَصْـحٰبِ الْجَحِيْمِ**﴾ بہت تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ حضور ﷺ مومنوں کے لئے خوشخبری اور بشارت دیتے ہیں' گناہوں سے بچاتے اور عذاب آخرت کی خبریں دیتے ہیں۔

رسالتِ عامہ

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَالنَّاسِ لَايَعۡلَمُوۡنَ ﴾
(سبا۳۴/۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں **المذکور فی الاٰیة قومه ﷺ وجنس الذین بعث فیهم واما المبعوث الیهم لم یتعرض له فیها نفیا او اثباتا وقد تعرض لاثباته فی آیات اُخر**۔ (روح المعانی)

حضور ﷺ سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے لئے ایک مقررہ وقت تک مُرشِد ورہبر بنکر کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین وآخرین جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہورہا ہے اس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت وسروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص وعام، ہر فقیر وامیر، ہر عربی وعجمی، ہر رومی وحبشی کے لئے وہ مرشد بن کر آیا۔۔

اس آیت کی تفسیر اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

'عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فُضِّلْتُ علی الانبیاء بست ۔ اُعطیتُ جوامع الکلم ۔ ونُصرتُ بالرعب ۔ واُحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً ۔ واُرسلتُ الی الخلق کافة ۔ وختم بی النبیون'

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اس نے جوامع الکلم عطا فرمائے (یعنی قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو بیان

کر دینا) ۔اس نے رعب سے میری مدد کی ۔ میرے لئے غنیمت حلال کی گئی ۔ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنایا اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم کیا۔

امور خمسہ جو خاصہ مصطفیٰ ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اعطیت خمساً لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجداً وطھورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحدٍ قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی یبعث الیٰ قومهٖ خاصة وبعثت الی الناس عامة** (بخاری کتاب التیمم)

مجھے پانچ اشیاء ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں (۱) ایک مہینہ کی راہ تک رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی (۲) میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاکیزہ فرما دی گئی، میرے جس امتی پر نماز کا وقت آئے وہ وہیں پڑھ لے (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال فرما دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے نہیں تھا (۴) مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی (۵) ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ گذشتہ نبیوں کے بھی نبی ہیں اسی لئے معراج میں سارے نبیوں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہاں انسانوں کی قید بشارت اور ڈرانے کے لئے ہے یعنی جنت کی خوشخبری اور جہنم کا عذاب ان دونوں کا مجموعہ صرف انسانوں کے لئے ہے۔ جنات کے لئے عذاب دوزخ تو ہے مگر جنت کا ثواب نہیں اور دیگر مخلوق کے لئے نہ جنت ہے نہ دوزخ۔ ڈرانا عالمین کے لئے اور جنت کی خوشخبری صرف انسانون کے لئے۔ خیال رہے کہ جب حضور ﷺ تمام لوگوں کے لئے کافی ہیں تو اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ رب الناس ہے تو اور رب کی ضرورت نہیں۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت بن کر لاکھوں کروڑوں نعمتیں بانٹنے آئے۔ تمہارے

ایمانوں میں، تمہاری جانوں میں، تمہارے دلوں میں، تمہارے سینوں میں، تمہاری آنکھوں کی پُتلیوں میں آئے۔ اور وہ رسول، اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے رسول ہیں وہ تمہارے پاس ایسے آئے جیسے جسم میں جان آتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف مکہ یا مدینہ میں نہیں آئے بلکہ سارے مومنوں کے پاس آئے۔ جیسے سورج رہتا ہے آسمان پر مگر طلوع ہوتا ہے جہان پر، اس لئے ہر مومن التحیات میں حضورانور ﷺ کو سلام کرتا ہے **السلام علیك ایھا النبی** اگر حضورانور ﷺ پاس نہیں تو سلام کسے کہہ رہا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ **اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ** ﴾ نبی مومنوں سے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حضور ﷺ سارے انسانوں کے دائمی رسول ہیں۔ آپ کی رسالت زمین یا زمان سے مقید نہیں۔ حضورانور ﷺ بڑی شان والے رسول ہیں حتیٰ کہ رسولوں کے بھی رسول ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے انبیاء کرام سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔

حضور ﷺ کی رسالت عامہ ہے جس سے کوئی بھی علحدہ نہیں ہوسکتا۔ انبیاء اور اولیاء اور انسان وغیر انسان۔ حضور ﷺ آج بھی رسول ہیں، قیامت تک کے لئے واحد رسول ہیں۔ کائناتِ ارضی وسماوی میں کوئی شئے ایسی نہیں جو سید عالم ﷺ کی رسالت کی قائل نہ ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کافر جنّ اور کافر انسانوں کے علاوہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ جانتا ہے کہ **اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ** میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضور ﷺ کی رسالت عام ہے وہ زمانوں سے متعلق نہیں آپ کی رسالت کی حدیں زمانوں اور مکانوں سے وراء ہیں۔ سید عالم ﷺ کی حدیث ہے آپ فرماتے ہیں **اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَةً** میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ہمارے حضور ﷺ ہر چیز کے رسول ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان، فرشیوں اور عرشیوں کے بھی رسول ہیں بلکہ وہ تو رسولوں کے بھی رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی رسول ہیں۔

نباتات کے رسول : علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک یہودی آیا اور آ کر عرض کیا، اگر وہ درخت چل کر آپ کے پاس آ جائے تو میں ایمان لے آوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ درخت سے کہہ دے کہ تجھے محمد مصطفی ﷺ بُلاتے ہیں۔ اس یہودی نے درخت سے مخاطب ہو کر کہا **اِنَّ مُحَمَّدَ اَبَدْعُوْكَ** تجھے محمد مصطفیٰ ﷺ بلاتے ہیں۔ جب درخت نے حضور علیہ السلام کا نام پاک سُنا تو اُس نے ہلنا شروع کر دیا۔ آگے پیچھے، دائیں، بائیں جھکا اور اس کی جڑیں اکھڑ گئیں، پھر **تَجُرُّ عُرُوْقُهَا** اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔

جمادات کے رسول : یہ حدیث بھی شفاء شریف میں ہے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا، ایک مقام پر پہاڑوں کا سلسلہ آیا، ہم ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی۔ بڑی پیاری پیاری آواز تھی الفاظ یہ تھے **الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ ° الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ** سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے چاروں طرف دیکھا آواز تھی مگر آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ دوبارہ وہی آواز آئی مگر مجھے کوئی نظر نہ آیا تو مَیں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آقا! ان پہاڑوں میں آپ کا کون عاشق ہے؟ جو اس محبت و ذوق سے درود پڑھ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تمہیں وہ پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک چوٹی نظر آتی ہے، کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک پتھر موجود ہے، کہا ہاں۔ تو فرمایا وہ پتھر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔

حیوانات کے رسول: یہ حدیث بھی شفاء شریف میں موجود ہے کہ سرورِ عالم ﷺ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے ایک آواز آئی، یارسول اللہ! میری امداد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک ہرنی جال میں پھنسی ہوئی ہے اور مجھے پکار رہی ہے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ ہرنی نے عرض کیا! آقا' میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے رہا کر دیجئے میں بچوں کو دودھ پلا کر جلد واپس آ جاؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **اَوَ تَفْعَلِیْنَ** کیا تو ایسا کرے گی؟ ہرنی نے عرض کیا' آقا! آپ کے ساتھ وعدہ کر کے کون بے وفائی کرتا ہے؟ حضور ﷺ نے اُسے کھول دیا۔ یہودی آیا اور کہنے لگا میرا شکار کیوں چھوڑا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی۔ یہودی نے کہا کیسی بات کرتے ہو۔ کمان سے نکلا ہوا تیر بھی کبھی واپس آ سکتا ہے؟ گیا ہوا شکار کیسے واپس آئے گا۔ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے رسول کے ساتھ وعدہ کر کے گئی ہے ضرور آئے گی۔ یہودی نے کہا کہ اگر واپس آ گئی تو مَیں ایمان لے آؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ دیکھو دو بچے ساتھ لے آ رہی ہے۔ ہرنی نے آتے ہی اپنا سَر حضور ﷺ کے مقدس قدموں پر رکھ دیا۔ ہرنی کا سَر جھکا تو ساتھ ہی یہودی کا سَر بھی جھک گیا۔ حضور ﷺ نے ایک ہاتھ یہودی اور دوسرا ہاتھ ہرنی کے سر پر رکھا:

پھر بشارت اُسکو اور اُس کو ملی سرکار سے   قید سے آزاد تو اور تو عذابِ نار سے

حضرت عبداللہ ابن اونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں نسل کا ایک اونٹ دیوانہ ہو گیا ہے اور کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔ حضور ﷺ یہ سُن کر اُٹھے۔ ہم نے عرض کی' حضور اونٹ کے قریب نہ جائیں' ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ مگر حضور ﷺ اس اونٹ کے پاس پہنچ گئے تو **لَمَّا رَاٰہُ الْبَعِیْرُ سَجَدَ** اونٹ نے جب دیکھا تو سجدہ میں گر پڑا۔ حضور ﷺ نے اُس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور مہار منگوا کر اُسے ڈال دی پھر اونٹ کے مالک کو اُسے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو اُسے چارہ اچھا دو۔ اُس سے کام سخت نہ لو (حجۃ اللہ علی العالمین)

بادلوں کے رسول:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت

قحط پڑ گیا۔ جمعہ کے روز حضور ﷺ منبر پر رونق افروز تھے۔ ایک اعرابی اُٹھا اور عرض کیا۔ **هَلَكَ الْمَالُ وَجَآعَ الْعِيَالُ** 'مال ہلاک ہو گیا اور خاندان بھوکے مرنے لگے' ۔۔۔ دُعا فرمایئے تا کہ بارش ہو۔ حضور ﷺ نے اپنے دست انور دُعا کے لئے اُٹھائے آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا مگر دُعا سے پہاڑوں کی مانند بادل جمع ہو گئے اور اسی وقت بارش ہونے لگی اور یہ بارش ہفتہ بھر متواتر ہوتی رہے حتیٰ کہ اگلے جمعہ کو پھر وہی اعرابی اُٹھا اور کہنے لگا ۔۔ حضور اب بارش بند ہونے کی دُعا کیجئے۔ حضور ﷺ نے دُعا کے لئے پھر ہاتھ اُٹھائے ۔۔ حضور ﷺ نے بادلوں کو جس طرف بھی اشارہ کیا اُس طرف سے بادل پھٹ گئے (مشکوٰۃ شریف)

چاند کے رسول: قریش مکہ نے حضور ﷺ سے کوئی نشانی دکھانے کو کہا تو **فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ** حضور ﷺ نے انھیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا (بخاری شریف)

سورج کے رسول:

معراج شریف سے واپسی پر قریش مکہ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارا ایک قافلہ میں نے راستے میں دیکھا ہے جو بدھ کے روز سورج غروب ہونے سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔ قریش بدھ کے روز امتحاناً اس قافلہ کے منتظر تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور قافلہ کو پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی **فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرتْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ** رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جا' تو سورج تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ قافلہ آیا تو غروب ہوا (طبرانی' حجۃ اللہ علی العالمین)

آسمان کے رسول : احادیث معراج میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ شب معراج جس آسمان کی طرف بھی تشریف لے گئے ہر آسمان کا دروازہ آپ کے لئے کھل جاتا رہا اور آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہر آسمان کو نوازا اور ساتوں آسمانوں نے اپنے رسول کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

زمین کے رسول: شب ہجرت جب حضور ﷺ مکہ معظّمہ سے تشریف لے گئے تو سُراقہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر حملہ کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے زمین کو حکم دیا **یَاأَرضِ خُذِہٖ** اے زمین اُسے پکڑ لے۔ تو زمین نے سراقہ کو گھوڑے سمیت پکڑ لیا اور وہ زمین میں دھنس گیا پھر جب سراقہ نے معافی چاہی تو حضور ﷺ نے زمین سے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو تو زمین نے چھوڑ دیا (شرح الشفا)

جنت کے رسول: سیدنا آدم علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے جنت کے ہر محل اور ہر دروازے پر اسم محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا ہے (خصائص الکبریٰ)

عرش کے رسول: سیدنا آدم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ساقِ عرش پر بھی 'محمد' کا نام لکھا ہوا دیکھا (ﷺ) (خصائص الکبریٰ)

فرشتوں کے رسول: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے چار وزیر ہیں۔ دو آسمان پر اور دو زمین پر۔ آسمان پر میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (مشکوٰۃ شریف)

ظاہر ہے کہ وزیر بادشاہ کے ماتحت ہوتا ہے تو جب فرشتوں کا بادشاہ جبرئیل (علیہ السلام) بھی حضور ﷺ کا ماتحت ہوا تو عام فرشتے حضور ﷺ کے محکوم کیوں نہ ہوں گے۔

افلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا   جبرئیل معظم ہے دربان محمد کا

اللہ تعالیٰ کے رسول:

ہمارے حضور ﷺ کی رسالت ہمہ گیر ہے۔ واقعی آپ ساری خدائی کے لئے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نہ صرف یہ کہ خدائی بھر کے رسول ہیں بلکہ آپ خود اللہ تعالیٰ کے بھی رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے: ﴿**مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ**﴾ (جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)۔

ہر قوم کے لئے ہادی اور مبلغ

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر ۳۵/۲۴)
ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری سُنانے والا اور بروقت ڈرانے والا۔ اور کوئی اُمّت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

یعنی نبوت کا سلسلہ کسی ملک، علاقہ یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں، جہاں بھی انسانوں کا کوئی گروہ آباد تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا ان کے پاس ضرور آیا۔ خواہ وہ نبی ہو، یا کسی نبی کے پیروکار علماء و اولیاء جس نے تبلیغ کا فریضہ آکر ادا کیا۔ اس میں عرب، مصر یا فلسطین کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہند، چین، جاپان، افغانستان اور دیگر برِ اعظموں میں بھی نذیر تشریف لے آئے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اب جن انبیاء کرام کے اسماء گرامی قرآنِ کریم یا صحیح حدیث میں مذکور ہیں، اُن کی نبوت پر ایمان لانا شرط اسلام ہے اور جن کے اسماء مذکور نہیں ان پر بھی اجمالی طور پر ایمان لانا ضروری ہے یعنی اُن علاقوں میں کسی زمانہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہم اُس کی نبوت کو مانتے ہیں، لیکن حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کیونکہ سلسلہ نبوت ہی ختم ہوگیا۔ اس آفتاب عالمتاب کے طلوع ہونے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اس لئے اب تا قیامت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آیت میں خَلَا : یعنی گزر چُکا ہے، ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو گذشتہ زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ اب ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں حضور سید الانبیاء و خاتم الرسل کی ذاتِ پاک ہی منبع ہدایت اور اسوۂ حسنہ ہے۔

اب تبلیغ کا فریضہ حضور ﷺ کی امت کے اولیاء و علماء انجام دیں گے۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب اور دجّال ہے جس طرح احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔
نیز ان آیات میں غور کرو: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ نیز ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ جب حضور ﷺ اس ارشادِ خداوندی

کے مطابق تمام نبی نوعِ انسان کے لئے تا قیامت رسول ہیں' تو پھر کسی مزید رسول کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس آیت کریمہ میں تین صفات تو حضور ﷺ کے ارشاد ہوئے' رسالت عامہ' بشیر ہونا' نذیر ہونا۔ اور آخر میں گذشتہ امتوں کے متعلق راہنماؤں کے آنے کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ جس قدر بھی امتیں ہیں' اُن سب میں ڈرانے والے گذرے ہیں۔ حضور ﷺ کی رسالت سب کو عام ہے آپ تو ساری امتوں کی طرف بھیجے گئے' مگر آپ سے پہلے ہر جماعت کے لئے علحدہ علحدہ ڈرانے والے ہوتے تھے۔

اس آیت سے بعض لوگوں نے تو یہ دھوکا کھایا ہے کہ کسی مذہب کے پیشوا کو بُرا نہ جانو۔ کرشن' رامچندر' گوتم وغیرہ سب کی تعظیم کرو' کیونکہ یہ سب پیغمبر تھے' کہ اُن کی تعلیم لوگوں نے بگاڑ دی اور بُت پرستی شروع کردی۔ جس طرح کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی تعلیم بگاڑ کر صلیب پرستی وغیرہ دین میں داخل کرلی۔ بعض لوگوں نے یہ دھوکا کھایا کہ انبیائے کرام انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات میں بھی آئے یعنی جنات میں جن نبی' اور معاذ اللہ چوہڑوں میں چوہڑے' اور دیگر قوموں میں اُسی قوم سے نبی۔۔۔مگر یہ دونوں خیال فاسد ہیں۔

کرشن' رام چندر' گوتم وغیرہ کا دنیا میں ہونا ہی ثابت نہیں۔ ہمارے پاس کون سی دلیل ہے اس کی کہ یہ لوگ انسان تھے بھی یا نہیں' یا کہ کچھ شئے تھی بھی یا نہیں' محض اُن افسانوں سے ان کا ثبوت ہے جو کہ مشرکین کے گھڑے ہوئے ہیں۔ رامچندر کے چار پاؤں اور چھ ہاتھ' ہنومان کی پُشت پر دم اور گنیش کے مُنہ پر ہاتھی کی سی سُونڈ کا ہونا بالکل خلافِ عادتِ الٰہیہ ہے۔عقل کے بھی خلاف اور قرآن کے بھی خلاف ہے۔ رب تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا فرمایا' اور یہ لوگ انسان بھی نہ ہوں' اور معاذ اللہ پیغمبر بھی ہوں' اور اُن کی شکلیں بندروں اور دیگر جانوروں کی سی ہوں اچھی شکل سے محروم ہوں' یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ غرضکہ یہ بناوٹی شکلیں ہیں۔ اُن کی اصل

کچھ بھی نہیں' بلکہ یہ کوئی جانور ہوئے ہوں گے۔ جن کی مشرکین نے پوجا شروع کر دی۔ جیسے آج بھی بندروں اور گائے کی پرستش ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ یہ انسان تھے' پاکباز تھے' مگر مشرکین نے ان کی شکلیں مسخ کر کے اس طرح کی بنالی ہیں' یہ ایسی بے جا مشرکین کی وکالت اور حمایت ہے کہ جو خلاف عقل ہے۔ جب خود اُن کے ماننے والے اُن کو انسان نہیں کہتے' بلکہ بندروں کو ہنومان اور دیگر جانوروں کو اُن کی طرف نسبت کرتے ہیں تو آپ کے پاس کیا وحی آ گئی ہے کہ وہ انسان تھے اور ایسے ویسے تھے' ورنہ پھر تو جن بتوں کی مشرکینِ عرب پوجا کرتے تھے اُن کی بھی بُرائی نہ کرنی چاہیئے' حالانکہ قرآن اور صاحبِ قرآن نے لات وعزیٰ اور منات کی بُرائیاں بیان کیں' جیسے وہاں لات وعزیٰ تھے ایسے ہی یہاں دیو اور بھوانی ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ ہر قوم میں اُس میں سے نبی آئے۔ انبیائے کرام ہمیشہ عالی نسب شریف خاندان نجیب الطرفین ہوتے ہیں کہ اُن کے اخلاق پاکیزہ اور صورت نورانی ہوتی ہے۔ ویسے ہی اُن حضرات کے نسب بھی عالی۔

بخاری شریف کے شروع میں ہرقل شاہ روم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے ابوسفیان اور دیگر اہل مکہ کو بُلا کر نبی کریم ﷺ کے احوال اُن سے پوچھے' تو تمام سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ وہ نسب خاندان میں کیسے ہیں؟ سب اہل مکہ نے کہا' کہ وہ سارے عرب میں عالی نسب ہیں' تو ہرقل نے کہا کہ انبیاء عالی نسب ہی ہوتے ہیں' کیسے ممکن ہے کہ بھنگیوں میں بھنگی اور چماروں میں چمار پیغمبر ہوں۔۔ خدا کی پناہ۔

اس آیت میں کب فرمایا گیا ہے کہ ہر قوم میں اُس قوم میں سے نبی بھیجے گئے۔ ہر قوم میں ہدایت کرنے والے پہنچے' مگر وہ تھے عالی خاندان' جیسے کہ آج تمام دُنیا کی قوموں کے حضور ﷺ نبی ہیں۔۔۔ عربی' قریشی' ہاشمی' مطلبی ﷺ

یہ دو باتیں ضرور خیال میں رہیں' یہ کہنا کہ غیر انسان میں بھی نبی اُس جنس سے آئے' محض غلط خیال ہے کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ﴾ ہم نے بھیجا آپ سے پہلے ان مَردوں کو جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی انسان ہی میں سے ہوتے ہیں اور مرد ہی ہوتے ہیں۔ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہر قوم میں ڈرانے والے گذرے ہیں خواہ وہ پیغمبر ہوں یا علماء اور بزرگانِ دین۔ روح البیان نے فرمایا کہ یہاں اُمتوں سے وہ اُمتیں مُراد ہیں جن پر دنیا میں عذاب آیا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جس جس گروہ پر عذاب آیا، پہلے اُن میں انبیاء علماء وصلحاء بھیجے گئے کہ اُن کو عذاب سے ڈرائیں۔ جب وہ نہ مانے تب عذاب آیا۔ اس تفسیر کی وہ آیت تائید کرتی ہے ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ یعنی ہم اُس وقت تک کسی ملک وقوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک اُس کی طرف کسی خبر دینے والے رسول علیہ السلام کو نہ بھیج دیتے ۔۔۔ ورنہ بعض امتیں ایسی بھی گذری ہیں جن میں پیغمبر نہیں پہنچے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيْر﴾ یعنی ہم نے آپ سے پہلے ان میں ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

بِشِيْرًا نَذِيْرًا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سِرَاجًا مُنِيْرًا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

اندھیروں کو غفلت کے اک نور بخشا ڈرایا ہنسایا سلامٌ علیکم

ختم نبوت

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ﴾
(الانبیاء ۲۱/ ۲۵)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے، پس میری عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان توحید کی ترویج اور اشاعت کے لئے اپنے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا اور ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ توحید کی یہ دعوت جو میرا رسول مُکرم تمھیں دے رہا ہے یہ کوئی انوکھی دعوت نہیں بلکہ نبوت ورسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کو یہی دعوت دی ہے۔ شرائع واحکام میں حالات کے پیش نظر تبدیلیاں ہوتی ہیں لیکن عقیدۂ توحید میں سرمُو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہر نبی پر وحی آتی تھی، نبوت کے لئے وحی لازم وضروری ہے۔حضور نبی کریم ﷺ پر وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا اور باب نبوت بند ہوگیا۔ سلسلہ نبوت بند کرنے کا فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر عالمِ انسانیت کی فلاح وبقا کا انحصار ہے۔اس لئے اس کے فیصلے اٹل ہیں، وہ منسوخ نہیں ہوسکتے۔ ان میں کسی ترمیم کی قطعاً گنجائش نہیں۔

آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی وحی آخری وحی ہے کیونکہ اس آیت میں **مِنۡ قَبۡلِكَ** کی قید لگی ہوئی ہے **مِنۡ بَعۡدِ** کا اشارہ تک نہیں ہے۔

اگر ختم نبوت اور انقطاعِ وحی کا دوسری آیات میں صراحۃً ذکر نہ بھی ہوتا تو قرآن کا یہ طرز ہی اس مضمون کی شہادت کے لئے کافی تھا۔

﴿وَالَّـذِيْـنَ يُـؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ﴾ (البقرۃ ۲/۴) اور وُہ جو ایمان لائے ہیں اُس پر (اے حبیب ﷺ) جو اُتارا گیا ہے آپ پر اور جو اُتارا گیا آپ سے پہلے، اور آخرت پر بھی وُہ یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی ختم نبوّت کی بیّن دلیل ہے کیونکہ وحی جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہُوئی یا حضور ﷺ سے پہلے۔ اگر نبوّت کا سلسلہ جاری ہوتا تو حضور ﷺ کے بعد بھی وحی نازل ہوتی اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا۔ اس صورت میں آیت یُوں ہوتی **وما انـزل من قبلك وما ينزل مـن بـعدك**۔ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوتی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری ہوتا، بلکہ اس کی ضرورت زیادہ تھی، کیونکہ تورات وانجیل اور تمام کتبِ سابقہ پر ایمان لانا تو پہلے سے جاری اور معلوم تھا، اگر حضور ﷺ کے بعد بھی سلسلہ وحی اور نبوّت جاری ہوتا تو ضرورت اس کی تھی کہ اس کتاب اور اس نبی کا ذکر زیادہ اہتمام سے کیا جاتا جو بعد میں آنے والے ہوں تا کہ کسی کو اشتباہ نہ رہے۔

مگر قرآن نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو حضور ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء کا ذکر فرمایا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا کہیں قطعاً ذکر نہیں، پھر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اوّل سے آخر تک مختلف مقامات میں آیا ہے۔ سب میں حضور ﷺ سے پہلے انبیاء، پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے، کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے، جس پر ایمان لانا ہے

حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو آپ اُمت کے سامنے دینِ اسلام کے سارے گوشے آشکارا کرنے کی شاید زحمت نہ فرماتے لیکن اب جبکہ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور حضور ﷺ ہی اس سلسلہ ذہبیہ کی آخری کڑی ہیں تو آپ کی

محبت اور اُلفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی چیز بھی ادھوری نہ رہنے دی جائے۔ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر اُمت کا اجماع رہا ہے۔ اگر چہ بدقسمتی سے اُمتِ اسلامیہ کئی فرقوں میں بَٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گذشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مُرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نتائج کی پروا کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ بیشک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حُفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ نُورِ صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا سا تساہل برتا تو یہ اُمت سینکڑوں گروہوں میں نہیں، سینکڑوں اُمتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر اُمت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی۔ اس طرح اس رحمت للعالمین کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری اُمیدیں ختم ہو جائیں گی اور **اِنّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا** کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ بات بھی مدِّ نظر رکھنی چاہیے کہ مسیلمہ حضور ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہری زندگی کے آخری ایّام میں اُس نے جو عریضہ ارسالِ خدمت کیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں: **من مسیلمۃ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ** کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مرّوج تھی اس میں **اشهد ان محمدا رسول الله** بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل الجہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے، طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

﴿**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**﴾ (البقرۃ/۱۸۳) اے ایمان والو! فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے اُن لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔

پہلی اُمتوں پر بھی روزے فرض تھے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی آخری اُمت پر بھی روزے فرض ہیں۔ آیت میں پہلی اُمتوں کا ذکر ہو رہا ہے بعد کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

﴿**اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ**﴾ (البقرۃ/۲۱۴) کیا تم خیال کر رہے ہو کہ یونہی داخل ہو جاؤ گے جنت میں، حالانکہ نہیں گذرے وہ حالات جو گذرے اُن لوگوں پر (پہلی اُمتوں پر) جو تم سے پہلے ہوئے ہیں۔

﴿**رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا**﴾ (البقرۃ/۲۸۶) اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا اُن پر (پہلی اُمتوں پر) جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔

﴿**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**﴾ (آل عمران۳/۱۴۴) اور نہیں محمد (مصطفےٰ ﷺ) مگر (اللہ تعالیٰ کے) رسُول، گُزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسُول۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے گذرے ہوئے رسُولوں کا ذکر ہوا ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اسی لئے بعد کا ذکر ہی نہیں ہے۔

﴿قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (آل عمران۳/۱۸۳)
آپ فرمائیے آچکے تمہارے پاس رسول مجھ سے پہلے بھی دلیلوں کے ساتھ۔
﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (آل عمران۳/۱۸۴)
اگر یہ جھٹلاتے ہیں آپ کو (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) بیشک جھٹلا گئے رسول آپ سے پہلے جو لائے تھے معجزات۔
﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (آل عمران۳/۱۸۶) یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے، اور یقیناً تم اُن سے سنو گے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پہلے ہی بتا رہا ہے کہ مدینہ کی غیر مسلم آبادی، مشرک اور سابقہ انبیاء کو ماننے کا دعویٰ کرے والے یہود ونصاریٰ (اہل کتاب) سے اچھے سلوک کی توقع مت رکھو وہ تمہارے مال وجان کو نقصان پہنچائیں کے اور تمہارے خلاف پروپگنڈے کریں گے۔ یہاں کفار ومشرکین کے ساتھ ساتھ سابقہ امتوں کے سلوک سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ اگر نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو آئندہ امتوں کے حُسن سلوک یا بُرے سلوک کو بھی بیان کردیا جاتا تھا۔
﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (النسآء/۲۶)
چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کے کھول کر بیان کردے (اپنے احکام) تمہارے لئے اور چلائے تم کو اُن (کامیاب لوگوں) کی راہوں پر جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔
ہم نے ان احکام کی پابندی تم پر بلا وجہ فرض نہیں کی بلکہ مقصد یہ ہے کہ تمہیں وہ راستہ دکھادیں جن پر تم سے پہلے انبیاء وصلحاء گامزن رہے اور دارین کی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس لئے ان احکام کی پیروی میں تمہاری اپنی سعادت اور بھلائی ہے۔
﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔۔۔﴾ (النسآء/۶۰) کیا نہیں دیکھا آپ نے اُن کی طرف جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب کے ساتھ جو اتاری گئی آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے۔۔۔

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُو اللّٰه ﴾
(النسآء/۱۳۱) اور بے شک ہم نے حکم دیا اُن لوگوں کو جنھیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور حکم دیا تمہیں بھی کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے ۔

﴿لٰكِنِ الرَّاسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (النسآء/۱۶۲)

لیکن جو پختہ ہیں علم میں اُن سے (وہ بھی) اور (جو) مسلمان ہیں ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اُتارا گیا آپ کی طرف اور جو اُتارا گیا آپ سے پہلے اور صحیح ادا کرنے والے نماز کے اور دینے والے زکوٰۃ کے اور ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کے ساتھ' یہی ہیں جنھیں عنقریب ہم دیں گے اجر عظیم ۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾
(المائدہ/۵) (اور حلال ہیں) پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن عورتیں اُن لوگوں کی جنھیں دی گئی کتاب تم سے پہلے ۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ ۔ ﴾ (المائدہ/ ۵۷)

اے ایمان والو! مت بناؤ (دوست) اُن لوگوں کو جنھوں نے بنا رکھا ہے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل اُن سے جنھیں دی گئی کتاب تم سے پہلے ۔

یہود اسلامی عبادات کا مذاق اُڑایا کرتے تھے اور کفار کا تو مشغلہ ہی یہ تھا کہ اسلام کی ہر چیز سے تمسخر کیا کرتے ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محبت و دوستی کے تعلقات قائم کرنے سے منع فرماتے ہیں کہ وہ دین کا مذاق اُڑائیں اور آپ اُن سے دوستی رکھیں' ایسے کفرنوازِ اسلام کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں ۔

﴿وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِیءَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ﴾ (الانعام/۱۰)
اور بلاشبہ مذاق اُڑایا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے۔
﴿وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا﴾ (الانعام/۳۴)
اور بے شک جھٹلائے گئے رسول آپ سے پہلے، تو انھوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء مبعوث کئے گئے۔ کفار نے اُن کو بھی ستایا اور انھوں نے صبر وتحمل سے کام لیا۔ آپ بھی کفار کی اذیت رسانیوں پر صبر وتحمل سے کام لیا کریں۔۔ آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا کہ آپ سے پہلے انبیاء ستائے گئے، حضور ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اسی لئے آیت میں بعد کا ذکر ہی نہیں ہوا ہے۔

﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَخَذۡنٰهُمۡ﴾ (الانعام/۴۲)
اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے اُمتوں کی طرف رسول بھیجے (جب انھوں نے سرکشی کی) تو ہم نے پکڑ لیا۔

آیت میں صرف سابقہ امتوں اور سابقہ رسولوں کا ذکر فرما کر مہر لگا دی گئی کہ اب آپ ہی آخری نبی ہیں۔

﴿اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا﴾ (الانعام/۱۵۷)
(ہم نے اُسے اُتارا ہے) تاکہ یہ نہ کہو کہ اُتاری گئی تھی کتاب تو صرف دو گروہوں پر ہم سے پہلے۔

﴿قَالَ ادۡخُلُوۡا فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ (الاعراف/ ۳۸)
اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن مجرموں سے) فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو گزر چکی ہیں تم سے پہلے۔

اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے بعد بھی کوئی امت کا وجود ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ ان امتوں میں داخل ہو جاؤ جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں اور تمہارے بعد گزری ہیں۔

﴿كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (التوبہ/٦٩)

(منافقو) تمہاری حالت بھی ایسی ہے جیسے اُن لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں، پس لطف اُٹھایا انھوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے، اور تم نے بھی لطف اُٹھایا اپنے (دنیوی) حصہ سے اسی طرح جیسے لطف اُٹھایا انھوں نے جو تم سے پہلے ہو گزرے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور (لذتوں میں) تم بھی ڈوبے رہے جیسے وہ ڈوبے رہے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ (یونس/١٣) اور بیشک ہم نے ہلاک کر دیا کئی قوموں کو جو تم سے پہلے تھیں جب وہ زیادتیاں کرنے لگے۔

تم آخری نبی کی آخری قوم ہو، تمہارے بعد اب کسی نبی کی قوم نہیں ہوگی اس لئے اُن کی ہلاکت کا ذکر ہی نہیں ہوگا

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ (یوسف/١٠٩)
اور ہم نے (رسول بنا کر) نہیں بھیجے آپ سے پہلے مگر مرد، جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی بستی والوں سے۔

کفار اپنی اس غلط فہمی کا بار بار اظہار کر چکے تھے کہ انسان اس قابل نہیں کہ وہ مرتبہ نبوت پر فائز ہو سکے۔ اس کے لئے تو کوئی فرشتہ ہونا چاہئیے جو بشری کمزوریوں سے مبرّا ہو۔ اُن کے اس وسوسہ کا ردّ فرما دیا کہ ہماری سنت یہی ہے کہ ہم انسانوں کی طرف انسان ہی نبی بنا کے بھیجتے ہیں تا کہ افادہ اور استفادہ صحیح طور پر ہو سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء تشریف لائے سب انسان (مرد) تھے ۔۔ حضور ﷺ سب سے آخری نبی ہیں یقیناً آپ سید البشر، افضل البشر و خیر البشر ہیں۔

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ (الرعد/۳۱، الانبیاء/۴۱)
اور بیشک تمسخر اُڑایا گیا رسولوں کا جو آپ سے پہلے گزرے۔
﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾ (الرعد/ ۳۸)
اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کئی رسول بھیجے اور بنائیں ان کے لئے بیویاں اور اولاد۔
﴿اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴾ (ابراہیم/ ۹)
کیا نہیں پہنچی تمہیں اطلاع ان (قوموں) کی جو پہلے گزر چکی ہیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود۔
﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾ (الرعد/ ۳۸)
اور بیشک ہم نے تم سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے۔

جس طرح یہ حقیقت ناشناس اور عقل کے اندھے آپ سے بے باکیاں اور گستاخیاں کرتے ہیں، یہی دستور ان کے پیشرؤوں کا بھی تھا۔ اُن کے پاس بھی جب اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی تشریف لے آتا تو وہ بھی اس پر آوازے کستے اور پھبتیاں اُڑاتے۔ ہر زمانہ اور ہر زمانہ والوں کے لئے علحدہ علحدہ رسول تشریف لائے۔ ہمارے رسول سالم عالم کے لئے ہیں۔
﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ (الاحزاب۳۳/۴۶) چراغ ہر گھر کا علحدہ ہے مگر سورج سب کا ایک ہے۔ سورج ساری کائنات کو روشن کر چکا ہے اب کسی چراغ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
آیت میں صرف پہلی امتوں میں رسول بھیجنے کا ذکر ہے بعد کا اشارہ بھی نہیں ہے۔
﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (النحل/۴۳) اور ہم نے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو، ہم اُن کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔
﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ (النحل/۶۳)
بخدا! ہم نے آپ سے پہلے مختلف قوموں کی طرف (رسولوں کو) بھیجا ہے۔

﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴾
(بنی اسرائیل/۷۷) (یہی ہمارا) دستور ہے اُن کے بارے میں جنھیں ہم نے بھیجا آپ سے پہلے رسول بنا کر اور آپ نہیں پائیں گے ہمارے اس دستور میں کوئی ردو بدل۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (الانبیاء/۷)
(اے حبیب) ہم نے (رسول بنا کر) نہیں بھیجے آپ سے پہلے مگر مردوں کو' ہم نے وحی بھیجی اُن کی طرف۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ﴾ (الحج/۵۲) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے اُن کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔ (کنزالایمان)

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (النور/۳۴)
بے شک ہم نے اُتاری ہیں تمہاری طرف روشن آیتیں اور اُن لوگوں کے بعض حالات جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' اور پرہیزگاروں (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں) کے لئے نصیحت۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ﴾ (الفرقان/۲۰)
اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر وہ سب کھانا کھایا کرتے اور چلا پھرا کرتے بازاروں میں اور ہم نے بنا دیا تمھیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ (الروم/۴۷)
اور بیشک ہم نے بھیجے آپ سے پہلے پیغمبر اُن کی قوموں کی طرف' پس وہ لے کر آئے اُن کے پاس روشن دلیلیں۔

﴿وَلَقَدْ اُوْحِىَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ (الزمر/۶۵)
اور بیشک وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور جو آپ سے پہلے تھے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المؤمن/ ۷۸)

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال (قرآن کریم میں) نہ بیان فرمایا۔ (کنز الایمان)

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (حٰم/ ۴۳)

(اے حبیب) تم سے نہ فرمایا جائے گا مگر وہی جو تم سے پہلے رسولوں کو فرمایا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بھی توحید وایمان کی تبلیغ کا ویسا ہی حکم دیا ہے جیسے پہلے رسولوں کو دیا تھا' ورنہ احکام میں بڑا فرق ہے نیز حضور نبی کریم ﷺ کے القاب وصفات تمام انبیاء سے بہت اعلیٰ ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (الشوریٰ/ ۳)

اسی طرح وحی فرماتا رہا ہے آپ کی طرف اور اُن (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف/ ۲۳)

اور اسی طرح جب بھی ہم نے بھیجا آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا تو کہا وہاں کے عیش پرستوں نے کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور ہم اُن کے نشاناتِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔

﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ (الزخرف/ ۴۵)

اور اُن سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے' کیا ہم نے خداوند رحمٰن کے علاوہ کچھ اور خدا بنائے ہیں تا کہ اُن کی عبادت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا نہیں' سب رسولوں سے بھی آپ پوچھیں گے تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات صالحین سنتے بھی ہیں بلکہ جواب بھی

دیتے ہیں' کیونکہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنے پہلے انبیاء سے پوچھیں۔۔اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو سنے اور جواب دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء بعد وفات عالم کی سیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔۔نہ ہی وہ مردہ ہیں اور نہ ہی اپنی قبروں میں نظر بند ہیں۔

اس آیت میں جو سوال ہوا ہے وہ انکاری ہے یعنی سارے انبیاء آپ سے یہی عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات نہیں جس کی عبادت کی جائے' معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اصل توحید و ایمان میں مشترک ہیں۔۔فروع میں اختلاف ہے۔خیال رہے کہ یہاں گذشتہ نبیوں سے پوچھنا مراد ہے کیونکہ یہود ونصاریٰ تو یہی کہتے تھے کہ ہمارے نبی اس پرستش کا حکم دے گئے ہیں اور انہوں نے توریت وانجیل میں لکھ بھی دیا تھا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ سے یہ نہ فرمایا گیا کہ ان انبیاء کی قبور پر جا کر پوچھو۔۔ پتہ لگا کہ وہ حضرات خود سید المرسلین ﷺ سے ملنے آتے ہیں۔ (نورالعرفان)

ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ختم نبوت کے ضمن میں قرآن کریم سے صرف چالیس آیات کو پیش کیا ہے۔ ان آیات میں اور ان کی امثال دوسری آیات میں جہاں کہیں نبی یا رسول یا وحی و کتاب بھیجنے کا ذکر ہے سب کے ساتھ **مِنْ قَبْلِ** اور **مِنْ قَبْلِكَ** کی قید لگی ہوئی ہے' کہیں **مِنْ بَعْدِ** کا اشارہ تک نہیں۔۔اگر ختم نبوت اور انقطاع وحی کا دوسری آیات میں صراحۃً ذکر نہ ہوتا تو قرآن کا یہ طرز ہی اس مضمون کی شہادت کے لئے کافی تھا۔ مسئلہ ختم نبوت پر قرآنی تصریحات اور احادیث متواترہ کی شہادت اور امت کا اجماع تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو علمائے اہلسنت و جماعت کے رسائل دیکھیں۔

فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

مُحبّتِ رَسُول

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی، میرا ایمان بھی روحِ ایمان بھی
مہبطِ وحیِ آیات بھی اور قرآن بھی، روحِ قرآن بھی
نور و بُشریٰ کا یہ امتزاج حسین جیسے انگشتری میں چمکتا نگیں
عالمِ نور میں نورِ رحمٰن بھی، عالمِ انس میں پیکر انسان بھی
نہ نبی کو ملی وسعتِ دم زون نہ ملک کی زباں کو مجالِ سخن
طامع اللہ وقتٌ سے ظاہر ہوا ہے تمہارے لئے ایک وہ آن بھی
مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ
دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی، عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی
کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا، رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی، عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی
ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا، یہ بتا طائر سدرۃ المنتہٰی
ہے تیرے سامنے عالمِ کُن فکاں، تو نے پائی کسی میں مری شان بھی
بولے یہ حضرت جبرئیل امیں، اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہو ترا مثل کوئی کبھی اور کہیں، رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

عبدیتِ مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

اشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لاشریک لہ‘
واشہد ان محمدا
عبدہ‘ ورسولہ

مَلکُ التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

شرح اسماءالحسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل	۱۰۰/	حقیقتِ توحید	۱۷۰/	سُنّی بہشتی زیور اشرفی	۱۲۰/
فضائل **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه**	۲۵/	حقیقتِ شرک	۵۰/	امہات المؤمنین	۸۰/
شیطانی وساوس کا قرآنی علاج	۳۰/	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	۳۰/	حضور ﷺ کی صاحبزادیاں	۳۵/
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)	۸/	شانِ مصطفیٰ ﷺ	۱۰۰/	عورتوں کا حج وعمرہ	۵۰/
قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی	۸/	سُنّت وبدعت	۶۰/	گناہ اور عذاب الٰہی	۲۰/
ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج	۸/	اسلامی نام	۲۰/	مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ	۲۵/
نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)	۱۰/	سید الانبیاء ﷺ	۲۰/	عبدیت مصطفیٰ ﷺ	۲۵/
شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج	۸/	اطاعتِ رسول	۱۵۰/	مظہر ذات ذوالجلال	۶۰/
بسم اللہ کے حیرت انگیز فوائد	۸/	معرفتِ الٰہی	۳۰/	معارف اسم 'محمد' ﷺ	۲۰/
عذابِ قبر سے نجات	۸/	ذکر الٰہی	۳۰/	شہادتِ توحید ورسالت	۲۵/
آیت الکرسی کے روحانی برکات	۸/	برکاتِ توحید	۵۵۰/	قصص المنافقین من آیات القرآن	۱۵۰/
بلاؤں کا علاج	۸/	توبہ واستغفار	۲۰/	ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال	۱۵/
طلب اولاد	۸/	قرآنی علاج	۸/	تبلیغی جماعت کی گستاخانہ تعلیمات	۲۰/
وظیفہ آیت کریمہ حل المشکلات	۸/	مقدمات میں کامیابی	۸/	جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب	۱۵/
رُوحانی علاج	۱۰/	فاتحہ سے علاج	۸/	جماعت اہلحدیث کا فریب	۱۰/
میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ	۸/	آیاتِ حفاظت	۸/	اہلحدیث اور شیعہ مذہب	۱۵/
آیاتِ رزق	۸/	قرض سے چھٹکارہ	۸/	جماعت اہلحدیث کا نیا دین	۲۵/
وظیفہ کلمہ طیبہ	۸/	رقت انگیز دُعائیں	۸/	کرامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۵۰
رنج وغم کا علاج (سکونِ قلب)	۸/	نظرِ بد کا توڑ	۸/	نصابِ اہلسنت	۲۰۰
جنات وشیاطین سے حفاظت	۸/	فتنہ اہلحدیث	۱۸۰	مہلک امراض کا امراض	۸/
قرآن مجید کے غلط وگستاخانہ تراجم	۲۰/	خلقِ عظیم	۳۰/	تذکرہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	۱۰۰/
قربانی اور اہلحدیث	۱۵/	سُنّتِ مسواک	۸/	سیرتِ رسولِ عربی ﷺ کی جامعیت	۵۰/
اہلحدیث اور قادیانی	۱۵/	حَیاء اور پردہ	۷۰/	شبِ قدر	۳۰/
اسلام اور توہم پرستی	۲۵/	اسلام کا نظام اخلاق	۴۰/	شانِ صوفیاء میں اہلحدیث کی	۴۰/
تفسیر ویل	۱۰۰	برکات تہجد	۲۵/	گستاخیاں	
				جسمانی دَردوں کا علاج	۸/

شانِ عبدیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کو جن کمالات وامتیازات سے نوازا' ان میں سب سے بڑا امتیاز وکمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے۔

عربی زبان میں **عبد** کا معنی غلام اور بندہ کے ہیں اور کسی کے **عبد** ہونے کو عبدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عبد کے معنی ومفہوم کے بارے میں عام لوگوں کے ذہن میں ایک غلط فہمی ہے کہ لفظ **عبد** کا اطلاق صرف انسان پر کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اپنی معنوی وسعت کے اعتبار سے لفظ **عبد** جملہ موجودات کائنات کو محیط ہے کائنات ارضی وسماوی میں موجود ہر چیز بارگاہ رب العزت میں **عبد** کا درجہ رکھتی ہے۔

عبادت کے لائق صرف خالق کائنات کی ذات ہے جب کہ خلقت کے اعتبار سے عالم ارضی اور عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہر چیز جن وانس' ملائکہ حیوانات' نباتات جمادات شجر وحجر غرض کہ کائنات بسیط کے ہر ہر گوشے میں پائی جانے والی ہر چیز اپنے خالق ومالک کے ساتھ رشتہ بندگی میں منسلک ہے۔

'**عبد**' کے معنی عابد بھی ہوتے ہیں اور غلام وخادم کے بھی ہوتے ہیں جب **عبد** کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے گا تو '**عبد**' کے معنی عابد ہوں گے اور جب غیر اللہ کی طرف نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم وغلام۔۔لہذا عبد النبی کے معنی نبی کا غلام قرآن کریم فرماتا ہے: حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ﴿**قُلْ یٰعِبَادِیَ**﴾ فرمادو (یعنی اپنی اُمت سے فرمادو) اے میرے بندو ﴿**قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا**﴾ (الزمر/۵۳)

تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید و مایوس نہ ہو۔بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

اس آیت میں ﴿**یٰعِبَادِیَ**﴾ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بندے ہیں یعنی غلام اور

خادم کے معنوں میں بندے کہا گیا۔ اب اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے محبوب فرمادو کہ اے میرے غلامو!۔

اب اس خطاب سے کفار خود بخود نکل گئے کیونکہ حضور ﷺ کے غلام اور خدام تو مسلمان ہی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے 'ازالۃ الخفاء' میں حدیث نقل کی ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا **کنت عبدہ وخادمہ** میں حضور ﷺ کا بندہ اور خادم ہوں۔

صحابہ کرام نے بھی بارہا فرمایا کہ **کنت اناعبدہ وخادمہ** میں حضور ﷺ کا عبد اور خادم ہوں۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'حقیقت شرک')

خالق کے ساتھ رشتہ بندگی کے استوار کرنے کو مقام عبدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ارشاد قرآنی کے مطابق آسمانوں اور زمین ہر ایک کو اس کے مقام عبدیت سے روشناس اور آگاہ کر دیا گیا ہے اور کائنات کی ہر چیز اور وجود اپنے معبود حقیقی کے حضور تسبیح وتہلیل وعبادت میں مصروف ہے۔ ﴿**اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا**﴾ (مریم ۱۹:۹۳) آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی (آباد) ہیں (خواہ فرشتے ہیں یا (جن وانس) وہ اللہ تعالیٰ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں۔

کائنات ارضی وسماوی میں پائی جانے والی ہر نوع کو مخلوق اپنے مقام کی مناسبت سے درجہ عبدیت پر فائز ہے۔

کفار ومشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدے کا بطلان بڑے واضح لفظوں میں کیا ہے ﴿**بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ**﴾ (الانبیاء ۲۱:۲۶) بلکہ وہ (اللہ تعالیٰ کے) معزز بندے ہیں۔

حقیقت مقام عبدیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں بغایت درجہ عاجزی فروتنی بے مائیگی اور کمال تذلّل کا نام بندگی ہے اور مقام عبدیت اس احساس سے بدرجہ اتم سرشار ہونا ہے بندہ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرط عجز و نیاز سے جھکتا چلا جاتا ہے تو اس کا جوہر زندگی کھلنے لگتا ہے اور وہ مقام عبدیت میں پختہ سے پختہ تر ہوتا جاتا ہے جب بندہ خود کو عاجز بے بس قصوروار وخطاکار سمجھ کر انفعال وندامت کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہوتے ہی اس کے قلب و باطن میں عبدیت کا نور بھر دیا جاتا ہے اور انوار الٰہیہ اس کی باطنی کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس کی جبین بندگی جس قدر فرط و عجز و انکساری سے خالق کائنات کے حضور خم ہوتی ہے اس کا مقام عبدیت نئی بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے لگتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشادگرامی ہے: **وما تواضع احد لله رفعه الله** (مسلم شریف) جو کوئی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہم خدا کی زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں اور مخلوق خداوندی کو حقیر و ادنیٰ سمجھتے ہیں؟ کیا اس غرور، عونیت پر مبنی طرز عمل اپنا کر ہم اس حقیقت سے ناآشنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم کتنے گر چکے ہیں اور دنیا میں ہر جگہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں بارگاہ خداوندی میں حقیقی عزت اس کی بارگاہ بے ہمتا کے آگے جھکنے اور بندگان خدا سے تواضع خاکساری اور عجز و انکسار کا انداز اختیار کئے رکھنے میں مضمر ہے۔ جو درخت جتنا ثمر دار ہوتا ہے وہ اتنا ہی جھکا ہوا ہوتا ہے۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'اللہ تعالیٰ کی کبریائی')

عبد کی اقسام

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئے عبد ہے عبد کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

عبد رقیق : اس سے مراد وہ مملوک غلام ہے جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اوراس کی ملک میں ہو۔ عام مومنین خواہ عاصی ہوں یا مطیع سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ عبد رقیق کے ہیں (دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے سب افراد عبد رقیق کا درجہ رکھتے ہیں)

عبد آبق : اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا سے دور چلا گیا ہو تمام کفار، مشرکین، منافقین اور بد مذہب اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

عبد ماذون : عبد ماذون وہ غلام ہے جو مالک کی ملک اوراس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت صلاحیت، استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار و ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بیچنا، خریدنا، لینا دینا سب کچھ اس کے مالک کا بیچنا، خریدنا، لینا دینا تصور ہوگا۔ (معراج النبی ﷺ۔ غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی)

اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین بمزلہ عبد ماذون کے ہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کے قرب کے مطابق ماذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ عبد ماذون مختلف درجات طے کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے حضور ﷺ ماذونیت کے بلند ترین مقام پر ہیں اور آپ ﷺ ہی کی عبدیت معراج سے سرفراز ہوئی۔ ساری کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اس لئے حضور ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ**﴾ (بقرہ/۲۵۵) وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔

حضور ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں اذن پا کر شفاعت فرمائیں گے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

قیامت کے روز یہ نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا بلکہ اس روز وہی شفاعت فرمانے کی جرأت کرے گا جسے بارگاہ رب العزت سے اس کا اذن شفاعت (اجازت شفاعت) مل چکا ہوگا جیسے انبیاء اولیاء صالحین۔ وغیرہ۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پلک جھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر یہ امور انجام دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ مشرک ہو جائے گا۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (النساء/۶۴) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

﴿مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء۴/۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى﴾ (النجم۵۳/۳ ، ۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی' جو انھیں کی جاتی ہے

(یعنی ہمارے نبی اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رب کی وحی ہوتی ہے)۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال ۸/۱۲) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

﴿اِنَّ الَّـذِيْـنَ يُبَـايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۚ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۚ﴾

(الفتح ۴۸/۱۰) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا، اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ﴾ (الاعراف)

اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

﴿اِنَّـمَـا اَنَـا رَسُـوْلُ رَبِّكِ لاهـب لكِ غُلٰماً زَكِياً﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تاکہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **انـمـا انـا قـاسـم والله يعطى** (صحیح بخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے حضور ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے، حضور ﷺ کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے، حضور ﷺ کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے، حضور ﷺ کا دینا اور حضور ﷺ کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔ مقرب الٰہی ہونے کی بنا پر عبد ماذون مقام محبوبیت پر فائز ہے ایک عام انسان اور عبد ماذون میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ عام انسان نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر بغاوت اور سرکشی کی راہ پر چل نکلتا ہے اور ایسے کو قرب خداوندی سے محروم کر دیا جاتا ہے جب کہ عبد ماذون اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کی بنا پر بے پایاں انعامات ونوازشات کا مستحق

ٹھہرتا ہے۔عبد ماذون عالم رنگ و بو کی رعنائیوں اور دلکشیوں میں کھو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا مدعا اور انتہائے مقصود محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی ہوتا ہے جس کے حصول کے پیش نظر وہ قدم قدم پر بچھے ہوئے رنگینیوں اور دلکشیوں سے سالم و محفوظ گزر جاتا ہے۔اس کی تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہوتی ہے جس کے صلے میں وہ بندگی میں اتنا پختہ اور یگانہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مشیت ایزدی کا ترجمان ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے۔

جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی صفت سمع، بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔جب اللہ تعالےٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل ولایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی۔ اس کے بعد آگ جلتی رہی۔ یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہو گئی اور اس میں فتور آگیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہو گیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں' مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر

آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہوجانے کے باوجود وہ گرم پانی' پانی ہی رہا' آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت' آگ کی حقیقت کے قریب تر ہوگئی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (فانی فی اللہ و باقی باللہ) ان کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دور کردیا جو حیوانات (جانوروں اور درندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے اُن اوصاف) کے قریب کردیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں (سطعات۔اردو ترجمہ مولانا سید محمد متین ہاشمی)

حضور نبی کریم ﷺ کا مقام عبدیت

مقام عبدیت تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے اور بلا شبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر فائق ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا اُن میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے حضور ﷺ اسلئے افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔حضور ﷺ کا مثل ازل سے ابد تک کائنات کی سب مخلوق میں کوئی نہیں ہے آپ ﷺ ایسے مہتمم بالشان اور کمال کی انتہاؤں کو چھونے والے مقام عبدیت کے حامل ہیں جو انتہائی نیاز مندی' فروتنی اور احساس بندگی سے عبارت ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی امتی ایسے خیالات کو حضور ﷺ کے بارے میں اپنے گوشہ دل میں جگہ دے جو آپ ﷺ اپنے اظہار عبدیت کے طور پر زبان مبارک پر لاتے تھے تو وہ اپنے ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مقام بندگی اس انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ ﷺ عبادت میں ساری رات گریہ کی وہ کیفیت طاری ہوتی کہ آپ ﷺ کا رواں رواں کانپنے لگتا۔ایک دفعہ اسی کیفیت کا غلبہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے توسط سے اپنے محبوب کے پاس یہ پیغام بھیجا۔

﴿طٰـهٰ ۚ مَآ اَنْـزَلْـنَـا عَـلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ﴾ (طٰہٰ/۲) (اے محبوب مکرم) ہم نے تم پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جائیں۔

یہ تو محبّ کا اپنے محبوب سے اظہار محبت کا معاملہ تھا۔مگر حضور ﷺ کا شغف عبادت اس کمال درجے کا تھا کہ بارگاہ صمدیت میں دعا مانگتے کہ مولیٰ مجھے اپنی یاد میں رونے والی آنکھیں اور محبت میں مگن رہنے والا دل عطا فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے کثرت گریہ کو دیکھ کر عرض پرداز ہوتے کہ: آقا آپ ﷺ تو محبوب خدا ہیں اور آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے جس کے دامن میں گناہ گار امتیوں کو بھی مژدہ مغفرت عطا ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کے اضطراب اور کثرت گریہ کا سبب کیا ہے؟

حضور سید المعصومین ﷺ احساس عبدیت سے سرشار ہو کر فرماتے **'افلا اکون عبداً شکوراً'** کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں (صحیح البخاری)

حضور نبی کریم ﷺ بندگی کے بلند ترین مقام پر نظر آتے ہیں عبادت گزاری خشوع وخضوع عاجزی اور تضرع وزاری میں جو درجہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہے عالم زیریں وبالا میں موجود کوئی عام مخلوق اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔گویا آپ ﷺ کی عبدیت پر خود عبدیت کو ناز ہے عبدیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو کر حضور ﷺ کثرت عبادات اور مجاہدے میں اس قدر منہمک اور مشغول رہتے تھے کہ کوئی مخلوق اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔طویل قیام اللیل کے دوران قدوم مبارکہ کا متوارم ہو جانا' تبلیغ ودعوت دین اور جہاد کے میدان میں دشمنوں کے ہاتھوں جسم اقدس کا لہولہان ہو جانا' فاقہ کشی کرنا پے در پے صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھانا' غاروں میں جا کر رونا اور کثرت گریہ وزاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہو جانا' حضور ﷺ کے کمال عبدیت کی آئینہ دار ہیں اور یہ آپ ﷺ کی شان عبدیت کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ کی شان عبدیت اس درجہ کی ہے کہ ساری ساری رات بارگاہ صمدیت میں کھڑے ہو کر مصروف عبادت رہنے کے باوجود عرض پرداز ہوتے ہیں کہ: **ماعبدتك حق عبادتك** (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا!

اس مقام عبدیت پر فائز ہوکر جہاں آپ ﷺ کے نعلین پاک سے عرفا وصلحا کو معرفت عطا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت جو حضور ﷺ کو حاصل ہے وہ صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے اس کے باوجود بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں :
ما عرفنك حق معرفتك (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکا !

جب حضور ﷺ عبدیت کے تقاضوں کو کما حقہ بجالانے کے لئے بارگاہ خداوندی میں مصروف عبادت ہوتے ہیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رات کی ساعتیں پھیل کر دامن قیامت تک دراز ہو جائیں لیکن باری تعالیٰ کی ذات چاہتی ہے کہ اس کا محبوب رات کا کچھ حصہ آرام بھی کرے۔

یہ نکتہ محبت ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ روح اسلام اور معرفت دین سے بے بہرہ نام نہاد بدعقیدہ بد باطن مبلغین اکثر و بیشتر اس نکتہ محبت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور وہ دین اسلام کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جو خشک اور جذبہ محبت سے عاری ہوتی ہے۔

مقصد تخلیق، اظہار عبدیت

حضور ﷺ چونکہ کمال عبدیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے حضور ﷺ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں حضور ﷺ کے بلند ترین خصائص وکمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر آپ کو ''عبد'' ہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ بندوں کے مقامات میں سب سے بلند عبدیت کا مقام ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس مقام کے امام یعنی اس وصف خاص میں سب پر فائق ہیں۔

قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد اس کے پیدا کرنے والے نے عبدیت اور عبادت بتایا ہے اس لئے سب سے افضل واشرف انسان وہی ہوگا جو اس مقصد میں سب سے اکمل وفائق ہو۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات/۵۷)
اورنہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کومگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس آیت کی تشریح یوں بیان فرمائی ہے **وماخلقت الجن والانس الا لامرھم بالعبادہ** یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میں انھیں حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں۔

انسان کو عقل وفہم اعتبار واختیار کی جو نعمتیں ارزانی کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی جبین نیاز اسی ذات کے سامنے جھکائے جس نے اسے پیدا فرمایا اور اپنے گونا گوں احسانات سے اسے مالامال فرمایا۔

اب اگر وہ کسی اور کی عبادت کرنے لگے جو نہ اس کا خالق ہے اور نہ اس کا پروردگار ہے۔ یا اگر کوئی بالکل الحاد ودہریت کا راستہ اختیار کرلے تو گویا وہ اپنی فطرت سے جنگ آزما ہے اور اپنی طبع سلیم کو مسخ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان عبدیت فرمارہا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (الزمر/۱۲) فرمایئے ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کروں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

﴿قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّہٗ دِیْنِیْ﴾ (الزمر/۱۴) فرمایئے اللہ تعالیٰ کی ہی میں عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اپنے دین کو۔

راہ حق میں ثابت قدم رہنے اور شمع توحید کو روشن رکھنے کی تاکید مَیں صرف تمہیں نہیں کررہا ہوں بلکہ میرے رب نے مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ

سے اور عالم غیب میں تمام اولین وآخرین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔

حضور ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کون ہے؟

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے گزرا غار حرا کی خلوت ہو یا حرم کعبہ کی جلوت حضور نبی کریم ﷺ نے ہر مقام پر اپنے مالک حقیقی کا نام لے لے کر ذروں کو بھی گوہر آفتاب بنا دیا۔

ذرا غور کیجئے اس بات میں کہ وہ رسول ﷺ جو دن رات اپنے رب کے نغمات لاہوتی کے ساتھ مکہ کی ہواوں فضاوں کو معطر ومعنبر کر رہے ہوں ان سے بڑھ کر کوئی رب تعالیٰ کی عبادت کر سکتا ہے؟۔

کیا حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی توحید کو جان سکتا ہے۔نہیں !نہیں !!اللہ تعالیٰ کی معرفت پانے کا حق بھی حضور ﷺ نے ادا کیا۔اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا حق بھی حضور ﷺ نے ادا کیا مگر یہ عبد کامل ﷺ جب دنیا سے لاتعلق ہوکر ﴿**وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا**﴾ (المزمل/۸) (اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) کا پیکر بن کر رات رب تعالیٰ کے حضور قیام وسجود میں رب تعالیٰ کو رو، رو کر اپنے دکھڑے سنا رہے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے مولا ! میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔اللہ اللہ۔اتنا عجز اتنا انکسار کہ انسانیت اور عبدیت کے نکتہ کمال پر پہنچ کر بھی کہتے ہے کہ اے مولا ! میں تیری بندگی کا بھی حق ادا نہیں کر سکا !

ادھر محبوب حق بندگی ادا کر رہا ہے تو ان کا رب حق ربوبیت ادا کر رہا ہے کہ اے محبوب تو نے میرے نام کے نعرے لگا لگا کر مکہ کے گلی کوچہ اس کی فضاؤں اور ہواؤں کو منور کر دیا اب تیری بندگی کا تقاضا ہے کہ تجھے ایسے مقام پر فائز کر دیا جائے جس کے آگے محبوبیت کا کوئی مقام نہیں۔تیری محبت کا تقاضا ہے کہ تجھے وہ مقام دیا جائے اور وہ نام دیا جائے کہ نام لینے والوں کی نگاہیں فرط عقیدت سے جھک جائیں۔۔لہذا ہم نے تجھے **احمد الحامدین** بنایا۔ **احمد** کا معنی ہے **احمد الحامدین لربه**: تمام حمد کرنے

والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے ہی آپ محمد بھی بنے۔ **فالمحمد هو الذی حمد مرة بعد مرة** یعنی جس کی بار بار حمد کی جا رہی ہو وہ محمد ہے۔ نہ اپنے رب کی حمد وثنا کرنے میں آپ کا کوئی مثیل ہے' کوئی فرشتہ ' کوئی رسول' کوئی نبی اپنے خداوند کی حمد سرائی اور ثنا گستری میں اس مقام پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس عبدِ محبوب کی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی' کسی اور کو نصیب نہیں۔ جن وانس اس کے ثنا خوان ہیں' حُور وَ ملک اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں اور خود خدا بھی اس کی مدح فرما رہا ہے۔ صرف اس فانی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عالمِ آخرت میں بھی حضور ﷺ کی شان نرالی ہو گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شانِ محمدیت کی تابانیوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہو گا جب دستِ مبارک میں لوائے حمد تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ حبیب مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہو گا۔

رحمت عالم ﷺ کی شان عبدیت

سید دو عالم ﷺ دنیا میں شان رسالت کے ساتھ تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شب معراج کو شانِ عبدیت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کی ذات میں رحمت ہی رحمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات میں حکمت ہی حکمت ہے۔ رسول کی رات میں رفعت ہی رفعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں برکت ہی برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی گفتار میں راحت ہی راحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رفتار میں شوکت ہی شوکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے کردار میں حرمت ہی حرمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے افکار میں رافت ہی رافت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی توہین میں ذلت ہی ذلت ہے۔ رسول کے عناد میں زحمت ہی زحمت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے میں نصرت ہی نصرت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے میں ظلمت ہی ظلمت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ بندۂ اعلیٰ اور رسول اکمل ہیں جن کی عبدیت سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت چمکی اور جن کی رسالت رب تعالیٰ کی الوہیت کا مظہر اتم ہے۔

حضور ﷺ کا مقام بندگی

حضور ﷺ کی بندگی اور دوسروں کی بندگی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور بندوں کو اس پر ناز ہے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ رب کائنات کو اس پر ناز ہے کہ میرے بندے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ**﴾ (التوبہ۹/۳۳ ،الصّف۶۱/۹)
وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر، اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔
﴿**هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۚ**﴾ (الفتح۴۸/۲۸)
وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر، اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔
اور بندے رب تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ ﴿**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**﴾ (الضحیٰ/۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں۔

اور بندے کشتی اسلام میں پار لگنے کو سوار ہوئے۔ حضور ﷺ کشتی پار لگانے کو جیسے جہاز کے مسافر اور کپتان کہ جہاز مسافروں کو پار لگاتا ہے اور کپتان جہاز کو، اس لئے مسافر کرایہ دے کر جہاز میں بیٹھتے ہیں اور کپتان تنخواہ لے کر۔ سواری ایک ہے مگر سواروں کی نوعیت میں فرق ہے۔ لہذا حضور ﷺ کے نماز کلمہ پڑھنے حج وتلاوت قرآن کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ حضور ﷺ ہماری ہی طرح عام بشر ہیں۔۔ ان اعمال سے ہماری عزت ہے اور

حضور ﷺ کے اعمال کرنے کی وجہ سے درس اعمال ملتا ہے۔عزت افزائی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔نماز کو فخر ہے کہ حضور ﷺ نے ان اداؤں سے رب کی عبادت کی۔

حضور نبی کریم ﷺ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق بلندی اور رفعت کے اس مقام پر نظر آتے ہیں کہ کائنات کی تمام عظمتیں اور رفعتیں ایک ہی نقطے پر مرتکز ہوگئی ہیں جو سید المرسلین ﷺ کے مقام محبوبیت کا آئینہ دار ہے۔جس میں ازل سے ابد تک کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عبدیت کے پہلو پر کوتاہ نظر بہک گئے۔اور اپنی نام نہاد علمیت کی رو میں بہہ کر حضور ﷺ کی وسعت علم کو موضوع بحث بنالیا اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔وہ نادان اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ کی انتہا تک پہنچی عبادت گذاری محویت واستغراق تضرع اور حد سے بڑھی ہوئی گریہ زاری آپ کی عبدیت کا وہ رُخ ہے جس پر آپ اللہ تعالیٰ کے سراپا شکر وسپاس بندے نظر آتے ہیں لیکن آپ کا حقیقی مقام وہ ہے جس میں آپ محبوب رب العلمین کی حیثیت سے انتہائی ارفع واعلیٰ مقام پر متمکن ہیں حضور ﷺ کے اس مقام محبوبیت پر یہ حدیث قدسی دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لولاك لما خلقت الافلاك** (کشف الخفاء) اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے مقام عبدیت اور مقام محبوبیت کی تفہیم ہم سے اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے حقیقی مقام کو جو کہ مظہریت حق کا آئینہ دار ہے نظروں میں رکھیں اور آپ کی شان میں تخفیف کا مرتکب ہوکر اپنے ایمان کو کمزور اور مضمحل نہ بنائیں۔ یہ بات ذہن نشین کرلی جائے حضور ﷺ عبد کامل ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

حضور ﷺ کی خلقت اور عبادت میں اوّلیت

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ آپ (سارے کفار سے یا سارے انسانوں سے یا ساری جن وانس سے یا ساری مخلوق سے) فرما دیں۔

﴿قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾ (الانعام/۱۴) فرمائیے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا۔

جس دین کی دعوت دینے کے لئے حضور ﷺ مبعوث ہوئے تھے اُس کو سب سے پہلے قبول کرنے والے بھی حضور ﷺ ہی تھے اس لئے فرمایا کہ تمام اُمت سے پہلے مجھے اپنے رب کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں صاحب روح المعانی کا ایک روح پرور اور ایمان افروز اقتباس ہدیہ ناظرین کرتا ہوں: **فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبة روح نبینا ﷺ وقد اسلم نفسه لمولاه بلاواسطة وکل اخوانه الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی عالم الارواح انما اسلموا نفوسهم بواسطته علیه الصلوٰة والسلام فهو ﷺ المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیهم الصلوٰة والسلام فی عالم الارواح وکلهم امة** (روح المعانی)

عاجزی فرمان برداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک تھی۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے بلا واسطہ اپنے مولائے کریم کے سامنے سرِ عبودیت جھکایا۔ اور تمام نبیوں اور رسولوں نے حضور ﷺ کے واسطہ سے' پس حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء ورسل کے بھی رسول ہیں اور سب حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یہاں امر سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو حضور انور ﷺ کو یہاں دنیا میں تشریف لانے

پر دیا گیا اور اول سے مراد اضافی اول ہے اور معنی یہ ہیں کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلا مسلم مومن اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر مسلم مومن مطیع بنیں۔ عام مفسرین نے یہ ہی معنی کئے ہیں اس صورت میں امر سے مراد حکم قرآنی نہیں بلکہ وہ حکم الٰہی مراد ہے جو حضور ﷺ کے دل میں بچپن ہی میں القاء کیا گیا کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت میں حضور ﷺ کو ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نیز حضور انور ﷺ تو نزول قرآن سے پہلے ہی مومن عارف باللہ ہیں ظہور نبوت سے پہلے شجر و حجر حضور ﷺ کی نبوت کو گواہی دیتے تھے قرآن کریم کی پہلی آیت غار حرا میں جہاں حضور ﷺ چھ ماہ سے عبادت و ریاضت کر رہے تھے لہذا یہ حکم وہ ہے جس کا القاء حضور ﷺ کے قلب میں کیا گیا فقیر کے نزدیک امر سے مراد وہ ہے جو ساری مخلوق کی پیدائش سے پہلے نور محمدی ﷺ کو دیا گیا کہ حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے۔ **اول ماخلق اللہ نوری** اس نور نے ہزار ہا سال رب تعالیٰ کی عبادت کی اس عرصہ میں ایک ہی عابد تھا۔۔ وہ نور محمدی ﷺ۔۔ یا امر سے وہ امر ہے جو میثاق کے دن روح محمدی کو دیا گیا کہ رب نے فرمایا ﴿**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**﴾ سب سے پہلے حضور ﷺ کی روح نے ﴿**بَلٰى**﴾ کہا حضور ﷺ سے سُن کر اور روحوں نے ﴿**بَـلٰـى**﴾ کہا ان دونوں صورتوں میں اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے غرضکہ یہاں ﴿ **امرت** ﴾ میں چار احتمال ہیں: (۱) مجھے قرآن میں حکم دیا گیا (۲) مجھے دنیا میں آتے ہی حکم دیا گیا بطور الہام (۳) مجھے عالم ارواح میں حکم دیا گیا میثاق کے دن (۴) مجھے تمام مخلوق سے پہلے حکم دیا گیا۔

اولیت میں بھی تین احتمال ہیں: (۱) اس زمانہ میں اپنی امت سے پہلے (۲) میثاق کے دن تمام ارواح انسانی سے پہلے (۳) حقیقتہً ساری مخلوق سے پہلے جب صرف میں ہی عابد تھا کروڑوں سال صرف میں نے یہ حکم الٰہی عبادت کی۔

یہ آخری تفسیر قوی ہے یعنی مجھے رب تعالیٰ نے بلا واسطہ اس وقت حکم دیا تھا کہ میں ساری مخلوق میں پہلا مومن پہلا مسلم پہلا مطیع بنوں تمام مخلوق فرشتے انبیاء و اولیاء مجھے دیکھ کر مجھ سے سیکھ کر مومن و مسلم بنے یہ تفسیر بہت دل نشین ہے (تفسیر نعیمی)

حضور ﷺ ہی اول المسلمین ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی زبانی اعلان فرمارہا ہے کہ اے محبوب اپنے اعمال کے متعلق یہ اعلان فرمادو کہ میں ایسی صاف ستھری زندگی والا بنایا گیا ہوں کہ میری ہر قسم کی نماز ہر طرح کی قربانی حتیٰ کہ میری زندگی میری موت دنیا کے لئے یا اپنے نفس کے لئے نہیں ہے یا صرف جنت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ رب العالمین کے لئے ہے کہ میری ہر ادا اس کیلئے ہے کہ رب تعالیٰ راضی ہوجائے ۔ میری اس زندگی وموت نماز وعبادت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے میرا سب کچھ ہے ۔ مجھے فطری طور پر اول سے ہی اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری مخلوق الٰہی میں پہلا رب کا مطیع وفرمانبردار ہوں سارے مطیع وفرمانبرداروں نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سیکھی ہے حضور نبی کریم ﷺ ہی ساری مخلوق میں اول المسلمین ہیں ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ**﴾ (البقرۃ) سب اُس کے حضور گردن ڈالے ہیں ۔۔اور فرمان عالی ہے ﴿**وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**﴾ (ال عمران/۸۳) اور اُسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں ۔۔اور فرماتا ہے ﴿**فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ**﴾ (والصّٰفّٰت/۱۰۳)) تو جب اُن دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی ۔

ان سب میں مسلم بمعنیٰ مطیع فرمانبردار ہے ۔حضور ﷺ اول خلق، اول عابد، اول مطیع ہیں ۔۔عمارت کی بنیاد یعنی پہلی اینٹ پر ہی ساری عمارت موقوف ہے ۔ حضور ﷺ اول خلق ہیں تو ساری مخلوق آپ کے دم سے وابستہ ہے ۔ اگر حضور ﷺ نہ رہیں تو خلق نہ رہے پھر اول عابد کو سارے عابدیں کے برابر بلکہ سب سے زیادہ ثواب ملتا ہے تمام مخلوق کی عبادت کا مجموعی ثواب حضور ﷺ کو ملتا ہے ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ**﴾ (القلم/۳) ضرور تمہارے لئے انتہا ثواب ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اور توحید کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا

ہو کر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ ریزیوں کا مقصد اور میری ہر طرح کی نیاز مندیوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالیٰ ہے میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے ہے میں اس کے ہر حکم کے سامنے سرافگندہ ہوں اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں۔ ارشاد ربانی ہے ﴿**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَاشَرِیْكَ لَه ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ** ﴾ (الانعام/١٦٤) آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، نہیں کوئی شریک اس کا، اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

آیت میں لفظ **نُسُكِ** سے مراد ہر قسم کے نیک اعمال ہیں قربانی بھی اس میں داخل ہے۔۔ حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلے مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اپنی امت میں سب سے پہلے آپ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی، یا اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عرفانِ اتم ہمارے آقا ومولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ نے ہی اپنے رب کی توحید کی شہادت دی۔ **قال قتادہ: ان النبی ﷺ قال کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث** (قرطبی) قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد **انہ اول الخلق اجمع** (قرطبی) یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سب مخلوق سے پہلے ہوئی۔

عموماً مفسرین ﴿ **وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ** ﴾ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح وجسد کی درمیانی

منزلیں طے کر رہے تھے) کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ عبد کامل ہیں جہاں عبودیت کی انتہا ہوجاتی ہے عبودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور ﷺ کو معبود والہ نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ **اشهد ان محمداً عبده ورسوله** میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ بھی اعلان ہو رہا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿**قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنِ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ**﴾ (الزمر/۱۲) فرمایئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

راہ حق میں ثابت قدم رہنے اور شمع توحید کو روشن کرنے کی تاکید میں صرف تمہیں نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرے رب نے مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں حضور کریم ﷺ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین وآخرین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔

عبدیت محمدی ﷺ کا اقرار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا اور اشرفیت کا تاج اس کے سر پر رکھ کر اسے مقام عبدیت میں دوسروں سے ممتاز وسرفراز فرمایا ﴿**لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ**﴾ انسان عبدیت میں تمام مخلوق سے بلند تر درجہ پر فائز ہے اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے مقام عبدیت کا اقرار کرے کہ اس کی عبدیت دوسری تمام مخلوق کے مقابلے میں تقدم اور اولیت کے مرتبے کی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمام بنی آدم کے مقابلے میں عبد کامل کے مقام ومرتبہ پر فائز ہے اسی لئے کلمہ شہادت میں حضور ﷺ کی رسالت کے اقرار واعلان سے پہلے مقام عبدیت کے تقدم کو جز وایمان ٹھہرایا گیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان سے پہلے آپ کی عبدیت کی شہادت ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے دے۔ **اشهدان محمدا عبده ورسوله** میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ دوران نماز حالت تشہد میں کلمہ شہادت ادا کرنے کے علاوہ یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے یعنی اپنی نبوت ورسالت کے اعلان سے پہلے اپنی عبدیت کا اقرار فرماتے۔

عبدیت کے مدراج

ایک عام انسان کی عبدیت ناقص ونامکمل رہتی ہے لیکن درجہ ماذونیت پر فائز ہوکر بتدریج ارتقاء کے نتیجے میں بندہ مقام محبوبیت سے ہمکنار ہو جاتا ہے جس کے آگے عبدیت کاملہ کی منزل آتی ہے عبدیت کاملہ کے دو مدارج ہوتے ہیں جس کے اعلیٰ درجے پر تمام حضرات انبیاء فائز ہوتے ہیں جب کہ ادنیٰ درجے میں حفظ مراتب کے لحاظ سے اولیائے کرام اور صلحائے امت شامل ہیں اس مقام تک رسائی میں مجاہدے اور مشقت وریاضت کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔لیکن جہاں تک عبدیت کاملہ کے اعلیٰ وارفع مقام کا تعلق ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ منزل اکتسابی نہیں کہ جس تک رسائی ہرکس وناکس کو مجاہدہ وریاضت کے ذریعہ نصیب ہوسکے بلکہ یہ سراسر عطیہ خداوندی اور انعام الٰہی کا ثمرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے وہبی طور پر نبوت ورسالت کے بلند منصب کے لئے منتخب فرمالیں چنانچہ حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں رحمتہ للعالمین حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تک انبیاء کرام کا سلسلہ بنی نوع انسان کی رشدوہدیت کے لئے من جانب اللہ مامور رہا اور ہمارے آقا حضور ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ یہ تمام نفوس قدسیہ عبدیت کاملہ کے مقام رفیع سے سرفراز ہوئے۔

مقام عبدیت و رسالت

مقام عبدیت و رسالت میں گہرا ربط و تعلق کارفرما ہے حضور ﷺ کا وصف عبدیت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جب کہ مقام رسالت آپ ﷺ پر خدائے بزرگ و برتر کا خاص انعام اور عطیہ ہے اسی بناء پر نبی کریم ﷺ اپنے مقام عبدیت کا خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے ذکر فرماتے اور پھر اس کے بعد اس عظیم انعام و عطیہ خداوندی کا تذکرہ فرماتے جو بارگاہ صمدیت سے رسالت کی صورت میں آپ ﷺ کو عطا ہوا تھا۔

عبدیت اور رسالت حضور نبی کریم ﷺ کی دو امتیازی شانیں ہیں جن کا کلمہ شہادت میں ذکر کیا گیا ہے شہادت رسالت پر شہادت عبدیت کو مقدم کرنے کا پہلا سبب یہ ہے کہ عبدیت کا تعلق کلیۃً ذات خداوندی سے ہے اور غیر اللہ سے اس کی کوئی نسبت نہیں۔ اس کے برعکس رسالت کا تعلق ایک طرف براہ راست مخلوق خداوندی سے ہے تو دوسری طرف ذات خداوندی سے بھی ہے گویا رسالت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہے چونکہ عبدیت کا مطمعِ نظر سب علائق دنیوی منقطع کر کے خالق حقیقی سے ایسا یک گونہ تعلق استوار کر لینا ہے کہ اسی کی ذات بندے کے کامل انہماک اور توجہ تام کا مرکز و محور بن جائے اس بنا پر کلمہ شہادت میں اس کے ذکر کو اولیت دی گئی ہے اس کے باوصف منصب رسالت الوہی پیغام کو نوع انسانیت تک پہنچانے کا متقاضی ہے رسول کا کام بندگان خدا کی رشد و ہدایت ہے تا کہ وہ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں سے نکل کر ایمان و ایقان کے نور سے بہرہ ور ہو جائیں۔ مقام عبدیت پر جہاں توجہ الی اللہ کا رنگ غالب ہوتا ہے وہاں مقام رسالت پر توجہ الی المخلوق کی کیفیت کا اثر بغائیت درجہ گہرا رہتا ہے کیونکہ رسول کو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خلق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے منصب رسالت پر فائز کیا جاتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مقامِ رسالت ایک عبد کے مقابلے میں بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے

لیکن جہاں تک عبدیت کا تعلق ہے رسول کی ذات اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ عبودیت محکم طور پر قائم کرنے کو اولیت وترجیح دیتی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس مضمون پر دلالت کرتا ہے کہ اے میرے رب میں تیرا رسول برحق ہوں اور میری رسالت تیرے گم کردہ راہ بندوں کو رشد وہدایت سے بہرہ ورکرنے کے لئے ہےلیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ اول وآخر تیرہ بندہ رہوں یہی سبب تھا کہ حضور ﷺ نے کلمہ شہادت میں اپنے مقام بندگی کا خصوصیت سے پہلے ذکر فرمایا۔ مقام عبدیت کو اولیت دینے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ بنی آدم کے قلوب واذہان میں یہ نکتہ جاگزیں کردیا جائے کہ جب آقائے دوجہاں صاحب لولاک ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں کسی فرد کو بارگاہِ صمدیت میں عظمت ورفعت کا وہ مقام حاصل نہیں ہے جو آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو حاصل ہے اور آپ ان سب عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود اپنے مقام بندگی سے دستبردار نہیں ہوئے تو اورکوئی کس قطار وشمار میں ہوسکتا ہے گویا نکتہ توحید کو قلبِ انسانی میں راسخ کرنے کے لئے عبدیت مصطفوی ﷺ کو اس تخصص کے ساتھ متحقق کیا گیا کہ جب معراج میں قاب قوسین کے مقام پر حضور ﷺ کی عبدیت میں سرمو کوئی فرق نہیں آیا تو اورکون سی ہستی خدا کے بعد الوہیت اور معبودیت کی مستحق اور سزاوار ہوسکتی ہے۔کلمہ شہادت میں ذکر عبدیت کے تقدم میں اسی حکمت کی کارفرمائی بدرجہ اتم نظر آئی ہے۔

مقام محبوبیت

رسالت ونبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار رضائے خداوندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلندترین مقام تمام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے تاابدالآباد صرف سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿**وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى**﴾

اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ **(الضحی/۵)**

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبّ ومحبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہر عمل مشیت ایزدی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین مقام یہ بھی ہے کہ جدھر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ **﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾** (البقرۃ/۱۴۴) (اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رخ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس تحویل قبلہ کا حکم بارگاہ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔گویا یہ وہ نقطہ کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقربیت باہم متصل ہوگئیں اور محبّ ومحبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔

شانِ عبدیت ومحبوبیت

شانِ عبدیت	شانِ محبوبیت
حضور نبی کریم ﷺ کی شان عبدیت اس درجہ کی ہے کہ ساری رات بارگاہ صمدیت میں کھڑے ہوکر مصروف عبادت رہنے کے باوجود عرض کرتے ہیں۔ **ما عبدنك حق عبادتك** میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا -- **ماعرفنك حق معرفتك** میں تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکا۔	شان محبوبیت یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کے حریم ناز سے جبرئیل امین اس پیغام کے ساتھ بارگاہ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے ہیں۔ **﴿طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾** (طٰهٰ/۲) اے محبوب مکرم! ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

شانِ محبوبیت	شانِ عبدیت
حضور ﷺ محبوب رب کائنات ہیں جن کے سر پرتاج **لولاک لما** سجایا گیا۔ اس مقام محبوبیت پر حدیث قدسی دلالت کرتی ہے **لولاک لماخلقت الافلاک** (اے حبیب ﷺ) اگر آپ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ محبوبیت کے علومرتبت کا جومقام حضور ﷺ کونصیب ہوا وہ ابدالاباد تک آپ ہی کا حصہ ہے	تبلیغ ودعوت دین اور جہاد کے میدان میں دشمنوں کے ہاتھوں جسم اقدس کا لہولہان ہوجانا' فاقہ کشی کرنا' پے در پے صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھانا غاروں میں جا کر رونا اور کثرت گریہ وزاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہوجانا حضور ﷺ کے کمال عبدیت کا آئینہ دار ہے۔
محبوبیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات چاہتی ہے کہ اس کا محبوب رات کا کچھ حصہ آرام بھی کرلے ﴿ **يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا** ﴾ (المزمل) اے چادر لپٹنے والے (پیارے حبیب ﷺ) رات کو (نماز کے لئے) قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا کم کریں اس سے بھی تھوڑا سا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اختیار دے دیا کہ چاہے نصف رات آرام فرمالیں یا نصف سے کچھ کم یا نصف سے کچھ زیادہ آپ کو اختیار ہے (تفسیر ضیاء القرآن)	جب حضور ﷺ عبدیت کے تقاضوں کو کما حقہ بجالانے کے لئے بارگاہ خداوندی میں مصروف عبادت ہوتے ہیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رات کی ساعتیں پھیل کر دامن قیامت تک دراز ہوجائیں۔

شانِ محبوبیت	شانِ عبدیت
حضور ﷺ کی شان محبوبیت قرآن کریم کے آئینے میں دیکھیں' ارشاد ربانی ہے: ﴿لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ﴾ (البلد/١) مجھے اس شہر (مکہ معظّمہ) کی قسم کہ اے محبوب ﷺ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ شہر مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے صفاومروہ حجراسود اور مقام ابراہیم ہے یہ سب اپنی جگہ عزت وتکریم کی مستحق ہیں لیکن اس آیت کریمہ میں شہر مکہ مکرمہ کی اس حیثیت سے قسم اٹھائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ اس میں تشریف فرماہے یہ شہر اگرچہ گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے لیکن اس مکین ذی شان کی وجہ سے جوعزت وشرف اس کو حاصل ہوا ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ حضور ﷺ کی نسبت سے مکہ معظّمہ کے کوچہ وبازار کووہ حرمت ملی کہ رب تعالیٰ نے ان کی قسم فرمائی یہ شہراس لئے قسم کے لائق ہے کہ وہاں میرے محبوب کے تلوے لگے ہیں۔	مکہ معظّمہ کی ارض مقدس پر رسول مکرم ﷺ شان عبدیت کا پیکر نظر آئے۔ طواف بیت اللہ صفاومروہ کی سعی حجراسود کا بوسہ لیتے ہوئے مقام ابراہیم پر نماز یں ادا کرتے ہوئے اور غار حرا میں کثرت گریہ وزاری کے مظاہرے ہوتے رہے۔

شانِ عبدیت	شانِ محبوبیت
حضور نبی کریم ﷺ کی شان عبدیت کا تقاضا ہے کہ آپ بارگاہ ایزدی میں عاجزی تواضع اور گریہ وزاری کی کیفیت میں ڈوبے ہوئے جھکتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔	شان محبوبیت اس بات کی متقاضی ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو جملہ خلائق میں اٹھاتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ آپ بلندیوں اور رفعتوں کے مقام منتہا پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے تو نور و بشر کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں
شان عبدیت میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْم﴾ (نمل/۴۰) بے شک میرا رب غنی ہے کریم ہے۔	شان محبوبیت میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ﴾ (الحآقۃ/۴۰) بے شک یہ قرآن رسول کریم کے ساتھ خدا کی باتیں ہیں۔
قرآن حکیم کا ارشاد ہے حضور نبی کریم ﷺ شان عبدیت سے فرماتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (بقرہ/۱۴۳) بے شک اللہ تعالیٰ آدمیوں پر نہایت مہربان بے حد رحم والا ہے۔	شان محبوبیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو روف اور رحیم فرماتا ہے۔ ﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (توبہ/۱۲۸) (رسول پاک ﷺ) ایمان والوں پر بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔

شانِ عبدیت	شانِ محبوبیت
شان عبدیت میں حضور ﷺ خود کو بغایت درجہ جھکا جھکا کر عجز و نیاز کا پیکر اتم بنا کر پیش کرتے ہیں۔	جب اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان محبوبیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو وہ انھیں بلندیوں اور رفعتوں سے نوازتا ہے جہاں تک رسائی کسی فرد کے بس میں نہیں۔ جب حضور ﷺ شان محبوبیت میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو خدا کی ذات آپ کو کمالات کی بلندیوں کی انتہا سے ہمکنار کرنے لگتی ہے یہاں تک کہ آپ کے مقام کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگانا بھی کسی فرد بشر کے بس کی بات نہیں۔ گویا شان محبوبیت میں خدا اپنے محبوب کو بلند سے بلند تر مقامات عطا کرتا چلا جاتا ہے۔
حضور ﷺ کو شان عبدیت اس لئے عطا ہوئی کہ ہم اپنے اخلاق و اعمال کی اصلاح کر کے اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔	حضور ﷺ کو شان محبوبیت سے اس لئے نوازا گیا ہے کہ ہم دنیا دار انسان آپ کی حیثیت و عظمت کو سمجھ کر اپنے عقائد درست کر سکیں۔
شان عبدیت میں حضور ﷺ مجسم خلق عظیم اور تواضع و انکساری کا پیکر دکھائی دیتے ہیں۔	حضور ﷺ کی حقیقی عظمت شان محبوبیت کی آئینہ دار ہے اس مقام پر آپ لامکان کی بلندیوں اور قاب قوسین کی رفعتوں پر سرفراز نظر آتے ہیں۔

ذاتی اور عطائی علم غیب

شانِ عبدیت

جب مقام عبدیت درپیش ہوتا ہے تو حضور ﷺ اپنے تمام کمالات کی نفی کرتے ہوئے خود کو بارگاہ رب العزت میں جھکاتے ہیں اور ہر کمال کو اپنے مولا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

جب حضور ﷺ سے ان کے علم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو مقام عبدیت پر وہ علم کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا، علیم وخبیر ذات فقط اللہ تعالیٰ ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ (انعام/۵۹)

اور غیب کی ساری کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔ وہی جانتا ہے جو کچھ خشک وتر میں ہے۔

﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل/۶۵)

اے حبیب ﷺ تم فرمادو کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَافِى الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۚ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾

(لقمان/۳۴) بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی پانی برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے والا ہے۔

﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (انعام/۵۰)

تم فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ غیب جان لیتا ہوں ۔

﴿قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ﴾ (اعراف/۱۸۸) تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

﴿فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَیۡبُ لِلّٰہِ ۚ فَانۡتَظِرُوۡا ۚ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ﴾ (یونس/۲۰)
تم فرماؤ کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

﴿وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَاِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ ۚ فَاعۡبُدۡہُ وَتَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ﴾ (ہود/۱۲۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف ہر چیز لوٹائی جاتی ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ (فاطر)
بیشک آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی دلوں کی بات جانتا ہے

﴿عٰلِمُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡزُبُ عَنۡہُ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ (سبا/۳)
اللہ عالم الغیب ہے آسمانوں اور زمین میں ذرّہ بھر کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

﴿لَہٗ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِہٖ وَاَسۡمِعۡ﴾ (کہف/۲۶) اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ کیا ہی عجیب اس کا دیکھنا ہے اور کیا ہی عجیب اس کا سننا ہے۔

مذکورہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی، ازلی وابدی اور لامحدود علم غیب کو بیان کرتی ہیں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان آپ کی شان عبدیت کو ظاہر کرتا ہے۔

شانِ محبوبیت

مقام محبوبیت میں جب حضور نبی کریم ﷺ کے علم سے متعلق یہی سوال باری تعالیٰ سے کیا جاتا ہے تو اپنے محبوب کے علم کے بارے میں قرآن حکیم کے الفاظ میں جواب یوں مرحمت ہوتا ہے :

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾
(آل عمران/ ۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم عطا کرے
ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنے
مجتبیٰ رسول (منتخب رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسول مجتبیٰ اس لئے کہا
جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع
فرمادیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ یہ
شان محبوبیت ہے)

﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (نسآء/۱۱۳)
اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ
تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ﴾ (نحل/ ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتار
اجس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کر دی گئی اور کتاب کے
سارے علوم و اسرار رسول کو عطا کر دئے گئے تو اب کون سی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے
دائرہ علم و ادراک سے باہر رہ گئی ہو)

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (جن/ ۲۷)
غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسند یدہ رسولوں
کے۔ (سارے رسولوں میں حضور ﷺ کی جو شان ارفع و اعلیٰ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے
لہذا حضور ﷺ کو علم غیب خاص عطا کیا گیا ہے یہ شان محبوبیت ہے)

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (تکویر/۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔
(رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خود غیب جانتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی غیب کی بات بتاتے
ہیں)

﴿اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں ماکان ومایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔

(رسول اللہ ﷺ کو بعطائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے۔ یہ شان محبوبیت ہے) صاحب لولاک سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

☆ **انما انا قاسم والله يعطى** (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

(حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

☆ **الكرامت والمفاتيح يومئذ بيدى** (مشکوٰۃ المصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اور تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوگی۔

☆ **اوتيت مفاتيح خزائن الارض** (مشکوٰۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

☆ **انا قائد المرسلين ولا فخر و انا خاتم النبين ولا فخر وانا شافع واول مشفع ولا فخر** (سنن الدارمی) میں تمام نبیوں کا قائد ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ہے میں خاتم النبین ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے میں شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول ہونے والی ہے لیکن کوئی فخر نہیں۔

☆ **انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا قائدهم اذا وفدوا و انا خطيبهم اذا انصتوا وانا مشفعهم اذا جسوا وانا مبشرهم اذا ايسوا الكرامتة والمفاتيح يومئذ بيدى ولواء الحمد يومئذ بيدى وانا اكرم ولد ادم على ربى يطوف**

علـى الف خـادم كـانهـم بيـض مكـنـون أولـؤلو منشور (سنن الدارمی، الجامع الترمذی، کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ)

روزِ محشر مجھے تمام لوگوں سے پہلے اٹھایا جائے گا اور میں تمام لوگوں کے وفود کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ مشکل میں پھنسے ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا اور جب وہ ناامید ہوں گے میں انہیں بشارت دوں گا۔ تمام کرامتیں اور (خدائی خزانوں) کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لوائے حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا مجھے میرے رب کی قسم میں بنی آدم میں سے افضل پیدا کیا گیا ہوں اور میرے اردگرد ایک ہزار خدام طواف کرتے ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے سفید موتی یا چمکتے ہوئے درِ منشور۔

☆ **اعلیٰ درجة فی الجنة لا ينالها الا رجل واحد وأرجو أن اكون انا هو۔**

(مشکوٰۃ المصابیح، الجامع الترمذی) جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جہاں کسی کی رسائی نہ ہوگی مگر ایک ہستی کی اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔

☆ **اذا كـان يـوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فـخـر** (الجامع الترمذی، کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ) جب قیامت کا دن آئے گا تو میں نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کروں گا بغیر فخر کے

شانِ عبدیت

مقامِ عبدیت پر حضور ﷺ اپنے آپ کو پیکرِ عجز و نیاز اور ادنیٰ و بے کس بندہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی امتی کو حق نہیں پہنچتا کہ سید عالم ﷺ کے غایت درجہ عجز و نیاز تواضع وانکسار اور خشوع وخضوع کے پیش نظر آپ کے مقام رسالت کا تعین کرنے لگے اور آپ ﷺ کے مظاہر بندگی سے دھوکا کھا کر آپ کے معیار رسالت کو ایک عام بشر

کے درجے پر لے آئے حضور ﷺ کے بارے میں ایسے سطحی اور کمتر خیالات کو دل میں جگہ دینا متاع ایمان کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے۔

حضور ﷺ کے مقام عبدیت کو ایک سادہ فہم مثال سے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے فرض کیجئے کوئی باپ اپنے باشعور بالغ بچوں کے سامنے اپنے بوڑھے والد بزرگوار کی خدمت میں انتہائی مودب اور متواضع انداز اختیار کئے رہتا ہے اس کے پاؤں دباتا ہے جوتے سیدھے کرتا ہے اور اس کی خدمت گزاری اور ناز برداری میں کوئی کسر اٹھائے نہیں رکھتا تو کیا اس کے بچوں کے لئے اپنے باپ کو خادم کا درجہ دینا روا ہوگا۔ اگر بچوں کی تربیت صحیح نہج پر ہوئی ہے تو وہ اپنے باپ کی اس تواضع اور خدمت گزاری کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے لائق تقلید سمجھیں گے۔ اسی طرح ایک استاد کا اپنے شاگردوں کے سامنے اپنے سن رسیدہ استاد کی خدمت اور تعظیم وتکریم کرنا بھی اپنے شاگردوں کے دل میں استاد کی قدر ومنزلت بڑھانے اور استاد کی خدمت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

اسی تمثیل سے حضرات انبیاء اور آقائے نامدار ﷺ کی عبادت گزاری اور اظہار عجز و نیاز کو دیکھ کر کسی امتی کا ان کی شان کے منافی سوءادب کے کلمات زبان پر لانا اس کے ایمان کو خطرے میں ڈال دے گا۔

بندگان خدا عبدیت کے ارتقائی مدارج طے کر کے جب کمال حاصل کرتے ہیں تو انھیں مقام شکر تک رسائی نصیب ہوتی ہے جس پر انھیں بارگاہ ایزدی سے یہ خوشخبری سنائی جاتی ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم/۱۴) اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا۔

شکر بجالانا اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مزید دروازے کھول دینے کا موجب بنتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **وما تواضع احد لله الا رفعه الله** (صحیح مسلم)

جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے مراتب) کو بلند کر دیتا ہے۔

حضور ﷺ کے اس قول مبارکہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بندہ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں جھکتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے اس کے درجات بلند سے بلندتر کردیئے جاتے ہیں۔

اس تمہید اور گفتگو کا حاصل یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ مقام عبدیت پر جو کچھ اپنی ذات ستودہ صفات کی طرف منسوب فرماتے ہیں وہ فقط آپ کا حق ہے اور کسی کے لئے روا نہیں کہ وہ چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ان ہی کلمات کو اپنی زبان پر لائے۔

جو حضور ﷺ نے اپنی نسبت اظہار بندگی کے طور پر ادا فرمائے تھے۔ یہ حق کسی کو حاصل نہیں کہ وہ مقام عبدیت پر حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کے پیمانے پر آپ کے مقام ومرتبہ کو ناپنے لگے۔

مقام بندگی کے مظہر کلمات عجز و نیاز کی بنیاد پر حضور ﷺ کی پیغمبرانہ عظمت کا تعین کرنا اہل ایمان کا حق نہیں بلکہ ان کا شیوہ تو یہ ہونا چاہئے کہ وہ سرکار رسالت سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ کا ذکر باری تعالیٰ کے نوازے ہوئے القابات رحمتہ للعالمین حامل فضل عظیم صاحب خلق عظیم صاحب قاب قوسین مالک حوض کوثر امام المرسلین اور صاحب حق مبین جیسے قرآن حکیم میں فرمائے ہوئے القابات توصیفی انداز میں بیان کرے۔

شانِ محبوبیت

مقام محبوبیت پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضور ﷺ کی ذات گرامی کو ان توصیفی کلمات سے روشناس کراتے ہوئے اپنی ساری نعمتیں اپنے محبوب کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (فتح / ۲۹) (جان عالم) محمد رسول اللہ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تو انھیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ تعالیٰ کا فضل ورضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کا نشان ہے۔ یہ اُن کی صفت توراۃ میں ہے اور اُن کی صفت انجیل میں بھی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ۹/۳۳ ' الصّف۶۱/۹) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اگر چہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۚ﴾ (الفتح ۴۸/۲۸) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب۳۳/۴۶) اے نبی مکرم: ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سُنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا (ضیاء القرآن)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سُنا تا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنز الایمان)

﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (فرقان/۱)
بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبدِ خاص پر قرآن اُتارا جو سارے جہانوں کے لئے نذیر ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا۳۴/۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں

سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(ال عمران) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے، پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الجمعۃ)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمّیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سُناتا ہے، انھیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت، اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۗ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (الفتح ۴۸/۹) بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشی وڈر سُناتا، کہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو، اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو (کنزالایمان)

بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سُنانے والا (عذاب سے) بَروقت ڈرانے والا، تا کہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر اور تا کہ تم اُن کی مدد کرو اور دل سے اُن کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام (ضیاء القرآن)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (اعراف/۱۵۸)

تم فرمادو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنکر آیا) ہوں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَالنَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ﴾

(سبا۳۴/۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿یٰسٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴾ (یٰس/۴) یٰس ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے، تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے، اور اُن کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ یہ لوگ جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آواز پست کرتے ہیں (اپنی فطری آواز کو دباتے ہیں، جس کو اُبھارنے کی طاقت ہے اس کو دبا رہے ہیں۔ جس کو بڑھانے کی استعداد ہے اس کو دبا رہے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقوے کے لئے چُن لیا ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (حجرات/۴) بیشک جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس خود تشریف لاتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ (انفال/۲۴) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے پکارنے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْـمٌ ﴾ (بقر/۱۰۴) اے ایمان والو (دوران گفتگو نبی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے) راعنا مت کہا کرو بلکہ یوں عرض کیا کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے نبی کے ارشادات خوب غور سے سنا کرو۔ اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے

﴿لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (النور)

رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْـرٌ لَّـكُـمْ وَاَطْهَـرُ ۭ فَـاِنْ لَّـمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (مجادلہ/۱۲) اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں اس کی مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (الحدید/۳)

وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدراج النبوت کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ یہ آیت کریمہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفیٰ ﷺ بھی۔ یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور حضور ﷺ کی عطائی ہیں)

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران/۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء۴/۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۭ ﴾

(النساء۴/۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔

﴿اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ (البقرۃ)

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر۔

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء۲۱/ ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

﴿ اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ﴾ (الاحزاب/ ۷)

نبی مومنوں سے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر اور جانوں کے مالک ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ﴾

اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا کیونکہ آپ ان میں ہیں

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّكُمۡ﴾ اے لوگو! تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے، پس تم ایمان لاؤ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

﴿قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ﴾ (المائدہ/ ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ (الفرقان۲۵/ ۵۶)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شان محبوبیت میں یہ چند آیات کریمہ پیش کی گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخیر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔

قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

شانِ محبوبیت اور سنت الٰہی

انبیاء ومرسلین کے درمیان حضور سید المرسلین ﷺ کی شان محبوبیت امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر انبیاء کو اپنی امت کے اعتراضات کا جواب خود دینا پڑا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

کفار کے اعتراضات

اور

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب

(۱) کفار مکہ نے کہا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ (حجر/٦)

اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تم یقیناً مجنون ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

﴿مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ (قلم/٢) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں

(۲) کفار مکہ نے مسلمانوں سے کہا:

﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ (فرقان/ ٨)

تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہوئے جس پر جادو ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ (فرقان/ ٩)

اے محبوب ذرا دیکھو کہ کیسی باتیں یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں یہ ایسے گمراہ ہو گئے کہ اب ہدایت کی کوئی راہ ان پر نہیں کھل سکتی۔

(۳) کفار مکہ نے قرآن کی بابت کہا:

﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (انفال/۳۱)

اگر ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے۔ یہ تو صرف اگلوں کے قصے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۸)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کے مثل کچھ بنا کر لے آئیں تو اس کا مثل وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے اگر چہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

(۴) کفار مکہ نے کہا:

﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۷)

یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا :

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۲۰) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

(۵) کفار مکہ نے کہا:

﴿لَسْتَ مُرْسَلًا ﴾ (رعد/۴۳) (اے محمد ﷺ) تم رسول نہیں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔

﴿يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ﴾ (یٰس/۴) یٰسٓ۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

(۶) کفار مکہ نے کہا:

﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۴) کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۵) اے محبوب تم فرمادو کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے۔

نزول قرآن اور شان عبدیت

حضور ﷺ چونکہ کمال عبدیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے آپ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور ﷺ کے بلند ترین خصائص وکمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر حضور ﷺ کو عبد ہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن حکیم کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (فرقان/۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اُتارا جو سارے جہانوں کے لئے نذیر ہے

بڑی (خیرو) برکت والا ہے۔ وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندہ پر تا کہ وہ بن جائے سارے جہاں والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا (ضیاءالقرآن)

اس آیت کا ترجمہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یہ کیا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو (کنزالایمان)

حضور محمد مصطفٰے ﷺ اپنی عبدیت میں ایسے مشہور ہیں کہ اس خاص لفظ سے ہر ایک کا خیال حضور ﷺ کیطرف جاتا ہے خیال رہے کہ عبد اور عبدہ میں بڑا فرق ہے عبد تو رحمت الٰہی کا منتظر ہے اور عبدہ کی رحمت الٰہی منتظر ہے۔ عبدہ وہ ہے جس کی عبدیت سے اللہ تعالےٰ کی شان الوہیت ظاہر ہو حضور ﷺ بے نظیر بندے ہیں ﷺ (نورالعرفان)

قرآن کا نزول اس عبد کامل پر ہوا جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے عبودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے اور اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب ترین اور اکمل ترین بندہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے خوفناک انجام سے بروقت متنبہ فرما دے۔

للعالمین کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت سارے جہانوں کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور ﷺ کی رسالت کا پرچم لہراتا رہے گا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (الکہف/۱)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر یہ کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرا کجی (اور معاش و معاد کو) درست کرنیوالی ہے (ضیاء القرآن)

سب ستائشیں اُسی ذاتِ بے ہمتا کو زیبا ہیں جس نے اپنے محبوب بندے پر یہ کتاب نازل فرما کر انسانیت کی شبِ دیجور کو صبح نور سے آشنا کیا ہے۔ عبدہ' سے مراد صاحبِ قرآن اور الکتاب سے مُراد قرآن کریم ہے۔ عبدہ' میں کوئی التباس نہیں۔ کیونکہ مقامِ عبدیت کاملہ پر صرف یہی ذات بابرکات فائز ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی صفت میں اوجِ کمال پر پہنچتی ہے تو جب اس صفت کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مُراد وہی موصوف ہوگا۔

جس کسی کو عبدیت کا جتنا کچھ عرفان نصیب ہوا' اسی کے طفیل ہوا۔

تمام انبیاء حضور ﷺ کے بحرِ کرم سے چُلّو بھر رہے ہیں اور حضور ﷺ کے ابرِ رحمت سے ہونٹ تَر کر رہے ہیں۔ یہی وہ ذات اقدس ہے جس کا ظاہر و باطن مکمل ہے۔ پھر کائنات کے خالق نے اس سراپا حُسن و خوبی کو اپنا حبیب منتخب فرمایا ہے۔

اسی طرح جب الکتاب کہا جائے گا تو فوراً ذہن اس صحیفہ کاملہ اور نسخہ کیمیا کی طرف منتقل ہوگا جو قرآن کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح صاحبِ کتاب اپنی شانِ عبدیت اور مقامِ بندگی میں بےنظیر ہے اسی طرح یہ کتاب بھی بے عدیل ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

تمام تعریفیں، حمد ہوں یا ثنا، تسبیح ہو یا تقدیس، ابدی، ازلی، قدیمی، حدثی، استمراری، استقراری، باقی، عارضی ۔۔ سب اسی اللہ جل شانہ کے لئے ہیں جس نے عظیم کرم رحمت شفقت انعام اعلام احسان فرماتے ہوئے اس معراج پر چڑھنے والے عبدہ اپنے ایسے عظیم بندے پر نیچے اتار کر نازل فرمائی ایک قدیمی کتاب۔ وہ بندہ جس کی شان عرش فرش لامکان پر عبدہ ہے وہ عبد جس کی عبدیت اوج کمال پر ہے جس کی عبدیت کے لئے کسی جہت سمت مکان وزمان وقت وساعات مسجد و مدرسہ خانقاہ مزارات کی قید نہیں، جس کی عبدیت نے ساری زمین کو مسجد اور ساری شریعت کو عالمگیر مصلیٰ بنا دیا۔ ایسے بندے پر وہ عظیم کلام نازل فرمایا جو ازل قدیم سے کتاب ملکوتی و قانون جبروتی ہے۔

معراج عبدیت کی شان ہے کہ عبد بلندی پر پہنچا اور نزول کتاب نورانیت کی شان ہے۔

نبی کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں اور تمام مخلوق بھی بندے، مگر فرق یہ ہے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد مطلق ہیں اور باقی تمام عبد مقید ہیں۔ عبد مطلق کسی کا محتاج نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، لیکن عبد مقید عبد مطلق کا محتاج ہوتا ہے یہ فائدہ عبدہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لئے کہ عبد مطلق عبد حقیقی ہوتا ہے اور عبد حقیقی عبد کامل بن کر محبوبیت کے مقام پر قائم ہو جاتا ہے محبوب کو کسی غیر کا محتاج نہیں چھوڑا جاتا۔ (تفسیر نعیمی)

سورۃ الحدید میں بھی حضور ﷺ کو عبدہ کے خصوصی لقب سے یاد فرمایا گیا۔

﴿**هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**﴾ (الحدید/۹) وہی ہے جو نازل فرما رہا ہے اپنے (محبوب) بندہ پر روشن آیتیں تاکہ تمہیں نکال لے (کفر کے) اندھیریوں سے (ایمان کے) نور کی طرف۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرمانے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

معراج عبدیت

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ (بنی اسرائیل/۱)
(ہر عجز و ناتوانی سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب بندے کو سیر کرائی۔

حضور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ واقعہ معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے محمد رسول اللہ ﷺ کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد الحرام (کعبۃ اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی سیر کرایا اور وہاں سے ساتوں آسمان کا طویل سفر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں نشانیوں کی تفصیلات میں انبیاء سابقین سے ملاقات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء وسابقین کی امامت ملاء اعلیٰ کے فرشتوں سے ہمکلامی آسمانوں کے عجائب وغرائب کا معائنہ جنت ودوزخ کی سیر، سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اعظم کا مشاہدہ اور سب سے بڑھ کر لامکان تک عروج اور ذات کبریا کا دیدار یہ ساری چیزیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر ﴿بِعَبۡدِہٖ﴾ بندے خاص کے لفظ سے فرمایا ہے۔ جس کی متعدد حکمتیں ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علو مرتبت کو دیکھ کر امت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس طرح عیسائی کمالات عیسوی کو دیکھ کر مبتلا ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ بارگاہ صمدیت میں مقام ﴿قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی﴾ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: **بم اشرفك يامحمد** اے سراپا حمد وستائش۔ آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں تو حضور ﷺ نے جواباً عرض کی **بنسبتى اليك بالعبودية** مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے شرف فرما۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر معراج کے وقت اسی لقب کا ذکر فرمایا جو اس کے حبیب نے اپنے لئے خود پسند فرمایا تھا۔ غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

معراج کے بیان میں عبدہ فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ باوجود اس قرب عظیم

کے جوشب معراج میں میرے حبیب ﷺ کو حاصل ہوا وہ میرے عبد ہی ہیں معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کی عبد ہے لیکن جس کو تمام عباد کاملین میں سب سے زیادہ کامل اور عبد اکمل کہا جا سکے وہ وہی ہے جسے عبدہ سے تعبیر فرمایا ہے عبدہ کے معنی ہیں اللہ کا بندہ اور اللہ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی ہے اسراء اور معراج میں اس عبد مقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب نصیب ہوا اور مرتبہ قاب قوسین کی نزدیکی حاصل ہوئی وہ اولین و آخرین میں سے آج تک نہ تو کسی کو حاصل ہوئی ہے نہ ہوگی اور نہ ہوسکتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے جملہ عباد میں عبد کامل صرف عبدہ ہے۔ (معراج النبی ﷺ)

حضور نبی کریم ﷺ دنیا میں شان رسالت سے تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شان عبدیت سے حاضر ہوئے اس لئے یہاں عبدہ فرمایا۔

نبی کریم ﷺ روف رحیم کے ہزار لقب اور صفاتی نام ہیں مگر آج **رسولہ' حبیبہ' مزمل' مدثر' یٰسٓ' طٰہٰ** نہیں فرمایا بلکہ' عبدہ' فرمایا۔ یہ اس لئے کہ رسول نبی وغیرہ قانونی اور عہدے کے نام ہیں وہ دفتر اور دربار میں بولے جاتے ہیں لیکن آج تو اپنے گھر روانگی ہے لہذا گھریلو لقب بولا گیا۔ یا اس لئے کہ بندوں کے پاس گئے تو رسول نبی رحمت عالمین بن کر گئے آج اپنے رب کے پاس آرہے ہیں لہذا یہی لفظ مناسب یا اس لئے کہ اے کائنات والو تم ہمارے حبیب کو پکارو تو آقا مولیٰ یارسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔۔ ہم پکاریں تو ﴿**بِعَبْدِهٖ**﴾

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان تک گئے تو نصاریٰ نے ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ احمد مجتبیٰ حضور ﷺ تو لوح وقلم سے آگے نکل گئے۔ کہیں یہ دیکھ کر کوئی گمراہ نہ ہو جائے اس لئے فرمایا ﴿**بِعَبْدِهٖ**﴾ کہ عروج خواہ کتنا ہی ہوا مگر عبدیت کا تاج پہنے ہی رہے۔ یا اس لئے کہ عبد تو ساری کائنات ہے مگر عبدہ یعنی بندے خاص صرف محمد ﷺ ہی ہیں۔

حضور ﷺ جب معراج سے سرفراز فرمائے گے تو شب اسریٰ عالم بشریت کے جملہ کمالات بیت المقدس پر تمام ہو گئے۔ اور عالم نورانیت کے مقامات و کمالات سدرۃ المنتہیٰ

پر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ لیکن پیکر محمدی ﷺ اپنے تمام تر جلوؤں کے ساتھ قاب قوسین پر حاوی ہوگیا۔ یہ شان، شان عبدیت ہے جس کی ہمسری بشریت اور نورانیت مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ کی عبدیت ان الفاظ سے ظاہر ہے ﴿**فَــاَوۡحٰـــیٓ اِلٰــی عَبۡـدِهٖ مَـــآ اَوۡحٰـــی**﴾ (النجم/۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی (جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وحی فرمائی)

جس کی حقیقی معرفت تک رسائی نہ عالم بشریت کا کوئی فرد حاصل کرسکتا ہے اور نہ عالم نورانیت میں کسی کو اس کی کامل معرفت نصیب ہوسکتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا امتی ہر نماز میں کئی بار اعلان کرتا ہے کہ ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له، واشهد ان محمدا عبده، ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہے یہ — اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ — قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود — اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعالَمِیۡن

وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیۡرِ خَلۡقِهٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِیۡن

العبـــــد المذنب
محمد یحییٰ انصاری اشرفی
شیخ الاسلام اکیڈمی (مکتبہ انوار المصطفیٰ)
23-2-75/6 مغل پورہ حیدرآباد

جمعرات ۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ ہجری ۲۲/مارچ ۲۰۰۷ء

دَرُود تاج

درود تاج بے پناہ فیوض و برکات کا منبع ہے اور یہ عاشقانِ رسول ﷺ کا محبوب وظیفہ ہے۔

جو شخص عروج ماہ، شب جمعہ میں بعد نماز عشاء باوضو پاک کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ایک سوستر (۱۷۰) مرتبہ اس درود پاک کو پڑھے اور سو رہے تو گیارہ شب متواتر اسی طرح کرنے سے ان شآء اللہ اُس کو زیارت سرکار ﷺ نصیب ہوگی۔

سحر و آسیب جن و شیطان کے دفع کرنے کے لئے اور چیچک دفع کرنے کے لئے گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کرے ان شآء اللہ فائدہ ہوگا۔

دشمنوں ظالموں حاسدوں اور حاکموں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اور دفع الم و افلاس کے لئے چالیس شب متواتر بعد نماز عشاء اکتالیس مرتبہ پڑھے

رزق کی کُشادگی کے لئے سات مرتبہ روزانہ بعد نماز فجر وِرد رکھے۔

حاملہ عورت کو کوئی خلل ہو تو سات روز برابر سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائے۔

برائے ہر مقصود و مطلوب بعد نصف شب باوضو چالیس مرتبہ پڑھے ان شآء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی اور مُراد بر آئے گی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِى اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِى الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ الْهُدٰى كَهْفِ الْوَرٰى

مِصۡبَاحِ الظُّلَمِ جَمِيۡلِ الشِّيَمِ شَفِيۡعِ الۡاُمَمِ ۚ صَاحِبِ الۡجُوۡدِ وَالۡكَرَمِ وَاللّٰهُ عَاصِمُه ؕ وَجِبۡرِيۡلُ خَادِمُه ؕ وَالۡبُرَاقُ مَرۡكَبُه ؕ وَالۡمِعۡرَاجُ سَفَرُه ؕ وَسِدۡرَةُ الۡمُنۡتَهٰى مَقَامُه ؕ وَقَابَ قَوۡسَيۡنِ مَطۡلُوۡبُه ؕ وَالۡمَطۡلُوۡبُ مَقۡصُوۡدُه ؕ وَالۡمَقۡصُوۡدُ مَوۡجُوۡدُه ؕ سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ خَاتَمِ النَّبِيِّيۡنَ ۚ شَفِيۡعِ الۡمُذۡنَبِيۡنَ ۚ اَنِيۡسِ الۡغَرِيۡبِيۡنَ ۚ رَحۡمَةٍ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۚ رَاحَةِ الۡعَاشِقِيۡنَ ۚ مُرَادِ الۡمُشۡتَاقِيۡنَ ۚ شَمۡسِ الۡعَارِفِيۡنَ ۚ سِرَاجِ السَّالِكِيۡنَ مِصۡبَاحِ الۡمُقَرَّبِيۡنَ مُحِبِّ الۡفُقَرَآءِ وَالۡغُرَبَآءِ وَالۡمَسَاكِيۡنِ سَيِّدِ الثَّقَلَيۡنِ ۚ نَبِيِّ الۡحَرَمَيۡنِ ۚ اِمَامِ الۡقِبۡلَتَيۡنِ ۚ وَسِيۡلَتِنَا فِى الدَّارَيۡنِ ۚ صَاحِبِ قَابَ قَوۡسَيۡنِ مَحۡبُوۡبِ رَبِّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وَالۡمَغۡرِبَيۡنِ ۚ جَدِّ الۡحَسَنِ وَالۡحُسَيۡنِ مَوۡلَانَا وَمَوۡلَى الثَّقَلَيۡنِ ۚ اَبِىۡ الۡقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابۡنِ عَبۡدِاللّٰهِ نُوۡرٍ مِّنۡ نُّوۡرِ اللّٰهِ ۚ يٰۤاَيُّهَا الۡمُشۡتَاقُوۡنَ بِنُوۡرِ جَمَالِهٖ صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَـــابِهٖ وَسَلِّمُـوۡا تَسۡلِيۡمًـا